لیلیٰ

یا

محاصرہ غرناطہ

مصنفہ

ایڈورڈ بُل ورلٹن

(لارڈ لٹن)

مترجمہ

سید امتیاز علی تاج

سنہ ۱۹۳۴ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

بار اول ۱۰۰۰

قیمت ۱۲؍

تہدیہ

جس آفتاب نے فاران کی پُر نور چوٹیوں سے طلوع ہو کر ظلماتِ مغرب کو مُنوّر کر دیا تھا۔ یہ کتاب اُس آفتاب کے غروب کی ایک دردناک تاریخ ہے۔ سرزمینِ اندلس میں اولوالعزمانِ عرب نے اپنے جاہ و جلال اور فضل و کمال کا جو علم بلند کیا تھا۔ یہ کتاب اس علم کے سرنگوں ہونے کی ایک اندوہ انگیز داستان ہے۔ تاریخ اسلام کے اس اہم دَوْر کے واقعات ہماری زبان میں جس شخصیت کے طفیل سے منتقل ہوئے۔ اس کے حضور میں یہ ناچیز ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ کیا میرے محترم بزرگ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مترجم اخبار الاندلس و نفح الطیب وغیرہ اس ناچیز ہدیہ کو شرف قبول عطا فرمائیں گے؟

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں انکے دامن کیلئے

سید امتیاز علی تاج

دیباچہ

چند سال ہوئے مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب قبلہ نے جن کے نام نامی سے یہ ناچیز ترجمہ منسوب ہے۔ مجھے اس تاریخی ناول کو اُردو میں منتقل کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی +

۱۳۱۱ھ میں جسٹس محمود مرحوم نے تہذیب الاخلاق میں ایک مختصر سی تمہید لکھ کر اس کتاب کا ترجمہ بالاقساط شائع کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن نہ معلوم کیوں ان کی یہ کوشش تین فصلوں کے ترجمے سے تجاوز نہ کر سکی +

اس کے بعد بعض دوسرے اخبارات و رسائل میں اس کا ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ لیکن کہیں بھی ترجمہ ابتدا کی دو تین فصلوں سے آگے نہ بڑھا۔ اب گزشتہ دنوں لاہور کے ایک پرانے روزانہ اخبار نے غالباً ترجمہ کی دقتوں سے عاجز آ کر اس کا ایک خلاصہ نہایت غیر صحیح اور ناموزون زبان میں شائع کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے گو اُردو خوان حضرات نفس قصہ سے واقف ہو چکے ہیں۔ لیکن اس قطع برید نے ناول کی تمام خوبیوں کو برباد کر دیا۔ اس لئے میں اس کا مکمل ترجمہ شائع کرنے کی ضرورت اب بھی سمجھتا ہوں +

اب اس کتاب کا مکمل ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے + مُصنف کے انداز تحریر کی خصوصیات کو قائم رکھ کر کتاب کا تقریباً لفظی مگر مانوس و مطلب خیز اردو میں ترجمہ کرنا بے حد دشوار کام تھا۔ اور مجھے معلوم نہیں۔ کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہُوا ہوں + بعض تراکیب اور اسلوب بیان شاید اُردو میں کسی قدر اجنبی معلوم ہوں۔ لیکن میں نے قصداً اس خیال سے ان کو جائز رکھا۔ کہ میں توسیع اُردو کے خیال سے اپنی زبان میں ان کا مروج ہو جانا پسند کرتا ہوں +

اُردو میں ان کی گنجائش ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ میں اہلِ دہلی و لکھنؤ کی رائے سے زیادہ اُردو کے ان ادیبانِ سحر نگار کی تحریروں پر چھوڑتا ہوں۔ جن کی ادبی تصانیف میں بصورتِ قبول وہ آیندہ معزز جگہ پائیں گے۔ اور بصورتِ ناپسندیدگی نظر نہ آئیں گے۔

کتابت کے بعض معجزوں اور سنگساز کی اکثر بے نیازیوں کا آپ سے زیادہ مجھ کو قلق ہے۔ لیکن کیا کیجے لیتھو پریس میں کسی طرح ان سے امان نہیں۔ عذرِ گناہ برتداز گناہ نہ ہو۔ تو شاید آخر کتاب میں فہرست اغلاط کو دیکھ کر مطالعہ سے پہلے کتاب میں اصلاح کر لینا سہولت کا باعث ہوگا۔

میں آخر میں جناب ابو رشید عبدالمجید خاں سالک بٹالوی سابق اڈیٹر زمیندار اور پروفیسر سید احمد شاہ بخاری ایم۔ اے۔ دونوں عزیز اور محترم دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے تمام ترجمے کا اصل انگریزی سے مقابلہ کرنے کی زحمت برداشت کی۔ اور اپنے مفید مشوروں اور مناسب ترمیموں سے ترجمے کو زیادہ صحیح اور دلفریب بنا دیا۔

امتیاز علی تاج

فہرس

باب اول

باب دوم

باب سوم

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل اوّل

ساحر اور سپہ گر

سنہ ۱۴۹۱ء میں گرمیوں کا موسم تھا اور شاہ فرڈی ننیڈ اور ملکہ ازابیلا کی افواج نے شہر غرناطہ کا محاصرہ کر رکھا تھا + رات زیادہ نہ گذری تھی۔ اور چاندنی اُندلس کی شفاف فضا میں سے چھن چھن کر ہسپانی غنیم کے اس عظیم الشان خیمہ و خرگاہ پر جو شور و غوغا سے لبریز تھا۔ چُپ چاپ برس رہی تھی + چاند کی دُھندلی روشنی کوہِ سیرا کی اُن چوٹیوں کو جو برف کا نقرئی تاج پہنے کھڑی تھیں۔ جُھک جُھک کر چوم رہی تھی۔ اور اُس کے دامن میں پھیلے ہوئے میدان کے پر فضا سبزے کی طراوت و تازگی نے جس پر انسان کی بربادی اپنا اثر نہ ڈال سکی تھی۔ اس عالی شان کُہسار کے مقابل میں اک شان تضاد پیدا کر رکھی تھی +

غرناطہ کے بازاروں میں ابھی تک کہیں کہیں بے فکروں کی ٹولیاں نظر آتی تھیں + ان میں سے بعض تو ایسے تھے۔ جو شہر کے محاصرے اور آنے والی لڑائی سے غافل ہو کر

نہایت اطمینان و آسودگی سے موری بربط کے تارہائے مرتعش سے سامعہ نوازی کر رہے تھے۔ یا کسی داستان گو کی شیوا بیانی کو ہمہ تن گوش ہو کر سُن رہے تھے۔ اور بعض ایسی انہماک آمیز حرکات اور پُرجوش اشارات سے گفتگو کر رہے تھے۔ جنہیں مشرقی متانت و سنجیدگی ہر موقع و محل پر روا نہیں رکھتی + جو مقامات ایسے خوش فکروں کے جمگھٹوں کے لیے مخصوص تھے۔ وہاں تو یہ رونق تھی۔ باقی شہر پر بھیانک ویرانی اور سُنسانی برس رہی تھی +

اس وقت ایک شخص بازار میں تن تنہا جا رہا تھا۔ اُس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اِس نے دونوں ہاتھ اپنے قدم بوس چغہ میں ڈال رکھے تھے + اس کے استغراق کا یہ عالم تھا۔ کہ گرد و پیش کے تمام مناظر و واقعات اس کے لئے کالعدم تھے۔ لیکن جو لوگ اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ایسے منہمک نہ تھے۔ کہ کوئی شخص پاس سے گزر جائے اور وہ بے خبر رہیں +

چنانچہ انھیں میں سے ایک شخص نے اس کو دیکھ کر کہا " اللہ اکبر! یہ تو المامن ساحر ہی "+

دوسرے نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا " اسی نے ابو عبداللہ کی دلیری اور جواں مردی کو اپنے سحر و افسوں سے ناکارہ کر دیا ہی + اگر میرا بس چلے تو اسے خُوب ہی ذلیل کروں "+

تیسرا جھجک کر کہنے لگا " لیکن کہتے ہیں کہ اس نے دعوے کیا ہی۔ کہ انسان جب لڑ لڑ کر عاجز آ جائیں گے " تو جنات کی فوجیں غرناطہ کی امداد کے لیے آئیں گی "+

چوتھا نہایت متانت کے ساتھ دانشمندانہ انداز سے اس طرح بولا گویا اسے غیب کا علم ہی " اللہ اکبر! تقدیر کا لکھا اٹل ہی "+

المامن کی نسبت لوگوں کے خیالات کچھ ہی ہوں۔ اس سے مرعوب ہوں یا متنفر۔ اس سے سہمے رہتے ہوں یا اس سے اُمیدیں لگائے بیٹھے ہوں۔ بہر حال اس میں کچھ شُبہ نہیں کہ جدھر سے وہ گزرتا تھا۔ لوگ اس کے لئے راستہ

چھوڑ دیتے تھے۔ اور دیکھنے والوں پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو جاتا تھا
سُوق الزکاتین سے جو بڑے بازار کو قطع کرتا تھا۔ گزرتا ہوا یہ مشہور ساحر اُس فصیل
کے سامنے پہنچ گیا۔ جو محل شاہی اور حصار الحمرا کے گرد کھنچی ہوئی تھی +

محل کے دروازے پر پہرہ دار نے جھک کر اسے سلام کیا۔ المامن بے باکانہ
محل کے اندر داخل ہوا۔ اور لمحہ بھر کے بعد خاموش اور گنجان درختوں نے اسے
اپنی آغوش میں لے لیا + درختوں کے درمیان جابجا عربی فواروں میں سے
پانی چھلک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان میں سے پارے کی دھاریں چاندنی
میں اُچھل اُچھل کر نیچے گر رہی ہیں۔ درختوں کے اوپر عظیم الشان قلعہ کی بلندیاں
دکھائی دے رہی تھیں۔ داہنی طرف وہ شنجرفی برج کھڑے تھے جن کی اصل و اساس
کے سربستہ راز کے انکشاف میں قدیم تاریخ کے اوراق قاصر ہیں +

المامن تھم گیا + اس تماشائے رنگ و بو پر نظر ڈال کر کہنے لگا:"کیا باغ ارم
اس سے زیادہ دلآویز ہوگا؟ کیا ایسے لطیف مقام کو نصرانیوں کے ناپاک قدم پامال
کریں گے؟ کیا مضائقہ ہے ایک مذہب دوسرے مذہب کا دشمن ہوا کرتا ہے ایک قوم
دوسری قوم سے اُلجھتی چلی آئی ہے۔ لیکن اب وہ زمانہ آ رہا ہے۔ کہ تاریخ اپنے آپ کو پھر دُہرائے
گی۔ مذہب دیرینہ اور قوم پارینہ پھر اقبالمند ہو گی۔ اور ہماری طاقت کا ڈنکا پھر بجنے لگ جائے گا"
ان خیالات نے ساحر کو خاموشی کے ناپیداکنار سمندر میں ڈبو دیا۔ اور وہ دیر تک
اُن ستاروں کو غور سے دیکھتا رہا۔ جن کی محفل کی رونق تاریکیٔ شب کے ہر قدم
کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ جن کا نور ہنستے ہوئے پانی کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہا تھا۔
اور چُپ چاپ پتّوں کے کناروں پر مُسکرا رہا تھا۔ وہ آسمان کی طرف یوں ٹکٹکی
لگائے ہوئے تھا۔ اور اُس کے استغراق کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک موری قوم کا نوجوان
اُس کے پاس آ پہنچ گیا۔ اور اُسے خبر بھی نہ ہوئی +

نوجوان کے اسلحہ چمک رہے تھے۔ اور اُس کے سفید برف سے عمامہ پر لگے ہوئے بیش بہا
زمرد جگمگا رہے تھے + یہ نوجوان اپنے پست قامت اور دُبلے پتلے ہم قوموں میں

دراز قامت تھا۔ اور گو اپنی قوم میں قوی ہیکل شمار کیا جاتا ہو مگر ایسا نہ تھا کہ بلادِ ہسپانیہ کے نامور سپاہیوں کی برابری کر سکتا ہو۔ اس کی شخصیت میں ایک ایسی صَولت اور تمکنت مضمر تھی۔ کہ بڑے بڑے مغرور مسیحی شہسواروں کے مجمع پر بھی اس کا رُعب چھا جاتا تھا۔ چلتے وقت اس کے قدم اس شان بے نیازی سے اُٹھتے تھے۔ گویا زمین کی تحقیر کر رہا ہے۔ اس کے بلند سر اور ہرن کی سی گردن سے وہ مافوق البیان شان و شوکت عیاں تھی کہ عالی نسبی شرافت اور حاکمانہ فطرت کا مجسمہ اس سے بہتر تصوّر نہیں ہو سکتا۔ نوجوان المامن کے قریب آ کر اس سے چند قدم کے فاصلے پر دفعتاً رُک گیا۔ کچھ دیر تک اسے خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ اور آخر کار جب زبان کھولی تو نہایت سرد مہری سے طنز کے لہجے میں کہنے لگا:۔

"تاریک اسرار کے باطل دعوے دار! کیا تو اقوام و افراد کی تقدیر کو جسے رسول خدا نے سپہ سالاروں کے دماغ اور سپہ گروں کی قوّت سے منسوب کیا تھا۔ تاروں میں دیکھ رہا ہے؟"

المامن نے آہستہ سے مُڑ کر اس شخص کو دیکھا۔ جس نے اس کے سلسلۂ خیال کو یوں توڑ دیا تھا۔ اور اسے پہچان کر جواب دیا: "شہزادے! میں غور کر رہا تھا۔ کہ اس عالمِ کون و فساد میں کتنے ہی انقلابات ایسے رُونما ہوئے۔ جو کُرۂ زمین کو اُس کے مرکز تک ہلا گئے۔ لیکن ان تاروں کی نگاہیں اب تک خاموشی کے ساتھ سب کو گھورتی رہیں۔ نہ کچھ ہمدردی کی اور نہ کچھ تبدیلی ہی کر سکیں"۔

مُور نے المامن کے الفاظ کو دُہرا کر کہا: "نہ کچھ ہمدردی کی اور نہ کچھ تبدیلی ہی کر سکیں۔ اور پھر بھی تیرا عقیدہ ہے کہ زمین پر ان کے مختلف اثرات پڑتے ہیں؟"

المامن نے مسکرا کر کہا: "یہ فرمانا تو مجھ پر بہتان لگانا ہے۔ آپ اپنے نیازمند کو نجومیوں کے بر خود غلط طبقے میں کیوں داخل کیے دیتے ہیں؟"

"میں نجوم کو ہاروت ماروت[1] دو فرشتوں کے علم کا ایک شعبہ سمجھتا ہوں"۔

[1] علم سحر۔ جو فرشتے یہ علم سکھاتے تھے۔ اُن کا نام قرآن میں آیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس علم کی تلقین کی بنا پر وہ فرشتے اب تک بابلِ قدیم میں اسیر ہیں۔ گو وہ شاذ ہی وہاں پر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اُن سے اب بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جلال الدین یحییٰ ترجمہ قرآن از سیل (مصنف)

"ممکن ہی یہ درست ہو۔ اور اگرچہ میں بابل قدیم کی فصیل کے نیچے آدھی آدھی رات تک بھٹکتا پھرا ہوں۔ تاہم اس علم سے قطعی ناآشنا ہوں"۔

موسے نے متعجب ہو کر جواب دیا "تو تیری شہرت نے ہمیں دھوکا ہی دیا؟"

المامن نے نہایت سکون کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "شہرت کبھی صداقت کی دعوے دار نہیں ہوتی۔ اچھا شہزادہ! خدا حافظ میں سلطان کے پاس جا رہا ہوں"

"ٹھہر میں ابھی اُس کے حضور سے آ رہا ہوں۔ اور اُس کے دل میں اُن خیالات کو برانگیختہ کر آیا ہوں جو سلطانِ غرناطہ کے شایانِ شان ہیں۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ تجھ سا آدمی جو تیغ و تبر سے قطعاً بیگانہ ہی۔ ان حیات افروز خیالات میں جا کر مخل ہو"

المامن نے جواب دیا "عالی نسب موسے۔ یہ اندیشہ نہ کر۔ کہ تو جو رُوح ابو عبد اللہ کے سینے میں پھونک آیا ہی۔ اس کا اثر میری گفتگو سے زائل ہو جائیگا افسوس اگر میرے مشورے پر کان دھرے جاتے۔ تو آج دلاورانِ غرناطہ میں موسے کا اتنا تذکرہ نہ ہوتا۔ جتنے سلطان کے گیت گائے جاتے۔ لیکن تقدیر نے یا خدا نے ایک زوال پذیر خاندان کے تخت پر ایک ایسے شخص کو بٹھا دیا ہی۔ جو بہادر ہی مگر بے دست و پا ہی۔ دانشمند ہی لیکن تخیّل پرست۔ جب آپ اُس کی سرشت سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر مجھ پر بدگمانی کرنا بے انصافی ہی"۔

موسے دیر تک المامن کے چہرے کو غور کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اور پھر اپنا ہاتھ آہستہ سے ساحر کے بازو پر رکھ کر کہنے لگا "اے اجنبی! اگر تو نے ہمیں دھوکا دیا تو یہ سمجھ رکھنا۔ کہ یہ قوی بازو جو بے شمار دُشمنوں کے خود پارہ پارہ کر چکا ہی۔ ایک غدار کی دستار کو سلامت نہ چھوڑے گا"۔

المامن نے بیباکی کے ساتھ جواب دیا "مغرور شہزادے! تو بھی یہ سمجھ رکھ کہ میں اپنی نیّت کے معاملے میں صرف خدائے پاک کے حضور میں جواب دہ ہوں۔ اور انسان کے مقابلے میں اپنے افعال کی حمایت کر سکتا ہوں"۔

یہ کہہ کر ساحر نے اپنی لمبی اور لٹکتی ہوئی عبا کو اپنے گرد لپیٹا۔ اور سرسبز جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

سمجھنا چاہیے + گویا دانشمندی اسی کا نام ہی + لیکن اگر میں ان اصولوں پر عمل کروں - تو کیا مجھے بھی لوگ دانشمند کہیں گے ؟ آہ - نہیں - تمام دُنیا مجھے مجنون اور دیوانہ کہے گی + ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا آیا ہی - کہ عقل و فراست جن خیالات کو معقول سمجھ کر دل کو ان سے لبریز کر دیتی ہی - عمل ان کے رنگ میں رنگے جانے سے متنفر ہوتا ہی - آہ - اے رسولِ پاک - اگر انسانوں کی عیاری ان کی حماقت پر سبقت نہ لے گئی ہوتی تو انسان کی بے وقوفی کی کیا حد ہوتی !

نوجوان سلطان یہ کہہ کر بے چینی سے تکیہ پر گر پڑا + یہ الفاظ ایسے بادشاہ کے لئے جس کا تاج اس کے سر پر ڈگمگا رہا ہو ضرورت سے زیادہ فلسفیانہ تھے +

چند لمحے متفکر رہ کر وہ اَور بھی بے قرار ہو گیا - گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا اور بولا "میری روح موسیقی کے سمندر میں ڈوب جانا چاہتی ہی - وہ عالم خیال کے رستوں پر سفر کرتے کرتے تھک گئی ہی - اَور اب صرف نغمہ و زمزمہ کا آبِ شیریں تھکے ماندے مسافر کو فرحت و اطمینان بخش سکتا ہے "+

سلطان نے تالی بجائی - معًا بارہ دری سے ایک لڑکا نکل کر سامنے آ گیا - اور سلطان کے ایک نہایت ہلکے سے اشارے پر جسے کوئی مشکل دیکھ سکتا تھا - وہ نگاہوں سے غائب ہو گیا + تھوڑی دیر بعد اُس پرستان کے ستونوں کے درمیان اور چھلکتے جھرنوں کے پاس نازنینانِ عرب کے ننھے ننھے نازک پاؤں رقص کرتے آ رہے تھے + وہ زرق برق پشوازیں پہنے ہوئے تھیں - جن کی دلاویزی اُن کے بازوؤں کی عُریانی سے اَور بھی دوبالا ہو رہی تھی - وہ نہایت خاموشی سے اس خنک + فرحت بخش اَور ارمان انگیز عشرت گاہ میں جلگاتی ہوئی داخل ہوئیں - معلوم ہوتا تھا کہ مشرقی سحر و افسوں کے زور سے چند پریاں آسمان سے اُتر آئی ہیں - کہ ایک نوجوان سلیمان کی خلوت کی گھڑیوں کو اپنے زمزمہ ترنم سے لبریز کر دیں + ان کے ہمراہ ایک نازنین تھی جس کا قد اگرچہ اَوروں سے کچھ چھوٹا تھا مگر حسن بے مثال تھا + وہ اپنے ہاتھوں میں ایک ہلکا سا موری بربط تھامے ہوئے آئی +

اس کے خوشنما اندازِ قامت اور دل فریب ایشیائی خط و خال پر نگاہ پڑتے ہی ابو عبداللہ کے حسین و جمیل چہرے پر ایک خفیف دلاویز تبسم نمودار ہوا+ وہ تنہا سلطان کے قریب آئی اور ادب و حیا سے اس کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں میں شامل ہو کر یہ گیت گانا شروع کیا جس کے ہر سُر اور ہر لفظ پر رقّاصہ لڑکیوں کے پاؤں تال دیتے تھے۔ اور جب الاپ کے وقت وہ سب باہم مل کر گاتی تھیں۔ اور اپنے اپنے باجے کے نقرئی گھنگرو ہلاتی تھیں۔ تو کمرہ موسیقی سے معمور ہو جاتا تھا+

امینہ کا گیت [1]

اے نغمۂ بزم و خوش ادا چل
اے نقرئی موج جاں فزا چل
اے باد صبا تو اپنے ہمراہ
گلبرگِ سرود و نغمہ لے جا

یہ کشتیٔ نازک و معطّر
لے جا تو اسے بجانِ دلبر
لے جا تو اسے نسیم لے جا

ہم پر ہی کھلی بہار الحاں
جوں شاخ و درخت باغ رضواں
جن پر کہ ہیں گھنگرو لٹکتے
اور ہلکی ہوا سے ہیں وہ بجتے [2]

ہم پھرتی ہیں جبکہ رقص کرتی
نغمہ کی ہیں ہم سے کلیاں جھڑتی
جنّت ہے وہیں جہاں ہے جانا

[1] از جسٹس سید محمود مرحوم)
[2] مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ بہشت کے درختوں پر نہایت عمدہ موسیقی پیدا کرنے والی گھنٹیاں لٹک رہی ہیں۔ اور عرش سے جو ہوا چلتی ہے اُس سے بجتی ہیں۔ (مصنف)

اے میٹھی صدا جسے ہوں سُن تی
اے کاش کہ مجھ سی میں بھی ہوتی
اور تیری طرح میں اس کو بھاتی
تو دل ہی میں اس کے بیٹھ جاتی

جب ہوتے خیال تازہ اس کے
میں دل ہی میں رہتی اُس کے بس کے
اس طرح اخیر ہوں تو بہتر

گانا بجانا موقوف ہو گیا۔ رقاصہ لڑکیاں ایک خوش آئند ادا کے ساتھ بے حس و حرکت اور خاموش کھڑی ہو گئیں۔ گویا کسی کے سحر سے وہ سب سنگِ مرمر کے بُت بن گئی تھیں + مگر وہ نوعمر مغنیہ سلطان کے قدموں میں ایک گدیلے پر آکر خاموش بیٹھ گئی۔ اور اشتیاق میں ڈوبی ہوئی نگاہیں شاہنشاہ کی افسردہ آنکھوں میں ڈالیں + اُسی وقت ایک شخص حجرے میں کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ جس کی آمد کا علم کسی کو نہ ہوا تھا +

یہ شخص میانہ قامت تھا اور گو دُبلا پتلا تھا مگر اس کے قوائے مضبوط معلوم ہوتے تھے۔ اس نے سیاہ رنگ کی ایک ڈھیلی ڈھالی عبا پہن رکھی تھی۔ جس کی وضع بالکل ارمنی چغے کی سی معلوم ہوتی تھی۔ عبا کے نیچے وہ ایک شوخ ارغوانی رنگ کی صدری پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں ایک چوڑی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ جس میں ایک طلائی کلید لٹک رہی تھی۔ اور بائیں پہلو میں ایک خمدار خنجر کا مرصع قبضہ دکھائی دے رہا تھا + اس شخص کے خط و خال اُندلس کے مُوروں سے کچھ واضح مگر شاندار تھے + پیشانی کُشادہ اور بلند تھی + آنکھیں سیاہ اور غیر معمولی طور پر بڑی اور روشن تھیں + اس کی ڈاڑھی کے بال چھوٹے۔ سیاہ۔ چمکیلے اوپر کی طرف بل کھائے ہوئے تھے۔ اور موٹے موٹے ہونٹوں کے سوا جن پر مستقل مزاجی اور بلند ہمتی برستی تھی۔ چہرے کے باقی نچلے حصے کی رازداری کر رہے تھے۔ اس کی ناک اونچی۔ خوب صورت۔ اور خمدار تھی +

اس کا سر جو اس کے قدو قامت کے تناسب سے کچھ زیادہ بڑا معلوم ہوتا تھا۔ عالی ہمتی اور قوی مزاجی کا پتہ دیتا تھا + بادی النظر میں یہ شخص بمشکل آدھیر عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بغور دیکھنے پر اس کی پیشانی کے اوپر اور آنکھوں کے گرد گہری گہری جھرّیاں پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ جن سے اس کی سن رسیدگی کے آثار نمایاں تھے + بادشاہ کے حضور میں وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے خاموش اس بات کا منتظر تھا کہ بادشاہ کی نظر اس پر پڑ جائے +

اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا + جو نازنین بادشاہ کے قدموں میں بیٹھی تھی اُس کی آنکھوں اور اس کے حرکات نے ابو عبداللہ کی نگاہوں کو اجنبی کی جانب متوجہ کر دیا۔ اور جب بادشاہ کی نگاہیں اس پر پڑیں تو خوشی سے اس کا چہرہ چمک اٹھا + ابو عبداللہؐ نے خوش ہو کر اسے بُلایا۔ اور رقاصہ لڑکیوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا +

وہ مغنیہ جو سلطان کے قدموں میں بیٹھی تھی۔ کہنے لگی "۔ اے دل و جان کے مالک! کیا میں بھی نہ ٹھہروں؟ تیری بُلبُل تو اپنے آشیانے ہی میں مسرور رہی"+

بادشاہ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کی لہراتی ہوئی کاکُلِ پیچاں پر محبت سے ہاتھ پھیر کر کہا "جان سے پیاری! امینہ! تجھے صرف میری عیش و عشرت کی ساعتوں کی رفیق حال بننا چاہیئے۔ ملک داری کی دماغ سوزیوں سے تجھ کو کیا واسطہ! عندلیب ابھی اپنا آخری نغمہ حضور ماہتاب میں پیش نہ کر چکی ہوگی کہ میں تیرے پاس آجاؤں گا"+ امینہ آہ بھر کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی ہمجولیوں کے ہمراہ چلی گئی +

جب بادشاہ اور المامن اکیلے رہ گئے۔ تو بادشاہ نے کہا "میرے رفیق۔ تیری خوشگوار نصیحتیں اکثر میرے دل کی بیتابی و بے قراری کو سکون و اطمینان سے بدل دیا کرتی ہیں۔ لیکن موجودہ وقت میں سکون و سکوت نہایت سنگین جرم ہے۔ میں کیا تدبیر کروں؟ کیسے مقابلہ کروں؟ کیونکر جدوجہد کروں؟ ابو عبداللہ کی پیدائش کے وقت لوگوں نے اس کے نام کے ساتھ الزغبیؔ کا لقب ٹھیک موزوں کیا تھا + قبل اس کے کہ میں بدنصیبی سے رہائی پانے کے لئے کوئی مؤثر دعا مانگ سکوں

۱؎ بدبخت۔ (مصنف)

سیاہ بختی نے میری پیشانی پر اپنی مُہر لگا دی۔ میرے تُند مزاج باپ کو جس کی غضب آلود پیشانی ملک الموت کی دُرشتی سے کچھ کم نہ تھی۔ مجھ سے اُس وقت بھی نفرت تھی۔ جب میں معصومیّتِ طفلی کے گہوارے میں تھا۔ جوانی میں باغیوں نے میرے منشاء کے خلاف میرے نام سے بغاوت کی۔ میرے باپ نے مجھے زندانی کر دیا۔ ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے یہی ہولناک تصوّر رہتا تھا۔ کہ میرا خوفناک انجام زہر ہلاہل کے ایک جام یا خنجرِ خونخوار کے ایک وار پر ہوگا۔ میری مخلصی صرف میری مادرِ مہربان کی عقل و فراست کی ممنونِ احسان ہی۔ جب ضعف و ادبار سے پادشاہ کا فولادی عصائے سلطنت ٹوٹ گیا۔ تو میرے چچا الزغل نے مجھے تخت و تاج سے محروم کر کے میرا وہ حق سلب کر لیا۔ جو دستِ فطرت نے میرے نام لکھا تھا۔ میں نے علانیہ جنگ اور خفیہ غدّاری کی حالت میں حصول تاج و تخت کی خاطر کشمکش کی۔ اور آج کہ میں کُل غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ مجھے کس قدر توقع تھی کہ لوگوں کے دلوں سے میرے چچا کی قدر و وقعت مِٹ جائے گی۔ کیونکہ وہ علیسائیوں سے مِل گیا اور ان کُفّار کے زیرِ اقتدار ایک چھوٹی سی ریاست پر قانع ہو گیا ہی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میری ناشاد رعایا نے الزغل کا جُرم بھی مجھ سے منسوب کر دیا ہی۔ ان کا خیال ہی کہ اگر میں کاہلی اور غیر مستعدی سے کام نہ لیتا۔ تو میرا چچا کبھی علیسائیوں کی اطاعت قبول نہ کرتا۔ جب میں نے حریف کے ہاتھوں سے مخلصی پائی تو میری رعایا مجھ پر لعنت بھیجتی ہی۔ اور مجھ کو اس الحمرا کے قلعہ میں نظر بند کر رکھا ہی۔ مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ اپنی افواج کا سپہ سالار بن کر اپنی رعایا کا مقابلہ کروں۔ میری قوّت و ہمّت تو خود مجھ سے چھین لی۔ اور اب مجھے بُزدل اور متلوّن مزاج کہتے ہیں۔ جس طرح اس سامنے چٹان سے پانی بہا چلا جا رہا ہی۔ اور چٹان میں اس کو روکنے کی قوّت نہیں۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ سلطنت کے طوفان کا روکنا بھی میرے بس کا نہیں رہا۔"

جب نوجوان سلطان یہ کہہ رہا تھا تو اس کی آواز سے درد آمیز جوش اُبل رہا تھا۔ اور وہ اپنی قلبی پریشانی کی وجہ سے حجرے میں نہایت سُرعت اور بے چینی سے ٹہلتا جاتا تھا۔

المامن نے اُس کی اس حالت کو سرد مہری کے ساتھ دیکھا۔ اس کی آنکھیں ساکن تھیں اور لبوں پر مُہرِ سکوت +

جب ابوعبداللہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو المامن بولا" ضیاء المسلمین کاتبِ تقدیر نے انسان کی قسمت میں نہ دائمی رنج لکھا ہے نہ دوامی خوشی۔ ہمارے مطلع قسمت کے لیئے تاریک بادل اور درخشاں آفتاب دونوں یکساں طور پر ناگزیر ہیں۔ اگر تو بچپن میں صعوبتیں جھیل چکا ہے۔ تو سمجھ لے کہ تیری بدبختی کی رات گزر چکی۔ اب تیرے شباب کا آفتاب شان و شوکت کے رنگ میں طلوع ہوگا۔ اور تیری پیری عیش و وقار کا پیام لائے گی"

ابوعبداللہ نے بیتاب ہو کر کہا" تم تو ایسی باتیں کرتے ہو جیسے فرڈی نینڈ کی افواج میری فصیلوں کے نیچے موجود ہی نہیں؟"

المامن نے جواب دیا" سنخرب کی افواج بھی تو کثیر التعداد اور طاقتور تھیں۔ پھر اُن کا کیا انجام ہُوا؟"

بادشاہ نے متانت سے اور کچھ طنزیہ طور پر کہا" اے دانشمند! ہم مسلمانانِ اُندلس مشرق کے رہنے والوں کی طرح اندھا دُھند مذہبی دیوانگی میں گرفتار نہیں ہیں۔ ہم پر علوم و فلسفہ کی شعاعیں چمک چکی ہیں۔ اگر ہماری قوم کے عقیل و فہیم لوگ عوام الناس کے من گھڑت افسانے اور دوراز قیاس قصے بظاہر مان لیتے ہیں۔ تو یہ محض اُن کی دانشمندانہ مصلحت ہے ضعف اعتقاد کا اس میں ذرا دخل نہیں۔ اس لیے میرے سامنے مذاہب قدیمہ اور اقوام پارینہ کی تمثیلات کا ذکر نہ کر۔ عہد حاضر کی دُنیا کے لیے کارکنانِ قضا و قدر صرف انسان ہیں ملائک نہیں۔ اور اگر میں اُس وقت کا منتظر رہوں۔ کہ فرڈی نینڈ کا حشر بھی سنخرب کی مانند ہو۔ تو گویا میں اس بات کا انتظار کروں گا۔ کہ صلیبی علم میرے برجِ شنجرفی پر لہرائیں" +

المامن نے کہا" اگر جہاں پناہ دین کے مجنونانہ جوش کو تسلیم نہیں فرماتے۔ تو کیا ظلم و استبداد کی دیوانگی کو بھی نہیں مانتے؟ گو آپ عبرانیوں کے عقائد پر ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن آپ عرب کی اس قدیم اور قریب النسل قوم یعنی عبرانیوں کو

خاک میں ملائے دیتے ہیں۔ آپ کے قاضی اُن پر فتوے لگاتے ہیں۔ آپ کے جاسوس۔ آپ کے سپاہی۔ اور آپ کی تمام رعایا انھیں ایذا پہنچاتی اور ان پر جور وستم روا رکھتی ہے"۔

ابو عبداللہ نے بلند آواز سے کہا" وہ زر پرست یہودی اسی انجام کے مستحق ہیں۔ سونا ان کا خدا ہے۔ اور بازار اُن کا وطن مالوف۔ اس وقت جب کہ قومیں رو رہی ہیں اور ملک چیخ رہے ہیں۔ انھیں صرف یہی فکر دامن گیر ہے کہ تجارت کے عروج و زوال پر کیا اثر پڑے گا۔ وہ زمانے بھر کے چور ہیں۔ جب ان کا ہاتھ ہر شخص کی جیب کے درپے ہے۔ تو پھر وہ لوگوں کے ہاتھوں کو اپنی جان کے درپے دیکھ کر کیوں متعجب ہوتے ہیں؟ وہ تو قبیلہ حلیف سے بھی بدتر ہیں۔ جو قحط کے زمانے میں اپنے معبود کو کھا جاتے ہیں۔ یہ موسےٰ کی اُمت ایسی بے حیا ہے کہ ایک کھجور کی گٹھلی کے عوض میں سات آسمان بیچنے کو تیار ہے"۔

المامن نے جواب دیا" تمہارے قوانین ہی ایسے ہیں کہ ان لوگوں میں ہوسِ زر کے سوا اور کسی چیز کی اُمنگ پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور جس طرح ایک پودا ٹیڑھا بنیکا ہو کر اور اپنے تنے کو ہر قسم کی روک سے بچا کر اپنا سر آفتاب کی جانب بلند کرتا ہے۔ اسی طرح دماغ انسان بھی اپنے لئے راستہ نکالتا ہے۔ اور جب عالی ہمتی کی سیدھی اور جائز راہ اُس پر بند کر دی جاتی ہے تو وہ اپنے عناصر اصلی سے جا ملتا ہے۔ خواہ وہ طوفان حکومت ہو۔ یا شعاع عزت۔ یہ یہودی جب اپنی پاک مادرِ وطن کے آغوش میں تھے تو تاجر نہ تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انھوں نے تمہارے ہی آباو اجداد کی عربی افواج کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا تھا۔ اور قحط کے عالم میں اپنی ہڈیوں سے گوشت الگ کر لیا تھا۔ لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اپنا کوئی ایسا شہر جو غرناطہ سے زیادہ غیر محفوظ ہو اُن فوجوں کے حوالے کر دیں۔ جو ہسپانیہ کے سیلانی سرداروں سے بھی بہت زیادہ طاقت رکھتی تھیں۔ مگر خیر یہ وقت ان قصّوں کا نہیں ہے۔ اگر حضور فرشتوں کی اعانت سے منکر ہیں تو کیا فانی انسان کی عقل پر اب تک اعتقاد رکھتے ہیں؟"

ابو عبداللہ نے جواب دیا " بے شک اس لئے کہ فرشتوں کی نسبت مجھے کچھ علم نہیں۔ لیکن انسانوں کی تدابیر کو خوب جانتا ہوں۔ اے المامن! میرا آتش مزاج عزیز موسےٰ آج شام کو میرے پاس آیا تھا۔ اُس نے مجھے اس بات پر اُکسایا۔ کہ میں اپنی رعایا کا خوف دل سے نکال دوں جس کی وجہ سے میری بیتاب اور شجاع روح ان دیواروں کے اندر مقید ہے۔ اُس نے مجھے اس امر پر آمادہ کیا ہے۔ کہ وہ سامنے جو تلوار اور ڈھال لٹک رہی ہے۔ اسے باندھ کر سردارانِ غرناطہ کا افسر بنوں۔ اور دیویر مبلا کے میدان میں جا پہنچوں۔ ان خیالات سے میرا دل سینے میں اُچھلنے لگتا ہے۔ بہر حال اگر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو ایک بادشاہ کی طرح مر تو سکتا ہوں "۔

المامن نے بجھے ہوئے دل سے کہا۔ " یہ باتیں تو نہایت عالی ہمتی کی ہیں "۔

" تو تم میرے ارادے کی تائید کرتے ہو؟ "

" بادشاہ کے ہوا خواہ اُس کے مرنے کے ارادے کو پسند نہیں کر سکتے "۔

ابو عبداللہ نے آواز بدل کر کہا " اوہو تو کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اس جد و جہد اور اس کشاکش میں میری قسمت میں موت ہی لکھی ہے؟ "

" یہ تو ساعت کی سعادت و نحوست پر منحصر ہے کہ آپ کو فتح ہو یا شکست "۔

" اور وہ ساعت؟ "

" ابھی نہیں آئی "

" کیا تو ستاروں سے ساعت معلوم کر لیتا ہے؟ "

" ایسی بیہودہ سادہ دلی تو ری نجومیوں کو مبارک رہے۔ آپ کا خادم تو ان ستاروں میں وہ جہان دیکھتا ہے۔ جو اس کُرۂ ارض سے کہیں بڑے ہیں۔ جن کی روشنی نہ کبھی معدوم ہو سکتی ہے نہ مدھم۔ خواہ کُرۂ ارض کائنات کی فضائے بے پایاں سے بالکل معدوم ہو جائے "۔

ابو عبداللہ نے کہا " اے پُراسرار شخص! یہ قدرت تو نے کہاں سے پائی۔

اور تجھ کو یہ آئندہ کا حال معلوم کرنے کا علم کہاں سے حاصل ہُوا؟"

المامن بادشاہ کی طرف بڑھا۔ جواب کُھلے جھروکے میں کھڑا تھا۔ اور ڈارو کی ندی کی طرف اشارہ کر کے بادشاہ سے کہنے لگا:۔

"دیکھ اس ندی میں وہ عنصر بہہ رہا ہے۔ جس میں انسان نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ سانس لے سکتا ہے۔ اور اوپر دیکھ۔ اس لطیف اور بے پایاں ہوا میں ہمارے قدم جم نہیں سکتے۔ تمام عالم کی افواجِ قاہرہ بھی ان پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکتیں۔ لیکن علم کی ایک ذرا سی کوشش سے مچھلیاں۔ اور پرند۔ فضا۔ اور سمندر میں رہنے والی ہستیاں۔ زندگی کی ایک ادنےٰ سی ادنےٰ مسرت کے سرانجام دینے میں کام آتی ہیں + یہی حال سحر کے صحیح علم کا بھی ہے + کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ زمین کی سطح تو اس قدر زندہ ہستیوں سے بھری پڑی ہے اور زمین کے کشادہ مرکز میں اور اس وسیع فضا میں کوئی جاندار نہیں بستا؟ جس طرح ماہی گیر مچھلیوں کو جال میں پھنسا لیتا ہے۔ جس طرح شکاری پرندوں کو اسیر دام کر لیتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے انسانی فن اور خداداد ذہانت سے ان ہستیوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا سکتے ہیں۔ جن کے عالم و عناصر میں اس مادی جسم کے ساتھ داخل نہیں ہو سکتے۔ اور جن کو ہمارے حواس کثیف محسوس نہیں کر سکتے + بس یہی میرا فن ہے۔ دوسرے کسی عالم کا حال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن اس دُنیا کی چیزوں کے متعلق خواہ وہ انسان ہوں اور خواہ تمہاری روایات کے مطابق جنات ہوں۔ میں نے کچھ علم حاصل کیا ہے + آئندہ کی نسبت میں خود بے خبر ہوں۔ مجھے علم غیب حاصل نہیں۔ لیکن میں اپنے عمل فسونگری سے ایسی ہستیوں کو بیدار کر سکتا ہوں۔ جن کی نظریں زیادہ عمیق۔ اور جن کی فطرت میں خداداد ودیعتیں زیادہ رکھی گئی ہیں +"

ابو عبداللہ کے دل پر ان باتوں کا اتنا اثر نہیں پڑا تھا۔ جتنا اس کی خوفناک طرز گفتگو اور پُر رُعب چہرے نے ڈالا تھا۔ وہ کہنے لگا:" تو مجھے اپنے دعوے کا ثبوت دے"!

المامن نے جواب دیا:" سلطان کا حکم میرے لئے بمنزلہ قانون ہے۔ میں حکم کی

تعمیل پر آمادہ ہوں۔ کل رات میں آپ کا انتظار کروں گا"+

"وہ کہاں"؟

المامن نے ایک لمحہ تامل کیا۔ اور پھر کوئی فقرہ آہستہ سے بادشاہ کے کان میں کہا جسے سُن کر ابو عبداللہ چونک اُٹھا۔ اور اس کا رنگ فق ہوگیا +

"وہ تو بہت ہولناک مقام ہے"!

"مگر اے سلطان! جب تک فرڈی ننیڈ قلعہ کی دیواروں کے باہر۔ اور موسےٰ شہر کے اندر ہی یہی حالت الحمرا کی بھی ہے"+

"موسےٰ! کیا تو میرے سب سے بہادر جنگجو پر شبہ کرنے کی جُرأت کرتا ہے"؟

"کسی عقلمند بادشاہ نے کبھی کسی ایسے شخص پر اعتماد کیا ہے جو تمام فوج کا معبود بنا ہوا ہو؟ اگر ابو عبداللہ کل سو، اتفاق سے ایک تیر کھا کر میدان جنگ میں مرجائے تو عمائدِ سلطنت اور بہادرانِ عساکر کسے تختِ سلطنت پر بٹھائیں گے؟ کیا اس بات کا جواب دینے کے لئے بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ کوئی ساحر چپکے سے تیرے کان میں آکر کہے کہ وہ موسےٰ ہی ہے جس کی طرف تمام سلطنت کی نظریں اُٹھ رہی ہیں"+

ابو عبداللہ بیتابی اور نااُمیدی کے عالم میں چیخ اُٹھا۔ "آہ کمبخت سلطنت! مصیبت زدہ بادشاہ! مجھے شفقت پدری کبھی نصیب نہ ہوئی۔ اب میری کوئی رعایا نہیں۔ اور کوئی دم جاتا ہے کہ یہ ملک بھی اپنا نہ رہے گا، ہائے کیا مجھے کبھی کوئی مخلص دوست نصیب نہ ہوگا؟"

المامن نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "دوست! کسی بادشاہ کو کبھی کوئی دوست نصیب نہیں ہوا"+

ابو عبداللہ کی آنکھوں میں سے ایسی آگ کی چنگاریاں برسنے لگیں جو اُس کی نسل اور اُس کے مرتبۂ عالی کی سرشت میں شامل تھی۔ اور وہ بیتاب ہو کر بولا۔ "دُور ہو جا! میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا! تیری سرد اور بے درد دانشمندی میری شجاعت کے خون کو رگوں میں منجمد کئے دیتی ہے۔ تیری باتیں کامرانی۔ اعتماد۔ انسانی ہمدردی۔ اور تمام حیات کو میرے دل سے مفقود کئے دیتی ہیں"+

میرے پاس سے چلا جا! میں تنہائی چاہتا ہوں"+

المامن نے نہایت بے پروائی سے اور روکھی سی آواز میں کہا:"ابو عبداللہ!
کل آدھی رات کے وقت پھر ملاقات ہوگی۔ خدا بادشاہ کو ہمیشہ سلامت رکھے"+
بادشاہ نے مُنہ پھیر لیا۔ لیکن اس کا ناصح اس سے پہلے ہی غائب ہو چکا تھا+
جس طرح وہ آیا تھا۔ اُسی طرح خاموشی سے اور روح کی مانند دفعتاً غائب ہو گیا+

فصل سوم

عاشق و معشوق

الامن سے رخصت ہو کر موسے نے پہاڑی کا رُخ کیا۔ جو بروج الحمرا کی بلندی کے مقابل میں سرفراز تھی۔ اور جس کی چوٹی پر اور جس کے پہلوؤں میں شہر کی عشرت پسند آبادی بستی تھی موسے نے وہ راستہ اختیار کیا جس پر نسبتاً خاموشی زیادہ اور آمد و رفت کم تھی + پہاڑی کی نصف بلندی طے کرنے کے بعد وہ ایک نیچی اور وسیع دیوار کے مقابل میں پہنچ گیا۔ جو کسی رئیسِ شہر کے باغ کی فصیل کا کام دیتی تھی۔ وہ وہ دیر تک مشتاق نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ اور اس مسلسل سکون و سکوت میں یا تو ہوا کے وہ جھونکے رخنہ انداز ہوتے تھے۔ جو کوہِ سیرانوادا کی برفانی چوٹیوں سے آ کر انار اور نارنگی کے خوشبودار پتّوں سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ یا فواروں کی نقرئی آب افشانی تھی۔ جو دماغ میں ایک مدھم اور مسلسل موسیقی پیدا کر رہی تھی + موسے کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ چشم زدن میں وہ دیوار پر چڑھ گیا۔ اور دوسری طرف اس سبزے کے نرم اور خوب صورت فرش پر کود پڑا۔ جس پر انواع و اقسام کے تیز رنگ پھول مستِ خواب تھے۔ اور جس پر درختوں کے سبز پتّے اور سنہری پھل اپنا سایہ ڈالے ہوئے تھے +

تھوڑی دیر بعد وہ ایک مکان کے قریب جا پہنچا۔ جس کی طرزِ تعمیر سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کے زمانے سے پہلے کا بنا ہوا ہے۔ یہ عمارت بھاری بھاری اور

پُرانے ستونوں کی محراب دار چھتوں پر قائم تھی۔ گلاب کے پھولوں اور گنجان بیلوں نے اس عمارت کا بہت سا حصّہ اپنے آغوشِ عاطفت میں چھپا رکھا تھا۔ محرابوں کے اوپر جھلملیاں تھیں۔ جن کے روبرو وہ ضوفشاں جھروکے تھے۔ جو زمانۂ مابعد میں مُوری مذاق کے مطابق ایزاد کردئے گئے تھے۔ صرف ایک جھروکے میں ایک چراغ روشن تھا۔ باقی تمام عمارت پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس حجُرے کے سوا عمارت کے بقیہ ساکنین پر فرشتۂ خواب حکمراں ہے۔ موسے دزدیدہ قدموں سے اس جھروکے کیطرف بڑھا۔ اور ایک لمحہ ٹھہر کر یہ گیت دھیمی آواز سے گانے لگا۔ جو بادنےٰ تغیّر کسی عربی شاعر کی فکرِ لطیف او رخیال نازک کا نتیجہ ہے۔

گیت ؏۱

اے جاں کی روشنی اب جلدی سے ہو خراماں
ہمجولیوں کو اپنی گردوں پہ کر پریشاں
وہ پیاری پیاری انکھیاں۔ مشتاق ان کی ہر جاں
شب بھی بغیر ان کے ہے غمزدہ و حیراں
ہے آیتِ مقدس حُنجرہ پہ میرے کندا
صفحہ پہ دل کے لیکن ہے نام تیرا لکھّا
ہیں نور و دین ایماں۔ دونوں کے لفظ یکساں
دونوں کا سچ برابر دونوں ہیں پاک یکساں
ہیں دونوں گو کہ یکساں۔ گو پاک ہوں برابر
سچا ہے دل زیادہ تلوار سے بھی بڑھ کر
اے جاں کی روشنی آ۔ ہو مجھ پہ جلوہ فرما
شب کے ستارے تجھ پر کرتے ہیں رشک کیا کیا
وہ شوخ چشم شہلا۔ ہے جان جس پہ شیدا
انجم کو تاب کیا ہے۔ ہوں اُس سے ہم اشارا

؏۱ از جسٹس سید محمود مرحوم)

جب اس کا گیت ختم ہو گیا۔ تو آہستہ سے جھلملی کھلی اور جھروکے میں ایک نازنین دکھائی دی +

موسے نے کہا "آہ لیلے! میں تجھے دیکھتا ہوں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہی۔ کہ مجھ پر خدا کی رحمت برس رہی ہی" +

لیلے نے جواب دیا "خاموش! آہستہ بولو۔ اور یہاں زیادہ مت ٹھہرو۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہی کہ ہماری ان خفیہ ملاقاتوں کا راز طشت از بام ہونے والا ہی" ساتھ ہی رقت بھری آواز سے کہا "شاید یہ ملاقات ہماری آخری ملاقات ہو" +

موسے نے بیقراری سے کہا "یا اللہ! میں کیا سن رہا ہوں۔ آخر یہ راز کب تک پردۂ اخفا میں رکھا جائے گا" تو مجھے اپنے حسب و نسب۔ اپنی اصل و نسل پر کیوں مطلع نہیں کرتی؟ عزیز لیلے! کیا تو خیال کر سکتی ہی۔ کہ غرناطہ میں کوئی ایسا عالی شان دومان بھی ہی جو موسے ابن ابی غازان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انکار کرے"؟ ——— اس کی آواز کا مغرورانہ لہجہ محبت کے نازک ترین رنگ میں ڈوب گیا اور اس نے کہا "اگر تو مجھے حقیر و ذلیل نہیں سمجھتی۔ تو ہماری محبت و مناکحت میں کون مخل ہو سکتا ہی + کیونکہ تیری ہستی کے پھول کا رنگ و بو خواہ کسی کہسار کی پیدائش ہو۔ یا کسی سبزہ زار کی۔ میرے دل کے لئے یکساں باعث زیب و زینت ہی" +

لیلے کے آنسو نکل پڑے اور وہ بولی "آہ جس راز کے انکشاف کے لئے تو مجھ سے شاکی ہی۔ وہ جتنا تیرے لیے تاریک ہی۔ اتنا ہی میرے لیے مبہم ہی + میں بارہا تجھ سے کہہ چکی ہوں۔ کہ مجھے اپنی پیدائش یا بچپن کا حال صرف اتنا یاد ہی۔ کہ وہاں کے بیابانوں اور ریگستانوں میں سدا بہار دیودار پیدا ہوتا ہی۔ اور جو ننھی ننھی روئیدگی آتشیں آب و ہوا سے مرجھا کر سوکھ جاتی ہی۔ اسے اونٹ چرتے پھرتے تھے + مجھے کچھ اپنی ماں بھی یاد ہی۔ جس کی پر اشتیاق نگاہیں مجھ پر پڑا کرتی تھیں۔ اور جس کے شیریں نغمے مجھے لوری دے دے کر سلا دیا کرتے تھے" +

مؤر نے محبت سے کہا۔" اب تیری ماں کی روح اُلفت میرے جسم میں آبسی ہے"
لیلیٰ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا۔" میں یہاں لائی گئی۔ اور اسی چار دیواری میں بچپن سے شباب کو پہنچی۔ میری ذرا ذرا سی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر وقت کنیزیں حاضر رہتی ہیں۔ مجھے تو علم نہیں۔ لیکن جنھیں افلاس و افراط دونوں کا تجربہ ہی مجھ سے کہتے ہیں۔ کہ مجھ پر اس قدر زر و جواہر لُٹایا جاتا ہے۔ جس پر تاجداروں کو رشک آئے۔ لیکن اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نسبت مجھے بہت ہی کم علم ہے۔ میرے والد کم سخن اور تُند مزاج ہیں۔ اور میرے پاس بہت کم بلکہ بعض اوقات مہینوں بعد آتے ہیں۔ لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ وہ مجھے بے حد چاہتے ہیں۔ اور پیارے موسیٰ! جب تک میں نے تجھے نہ دیکھا تھا۔ میری روشن ترین ساعتیں وہ تھیں جب میرے کان اُس کے قدموں کی آہٹ پر لگے رہتے تھے۔ اور میں دوڑ کر اپنے اُسی ایک شفیق سے بغل گیر ہو جایا کرتی تھی"۔

"کیا تجھے اُس کا نام معلوم نہیں"؟

"نہیں۔ مجھے کیا کسی خانہ زاد کو بھی اُس کا نام معلوم نہیں۔ ہاں ایک غلام وہ کال ضعیف و نحیف سردار شمین جس کی نگاہوں سے مجھ پر دہشت اور سکتے کا عالم طاری ہو جایا کرتا ہے۔ شاید والد کے نام سے واقف ہے"۔

مؤر نے کچھ سوچ کر کہا۔" تعجب ہے۔ اور پھر تو یہ کیسے سمجھتی ہے۔ کہ ہماری محبت کا راز ظاہر ہو گیا ہے۔ یا اس میں کوئی رخنہ انداز ہو گا"؟

"دیکھو آہستہ بات کرو۔ شمین آج میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بانو باغ میں کسی مرد کے قدموں کے نشان پائے گئے ہیں۔ اگر تمہارے والد کو اس کا علم ہو گیا۔ تو غرناطہ پر تمہاری یہ نظر نگاہ واپسیں ہو گی۔ مجھے کانپتے دیکھ کر اُس نے ملائمت کے لہجے میں کہا۔ کہ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ آپ کو ایک خونخوار شیر سے شادی کرنے کی اجازت بآسانی مل سکتی ہے۔ لیکن آپ کسی موری امیر سے خواہ وہ کیسا ہی عالی خاندان کیوں نہ ہو۔ شادی نہیں کر سکتیں۔ اس نے یہ کہا اور

مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا"+

"اس پر لیلےٰ نے بے چینی سے ہاتھ مل کر کہا"۔ ہائے موسےٰ! میرا دل بیٹھا جاتا ہی۔
یہ بہت ہی بُرا شگون ہی۔ جس کا تاریک انجام میری آنکھوں کے سامنے ہی"+

"مجھے اپنے والد کے سر کی قسم۔ یہ رکاوٹیں میری آتش شوق پر تیل کا کام کرتی ہیں۔ بام محبت پر چڑھنے میں مجھے خواہ سیکڑوں دشمنوں کی نعشوں کا پشتہ ہی قائم کرنا پڑے۔ مگر میں ضرور جد و جہد کروں گا۔ اور تیری محبت کی منزل راحت پر پہنچے بغیر نہ رہوں گا"

پُرجوش اور بلند حوصلہ موٗر نے بمشکل اپنی جوشیلی تقریر ختم کی تھی کہ درختوں کے جھنڈ میں سے کسی مخفی ہاتھ کا پھینکا ہوا ایک تیر زن سے اس کے پاس سے گزرا۔ اور رجب رک وہ ہوا جو تیر کی وجہ سے متحرک تھی تیزی سے اس کے رُخسار کے ساتھ ٹکرائی۔ تیر کا اُڑتا ہوا پرَ اس کے پیچھے کسی درخت کے تنہ میں جا گرا +

لیلےٰ چلائی "بھاگو۔ بھاگو۔ موسےٰ! اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ۔ الٰہی تو اس کا حامی و مددگار رہونا!" یہ کہہ کر وہ فوراً حجرے کے اندر غائب ہو گئی +

موٗر نے مہلک نشانہ کی پروا نہ کی۔ لیکن اپنی تیز و غضبناک طبیعت کے اقتضا سے مجبور ہو کر وہ دشمن کی جانب پلٹ پڑا۔ تلوار سونت لی۔ غضب کے جذبہ میں دبی ہوئی آواز سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ اُس سمت میں کوُد کر بڑھا۔ جدھر سے تیر آیا تھا۔ موٗر کی جنگ و جدال میں کمیں گاہوں سے دشمن کو ڈھونڈھ نکالنے کی عادی آنکھیں نہایت جنگی اشتیاق سے تاریک اور خاموش پتّوں میں سے اُس کی جستجو کرنے لگیں۔ لیکن اس کی نگاہیں کسی زندہ ہستی کا سُراغ نہ لگا سکیں۔ اور آخر کار وہ مایوس و مجبور واپس آیا۔ اور اُس مقام سے رُخصت ہوا۔ لیکن جوں ہی وہ دیوار پھاند کر دوسری طرف گیا۔ اسے ایک مدھم لیکن صاف اور تیز آواز نے کہا +

"تجھے زندہ چھوڑ دیا گیا ہی۔ لیکن یاد رکھ تیرا انجام اس سے بھی زیادہ مصیبت ناک ہوگا"+

فصل چہارم

باپ اور بیٹی

جس حجرے میں لیلےٰ اضطراب کی حالت میں واپس آئی۔ وہ ایسی مخصوص وضع کا تھا جس کا اندازہ اس کی طرز معاشرت کو دیکھ کر لگایا جا سکتا تھا۔ اس کی آرائش و زیبائش غرناطہ کے نمونوں سے مختلف تھی۔ یہ حجرہ زیادہ وسیع تھا۔ اور اس کی زیب و زینت سے مصری شان ٹپکتی تھی۔ دیواریں مشرقی سامانِ آرائش سے پیراستہ تھیں۔ اور ارغوانی زمین پر طلائی کام کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ خانہ دار لگروں اور بھاری چھت پر جیسے چورس ستون سہارے ہوئے تھے۔ کسی زبان کے عجیب و غریب حروف کندہ تھے۔ اور ستونوں کے گرد سونے اور ملمع کے سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بڑے بڑے زمرد جڑے ہوئے تھے۔ جن میں سے سبز رنگ کی روشنی اور زندگی کی سی جھلک عیاں تھی۔ سنگ مرمر کی میزوں پر مختلف قسم کے لکھے ہوئے اوراق اور کئی قسم کے باجے بکھرے پڑے تھے۔ اور ایک اکیلا چاندی کا مجلی چراغ کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلا رہا تھا۔ گویہ تمام زیب و زینت نہایت شاندار تھی۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس کا اثر طبیعت میں افسردگی۔ پژمردگی اور گھبراہٹ پیدا کرتا تھا۔ حالانکہ غرناطہ کے عیش پسند مشرقی باشندوں کے خوشنما ایوانوں اور اس ملک کے

صاف آسمانوں کے نظارہ سے ایسا اثر پڑنا مناسب نہ تھا۔ بلکہ ایسا اثر تو اُن غارنما عمارات کے لئے زیادہ موزوں معلوم ہوتا تھا۔ جو تھیبہ اور ممفس کے باشندوں کو زمانۂ قدیم میں آفتاب افریقہ کی جھلس دینے والی تمازت سے محفوظ رکھتی تھیں +

لیلے اس کمرے میں کھڑی تھی۔ اس کا رنگ فق اور سانس تیز چل رہا تھا۔ اس کے ہونٹ کھل گئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ ملا رکھے تھے۔ اور اس کی تمام رُوح اس کے کانوں میں موجود تھی۔ اگر کسی ایسی نازنین اور ماہ وش پری کا تصور کرنا ہو جو کسی سنگ دل اور بے رحم جن کے طلسمی محل میں مقید ہو۔ تو لیلے کی اس حالت سے بہتر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا بدن چھریرا اور نازک تھا۔ اور نسائی حسن کے تناسب اور گداز سے معمور تھا۔ اس میں ایک اس قسم کی لچک اور شان نزاکت تھی۔ جیسے ایک سنگ تراش اپنے تخیل میں اُس وقت پیدا کرتا ہے۔ جب اسے دُنیا سے اعلےٰ وارفع کسی آسمانی ہستی کا بُت تیار کرنا ہو۔ اس کے گیسو گھنے اور سیاہ تھے۔ لیکن ان میں جو چمک اور سُنہری جھلک تھی وہ اُن ایشیائی زُلفوں سے مختلف تھی۔ جو شب دیجور کی طرح سیاہ ہوتی ہیں۔ اور گو اُس کے چہرے کی رنگت قدرتاً زرد تھی۔ لیکن ایسی صاف اور آب وتاب سے اس قدر روشن تھی۔ کہ ممالک شمالی میں بھی وہ حسین ہی سمجھی جاتی اس کے خط وخال نازک تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی نادر سانچہ میں ڈھالے گئے ہیں لب ہائے میگوں میں مخموریاں تھیں۔ اور اُن کے اندر موتیوں کو شرمندہ کرنے والے دانت چمک رہے تھے۔ لیکن اس کے بے مثل حسین چہرے کا سب سے بڑا طلسم یہ تھا کہ اُس پر ایک پاکیزگی اور نزاکت برستی تھی + عشق کے حسیات لطیفہ کے جو اس قسم کے لوگوں میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ اور جن سے موری دوشیزہ لڑکیوں کا مست اور ہوش انگیز شباب قطعاً ناآشنا ہوتا ہے۔ اس کے چہرے کی دلربائی کو دوبالا کر رکھا تھا۔ لیلے تعلیم یافتہ تھی۔ گویا اس مرمریں بُت میں ایک رُوح بیدار تھی +

چند لمحوں کی سخت فکر و تردد کے بعد وہ پھر جالی دار غرفہ کے پاس گئی۔ آہستہ سے اُسے کھولا۔ اور باہر جھانکنے لگی + بہت دُور درختوں کے درمیانی فاصلہ میں، سے

اک لمحہ بھر کو اپنے عاشق کا رشکِ شمشاد اور شاہانہ قامت دکھائی دیا۔ جس کا سایہ سبزہ پر پھیلی ہوئی چاندنی کو تاریک کر رہا تھا۔ اس نے اب اپنی تلاش بے سود کے بعد ایک پُر اشتیاق نظر اپنی محبوبہ کے دریچہ پر ڈالی۔ ور گنجان پتوں اور شاخوں کی چلمن نے اسے لیلےٰ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ لیکن پھر بھی لیلےٰ نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ وہ اندر چلی گئی۔ اور اُس کے رُخساروں پر تشکر کے گرم آنسو اُبل آئے۔ وہ کمرے میں پڑے ہوئے گدیلوں کے انبار پر دوزانو ہو گئی اور بولی "اے میرے آبا و اجداد کے خدا میں تیرا شکر بجا لاتی ہوں کہ وہ سلامت ہے"۔

ایک درد انگیز خیال اس کے دل میں گزرا اور وہ بولی "میں اُس کے لئے کیسے دعا کروں؟ ہماری جبینِ نیاز ایک خدا کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتی۔ اور مجھے تعلیم دی گئی ہے کہ میں اس کے مذہب اور قوم سے حقارت و نفرت اور ان کے نام سے وحشت کا اظہار کروں۔ میرے اللہ۔ اس کا کیا انجام ہوگا۔ منحوس تھی وہ ساعت جب اس نے سامنے کے باغ میں مجھے پہلی مرتبہ دیکھا۔ اور اس سے زیادہ منحوس تھا وہ لمحہ جب وہ دیوار پھاند کر اندر آیا۔ اور لیلےٰ سے کہنے لگا کہ تجھ پر وہ شخص فدا ہے جس کی قوتِ بازو غرناطہ کی پُشت پناہ ہے۔ اور جس کے نام پر غرناطہ رحمت بھیجتا ہے۔ آہ میں کیا کروں ہائے مجھے کیا ہو گیا"۔

دوشیزہ نے اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا۔ اور جذبات انگیز تصوّرات میں مستغرق ہو گئی۔ جن کے سکون میں صرف اس کی سسکیاں خلل انداز ہوتی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح مسلسل رنج و الم میں ڈوبی پڑی رہی۔ یکایک پردے آہستہ سے ہلے۔ اور ایک شخص جس کی پوشاک اور وضع عجیب و غریب تھی۔ آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوا۔ لیلےٰ کو ایسی افسردہ حالت میں دیکھ کر رُکا۔ اور ایک ایسی نگاہ سے اُسے دیکھنے لگا۔ جس میں رحم اور نرمی اس کی جبلی سختی و درشتی سے کشمکش کر رہی تھی۔ آنے والے نے کہا "لیلےٰ!"

لیلےٰ چونک اُٹھی۔ اور اس کے چہرے پر حجاب کی تمتماہٹ جھلک آئی۔ اُس نے

آنکھوں سے آنسو پونچھ ڈالے۔ اور مسکرانے کی ایک ناکام کوشش کرتی ہوئی آگے بڑھی +

"میرے ابّا تشریف لایئے"+

نووارد گدیلیوں پر بیٹھ گیا۔ اور لیلےٰ کو اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا +

پھر نہایت متانت سے کہنے لگا" یہ آنسو ابھی تیرے رُخساروں پر تازہ ہیں۔ یہ تیری قوم کے مصائب کے گواہ ہیں۔ ہماری بیٹیاں آنسو بہانے۔ اور ہمارے بیٹے درد سے کراہنے کو پیدا ہوئے ہیں۔ عالی شان ہستیوں کے سروں پر خاک اُڑ رہی ہے۔ اور حسینوں کے چشموں میں زہر ہلاہل گھُلا ہوا ہے + اے کاش ہم صرف کشمکش کر سکتے۔ کاش ہم میں حوصلہ ہوتا۔ کاش ہم اپنے سَر اُٹھا سکتے۔ اور شیطان کی غلامی سے مخلصی حاصل کرنے کے لیئے متفق ہو سکتے۔ ممکن ہے یہ نہ ہو سکے۔ لیکن ایک تنہا شخص تمام قوم کا انتقام لے گا

لیلے کے باپ کا سانولا چہرہ جو جوشیلے جذبات کے اظہار کے لیئے بہت موزوں تھا۔ جوشِ غضب میں بے حد خوفناک ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اور ہونٹ کانپنے لگے لیکن جوش کا دَورہ مختصر تھا۔ اور ابھی لیلےٰ اس کی تندی و غضبناکی پر پُوری طرح کانپنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ وہ اک سکون میں تبدیل ہو گیا +

"ان خیالات کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ تو عورت ہے اور ابھی بچّی ہے۔ اس لئے ان حالات کے دیکھنے کے لیئے نہیں بنی + لیلےٰ تو ناز و نعم میں پلی ہے اور بہت احتیاط سے تجھے تربیت دی گئی ہے۔ شاید میں تجھے تُند خو اور سنگدل معلوم ہوتا ہوں۔ لیکن تیرے ایامِ طفلی کو رنج و غم کی پھانس سے بچانے کے لیئے میں اپنے خونِ دل کے بہترین قطرے گرانے کو تیار تھا + دیکھ خاموشی سے سُن۔ اس کے لیئے تیار ہو جا کہ تو ایک روز اپنی نسل کی مایۂ ناز بنے + تیرا وقت فضول لہو و لعب اور نکمے مشاغل میں نہ گزرنے پائے + تجھے وہ سبق دیئے گئے ہیں۔ جن سے بالعموم تیری صنف محروم رہتی ہے + موری لڑکیوں کے ناپاک و نجس خیالات تیرے لیئے نہیں۔ ان کے شاہدانِ بازاری کے سے گیت۔ ان کے تباہ کُن رقص۔ تیرے لیئے نہیں بنے۔ تیرے نازک اعضا کو وہ انداز اختیار کرنا سکھایا گیا ہے۔ جسے فطرتاً ایک خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص کرتی ہے۔ تیری آواز کی موسیقی

تیری اس درماندہ قوم کے گیتوں سے ہم آہنگ کی گئی ہی۔ جو اپنے گناہوں کی یاد سے افسردہ اپنے بہادروں کے کارناموں سے پُرجوش اور دعاؤں کے خشوع وخضوع سے مقدس ہے۔ ان صحیفوں اور ہمارے فرزانوں کی پند وموعظت نے تجھے ہمارے ایسے علوم اور ایسے واقعات تاریخی سکھائے ہیں جو تیرے دل ودماغ کو اُمیدِ کامرانی سے معمور کردیں۔ اور جن سے تیرے دل میں ایک مقدس فرض کا احساس ہو۔ لیلے تو سُن رہی ہے؟"

لیلے پریشان اور متعجب تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے اس کے باپ نے کبھی اس جوش سے گفتگو نہ کی تھی۔ دوشیزہ نے سادگی و راستی سے اس طرح جواب دیا کہ مستفسر کی کہ نہ تسلی ہوئی۔ اور وہ لہجہ بدل کر ایک سنجیدہ اور متین آواز میں کہنے لگا۔

تو ستانے والوں پر لعنت بھیج۔ اے عظیم الشان قومِ یہود کی دختر! جاٹھ اور ظالم وجابر مُور بادشاہ پر لعنت بھیج"۔

یہ کہتے کہتے لعنت بھیجنے والا خود اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا داھنا ہاتھ بلند تھا۔ اور بایاں دوشیزہ کے شانہ پر رکھا تھا۔ لیکن لڑکی ایک لمحہ کے لیئے وحشت آمیز حیرت سے اُس کے چہرے کو دیکھ کر ڈرتی ہوئی۔ اُس کے گھٹنوں سے لپٹ گئی اور عاجزانہ طور پر آنکھیں دبا کر ٹوٹی پھوٹی آواز میں کہنے لگی۔

"میرے اوپر رحم کیجیے۔ رحم"

یہودی نے غضب وحقارت کی نگاہ سے اُس کو اپنے قدموں سے لپٹے ہوئے دیکھا اس کا ہاتھ از خود خنجر پر جا پڑا۔ آدھا خنجر باہر نکال لیا۔ مگر ایک لعنت کہنے کے بعد اسے پھر نیام کے اندر داخل کر دیا لیکن پھر اسے باہر کھینچکر لڑکی کے قریب زمین پر پھینک دیا اور ایک ایسی آواز سے جس میں سکون کی ناکام کوشش بھی شامل تھی۔ کہا۔ او ذلیل وخوار لڑکی! اگر تو نے اپنے دل میں کسی ناپاک مور کی نسبت کسی ناجائز خیال کو جگہ دی ہے۔ تو اُس کو نکال دے۔ بلکہ ضرورت ہو تو اس خنجر کی امداد لے۔ خواہ موت کے ذریعہ سے مخلصی حاصل کر۔ لیکن اس ہاتھ کو ایک ناروا فرض کے ادا کرنے سے بچالے"۔ ضعیف شخص نے جلدی سے اپنے آپ کو لیلے کی گرفت سے چھڑا لیا۔ اور بدقسمت لڑکی کو تنہا اور بے ہوش چھوڑ کر چل دیا۔

فصل پنجم

یہودی

کمرے سے نکل کر یہودی ایک کشادہ زینہ پر سے نیچے اُترا۔ اور وہاں ایک ضعیف شخص سے دو چار ہوا جس نے ریشم اور سمور کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا۔ اور بظاہر اس قدر درد رسیدہ۔ ناتوان۔ اور نیم جان معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے پژمردہ چہرہ کی جھریوں پر زندگی موت کی پیش قدمی سے مغلوب نظر آتی تھی +

اسرائیلی نے کہا " شمین۔ میرے عزیز وفادار خادم۔ میرے پیچھے پیچھے غار کی جانب آ"۔ یہ کہہ کر اور شمین کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ تیز قدمی سے صحنوں اور گلیوں میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک تنگ و تاریک سیلے ہوئے چور راستہ میں پہنچا۔ جو کسی چٹان میں سے کاٹ کر نکالا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے دہانہ پر لوہے کی سلاخوں کا ایک اس قدر بھاری جنگلا تھا۔ کہ ایک سَو آدمیوں کی متفقہ قوت بھی اُس کی چول کو نہ ہلا سکتی۔ لیکن جوں ہی یہودی نے ایک کمانی کو دبایا۔ دروازہ کھلا۔ اور وہ اندر داخل ہوا۔ ایک طاق پر سے پیتل کا ایک چراغ اُٹھا لیا اور بے صبری سے انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ضعیف شخص ہلکے ہلکے وہاں تک پہنچا۔ پھر اُس نے آہنی دروازہ بند کر دیا۔ اور اُس کے بعد کافی فاصلہ پر

پیچیدہ راستوں میں سے گذرتا چلا گیا۔ حتےٰ کہ یکایک چٹان کے ایک ایسے حصّہ کے قریب رُک گیا جو باقی حصّہ سے کسی صورت مختلف نہ معلوم ہوتا + دفعتاً اس نے ایک جگہ ہاتھ لگایا۔ تو وہیں چٹان میں سے ایک دروازہ سا کُھل گیا + وہ دروازہ ایسی صنعت اور کاری گری سے بنا ہوا تھا کہ اس کا اس طرح کُھل جانا بالکل جادو کا کھیل معلوم ہوتا تھا۔ جب چٹان کُھلی تو دائرہ نما ایک غار دِکھائی دیا۔ جو پیتل کے چراغوں سے روشن تھا، اس میں پوستین کے بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ اور فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ چٹان کے ناتراشیدہ اور بظاہر قدرتی ستونوں پر مختلف قسم کے پُرانے اور عجیب ساخت کے اسلحہ آویزاں تھے۔ بڑے بڑے طاقوں میں پُرانی قلمی کتابیں دھری تھیں۔ جو آہنی جلدوں میں بند تھیں۔ علاوہ بریں نرالی قسم کے بھدّے بھدّے آلات اور کلیں بھی بکثرت پڑی ہوئی تھیں۔ جو آج کل کے سائنس دانوں کی نظر میں ایجادات کیمیائی کے آلات قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں نے اس وحشت کدہ کو جادو گھر اور طلسم گاہ بنا رکھا تھا +

یہودی سمور کی ایک مسند پر بیٹھ گیا۔ اور جب ضعیف شخص نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ کو بند کیا۔ تو بولا "اے شمین! شراب کا ایک پیالہ بھر دے۔ کہ یہی اصلی رفیق غمگسار ہے۔ اور مجھے اس کی سخت ضرورت ہے"+

شمین نے غار کے ایک کونے میں سے شیشہ و ساغر نکال کر دیکا کی چمکتی ہوئی انگوری شراب کا ایک پیالہ لبالب بھر کے دیا۔ جس نے اس کے خون میں حیاتِ تازہ کی حرارت اور جوش پیدا کر دیا +

آخری گھونٹ پی چکنے کے بعد اُس نے ایک لمبا سانس لے کر کہا "بڈھے! اپنے لیئے بھی شراب کا ایک پیالہ بھر۔ اور پیتا جا۔ یہاں تک کہ تیری رگوں میں جوانی کا خون موجیں مارنے لگے"+

شمین نے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن کچھ یوں ہی سی شراب ہونٹوں کو لگائی۔ اور پیالہ ایک طرف کو رکھدیا +

اسرائیلی نے سلسلۂ کلام شروع کیا: "تمین! جب سے تو نے اس شہر میں قدم رکھا۔ بتا کہ ہماری قوم کے کتنے افراد مُوری پادشاہوں کی حرص و طمع کی نذر ہو چکے ہیں؟"

"تین ہزار۔ وزیر یوسف کے حکم سے گزشتہ موسم سرما میں یہ تعداد مکمل کر دی گئی تھی۔ اور نصرانی کتوں کے ہنکانے کے لئے ان کے زر و مال سے تیر و شمشیر تیار کئے گئے تھے"۔

"تین ہزار۔ بس صرف تین ہزار۔ کاش یہ تعداد سہ چند ہوتی۔ کیونکہ اب سود لینے کا وقت آ رہا ہے"۔

وہ بوڑھے آدمی نے کہا: "میرا بھائی۔ بیٹا۔ اور پوتا بھی ان ہی شہیدوں میں تھے"۔ یہ کہتے ہوئے بڑھے کے چہرے پر اَور بھی مردنی چھا گئی۔

"ان کے مقبرے ظالموں کی نعشوں کے ڈھیر سے بنیں گے۔ کم از کم وہ انتقام لینے میں قوم یہود کو بخیل قرار نہ دینگے"۔

"لیکن اے درماندہ قوم کے عالی مرتبہ سردار! مجھے معاف کرنا۔ کیا تیرا یہ خیال ہے کہ عرب کے بے دینوں کی نسبت مغرور و سرکش نصرانی ہماری تباہی میں کمی کریں گے؟"

یہودی نے جواب دیا: "حقیقت میں دونوں ملعون ہیں۔ لیکن ایک کے وعدے دوسرے کی نسبت زیادہ صادق ہیں۔ میں فرڈی نینڈ اور اُس کی مغرور ملکہ سے مِل چکا ہوں اور انھوں نے ہمیں وہ حقوق حُریت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جو اس سے پیشتر ہمیں یورپ میں کبھی نصیب نہیں ہوئے"۔

وہ ہماری آمد و رفت۔ ہمارے منافع۔ اور ہمارے زر و جواہر سے تو تعرض کریں گے۔

اسرائیلی نے زمین پر پاؤں مار کر کہا: "تجھ پر خدا کی لعنت۔ کاش سارے جہان کا سونا جہنم کی کبھی نہ بجھنے والی آگ میں جھونک دیا جائے۔ یہ زر پرستی کا سفیہانہ اور مصیبت ناک جذام ہی ہے۔ جو ہماری قوم کے دل اور روح نہیں بلکہ انسانی صورت تک کو مسخ کر رہا ہے۔ اکثر اوقات جب میں آلِ سلیمان و یوشع کے شاہانہ خط و خال کو دیکھتا ہوں (وہ خط و خال

جو ممالکِ مشرق کے شرفا کی نجابت کا نشان بن کر انھیں شاہنشاہی و حکمرانی کے فطرتی حقوق عطا کرتے ہیں) کہ ذلیل دُنیاوی تفکرات سے ان پر جھریاں پڑ گئی ہیں - اور چہرے مسخ ہو گئے ہیں. جب میں ایک تنومند اسرائیلی کو ریشم اور روغنوں کے ایک ادنیٰ سوداگر کے سامنے حشرات الارض کی طرح عجز و انکسار سے رینگتا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور جب کبھی ایسی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔ جو میدان کارزار میں گونجنے کے بجائے بیم و رجا کے باعث مدھم و خاموش پڑ گئی ہو۔ تو میں اپنے دل سے پوچھا کرتا ہوں۔ کہ کیا میں حقیقت میں بنی اسرائیل کی نسل سے ہوں - اور خداوند یہواہ کا ہزار ہزار شکر بجا لاتا ہوں۔ کہ اُس نے کم از کم مجھے اس سکینیت سے محفوظ رکھا ہے۔ جس کے باعث میرے برادرانِ قوم پر سود خواری اور غلامی کی بجلی گری ہے"

نشمین نے مصلحتاً اس جوشیلی تقریر کا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ نہ تو اسے اس سے تعلق تھا۔ اور نہ وہ اسے سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مختصر خاموشی کے بعد گفتگو کا رُخ دوسری جانب بدل دیا:-

"تو حضور نے یہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ نصرانیوں کی عہد شکنی سے کچھ اندیشہ نہ کیا جائے۔ اور مُوروں سے انتقام لیا جائے؟"

"ہاں انسانی لہو کے بخارات آسمان تک پہنچ گئے ہیں۔ اور گرجنے والے بادلوں کی مانند جمع ہو کر اس فنا ہو جانے والے ناپاک شہر پر گھر آئے ہیں۔ اور نشمین! اب میرے لیے ان مُوروں سے نفرت کرنے کا ایک اور باعث بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جس پھول کو میں نے حفاظت اور محنت سے پالا۔ گلچیں اُسے میرے باغ میں سے توڑ کر لے جانے کی فکر میں ہے + نشمین! تو نے لیلےٰ کی حفاظت اچھی طرح نہیں کی۔ اور اگر تو خود اپنی کینہ توزی اور بدکاری کی وجہ سے میرا منظور نہ ہوتا۔ تو طلوع آفتاب سے پہلے تیرا سر دھڑ سے جدا ہو کر ڈارو ندی میں بہتا نظر آتا"

نشمین نے جواب دیا "میرے مالک اگر تو خود کہ ہم سب میں سے دانا ہے۔ ایک دوشیزہ کو محبت سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ تو تو ایک مصیبت زدہ ضعیف کی دُھندلی آنکھوں اور

مختل حواس کو کیسے مجرم قرار دیتا ہی"؟

اسرائیلی نے کچھ جواب نہ دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے بڑھے کا یہ ملامت آمیز جواب سُنا ہی نہیں۔ وہ اپنے خیالات میں مستغرق رہا۔ اور اپنے آپ کو مخاطب کرکے آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "ایسا ہونا ضروری ہی گو قربانی بہت مشکل اور خطرہ عظیم ہی مگر اس موقع پر اور بھی ضروری ہی۔ لیکن یہ ضرور ہوگا (اس کے بعد بآواز بلند کہنا شروع کر دیا) "شمین! کیا تجھے کامل یقین ہی۔ کہ میرے اپنے ہم وطن اور میرے اپنے ہم قوم بھی مجھے اپنوں میں سے نہیں سمجھتے؟ اگر میری قابل نفرین اصل و نسل اور مذہب کا اعلان کر دیا جائے تو غدار ہونے کی حیثیت سے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اور قبالہ کی تمام چالیں بھی میری جان کو نہ بچا سکیں"۔

"میرے آقا! تو شک نہ کر۔ تیرے وفادار شمین کے سوا تمام غرناطہ کا کوئی متنفس تیرے راز سے آگاہ نہیں"۔

"تو مجھے اسی خواب و خیال میں اور انھیں اُمیدوں میں محو رہنے دے۔ لیکن اب کام کرنا چاہئے۔ کہ یہ رات دماغ سوزی اور دیدہ ریزی میں صرف ہونی ہی"۔

یہودی نے چند آلات جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اپنے سامنے رکھ لیئے۔ اور حجرے کے طاقوں میں سے کئی قلمی مسودے نکالے۔ بوڑھا اس کے قدموں میں اس کے احکام کی تعمیل کے لیے منتظر بیٹھا تھا۔ بظاہر ایک جسم بے رُوح کی طرح ساکن و جامد تھا۔ اور اُس کے چہرے کی مُردنی اور سُکڑا ہوا بدن موت کی تصویر پیش نظر کر رہا تھا۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی غار کے اندر ایک ساحر اپنے طلسمی شعبدوں میں مشغول ہی۔ اور کسی ضعیف شخص کی نعش اس کی فسوں سازی اور احکام ساحرانہ کی تعمیل کے لیئے قبر میں سے نکل آئی ہی۔

متذکرہ بالا تذکرے سے ناظرین پر روشن ہو گیا ہوگا۔ کہ وہ یہودی (جو ظاہرا کہ الماموں الحمرا ہی) اپنی قوم کا کوئی معمولی شخص نہ تھا۔ اس کا حسب و نسب اس کی پُراسرار قوم کی گذشتہ تاریخ میں پوشیدہ تھا۔ جو اپنے زمانہ عروج میں اس قدر ممتاز اعلیٰ

کہ قوم گا تھ کے شاہوں کا تموّل ان کے مقابلے میں افلاس معلوم ہوتا تھا۔ اس عجیب شخص کی جوانی۔ سوداگری اور خرید و فروخت میں نہیں۔ بلکہ سیر و سیاحت اور مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں صرف ہوئی تھی*

اس کا بچپن غرناطہ میں گزرا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو شاہ سابق مولائے ابوالحسن کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا تھا۔ جس کا جرم اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کہ وہ بے حد مالدار تھا۔ اور محض اس شک پر کہ کہیں جواہرات نگل نہ گیا ہو۔ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا۔ باپ کی رُوح فرسا موت کا نظارہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور بچپن ہی میں انتقام کی قسم کھائی تھی۔ ایک دور کا رشتہ دار اسے دُور دراز مقامات پر لے گیا۔ جو ظلم و ستم سے محفوظ تھے۔ اور جس طریق سے یہودی اپنی دولت مختلف شہروں میں منتشر کر کے چھپا دیتے ہیں۔ اسی طرح اس عزیز نے الماسن کے باپ کی بےشمار دولت غرناطہ کے غاصب فرماں روا کی دست بُرد سے بچالی۔ جو آخرکار الماسن کے ہاتھ آگئی تھی*

اُس نے اُس وقت کی دریافت شدہ دُنیا کا بہت سا حصہ دیکھ لیا تھا۔ اور کئی برس تک مصر کے دربار شاہی میں بھی رہا تھا۔ جہاں علمیات سحر و نجوم وغیرہ کا خاص چرچا رہا کرتا تھا۔ اس دل فریب اور خیالی تحقیقات میں جو وقت اس نے صرف کیا وہ رائگاں نہیں گیا۔ بلکہ بہت سے ایسے اسرار اُس پر روشن ہو گئے تھے۔ جو اب شاید دُنیا کے واسطے ہمیشہ کے لئے خزانۂ سربمہر ہیں* ہمارا مطلب یہ نہیں کہ الماسن نے اس علم کو حاصل کیا تھا۔ جسے روایت اور باطل پرستی ہمارے مذہب میں ساحری کے نام سے پکارتی ہے۔ نہ عناصر اس کے تابع تھے۔ اور نہ وہ مستقبل کا نقاب چاک کر سکتا تھا۔ نہ ایک لفظ سے افواج کو منتشر کر سکتا تھا۔ نہ کوئی افسوں پڑھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جا سکتا تھا۔ لیکن وہ اشخاص جنہوں نے جہلا کو متحیر اور مرعوب کرنیوالی باتوں کی اختراع میں عمریں گزار دیں۔ وہ چند ایسے اسرار کا انکشاف کئے بغیر نہ رہے۔ جنہیں عہدِ حاضر کے دانشمند نہ تو حل کر سکتے ہیں۔ نہ ان کی نشاۃ الثانیہ کا باعث بن سکتے ہیں* اس قسم کے اکثر ہنر خودبخود حاصل ہوتے تھے (ان کی ایجاد اکثر کسی اتفاقی

کیمیائی عمل کا نتیجہ ہوتی ہی) ان کے مخترع نہ ان کی تشریح کر سکتے تھے۔ اور نہ اپنے پیدا
کیئے ہوئے مظاہر کی وجہ بیان کر سکتے تھے۔ ان کی اپنی شعبدہ بازیوں کی عظمت
ان کو دھوکا دیتی تھی۔ اور انھیں اکثر اس امر کا یقین ہو جاتا تھا کہ وہ قانون قدرت پر
حاوی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں وہ اس کے گمراہ اور پریشان خیال پیرو تھے۔ اس
خوفناک غار کا رہنے والا المحتق بھی اسی قبیل سے تھا۔ اور اپنی ہی عقل پریشان اور رفیع الشان
و پُرجوش گرمیٔ اندیشہ سے کسی قدر دھوکا کھائے ہوئے تھا۔ اس کی پُرتمکنت خود بینی
اسے مخمور کر دیتی تھی۔ اگر یہ بات تاریخ کے رُو سے صحیح ہی کہ ازمنہ قدیمہ کے پادشاہ
خود اپنی قوت پر نازاں ہو کر اپنے آپ کو اور انسانوں سے بہتر اور بالا سمجھنے لگتے تھے
تو یہ کہنا بھی کچھ نا واجب نہیں۔ کہ حکما جو بادشاہوں سے بلند درجہ رکھتے ہیں ویسی ہی
دیوانگی یا شان دار آشفتگیٔ خیال میں مبتلا ہو کر یہ سمجھنے لگے کہ عوام کے اعتقادات نے
انھیں جس عجیب و غریب عقل و حکمت اور عطیات آلہی کا سرمایہ دار تصور کر رکھا ہی۔ وہ
فی الحقیقت اُن میں موجود ہیں۔ اور عوام ان کی تعظیم و تکریم میں بالکل حق بجانب ہیں؛
لیکن اگرچہ المامن کی حسب و نسب کی گمنامی اسے خواہشات عالی کی سرگرمیوں
میں حصہ لینے کے قابل نہ قرار دیتی تھی۔ اور اسی خیال نے اس کے زبردست دماغ کو
فکر و غور اور تحصیل علم کی جانب متوجہ کر دیا تھا۔ لیکن فطرت کبھی اس قدر تیز مزاج شخص کو
ایسے سکون و خاموشی اور تخیل کے مقاصد کے لئے موزوں نہیں ٹھہراتی۔ جن کے
حصول کا وہ اس قدر مشتاق تھا۔ حکما و انبیا کی تحریرات میں اس نے کوشش و کامرانی
کے طریق تلاش کیئے۔ اور چونکہ اس کے مذہب کو ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ حقارت
سے ٹھکراتے تھے۔ اور اُسے ہر طرف ظلم و ستم ہی نظر آتا تھا۔ اس لیئے ہزیمت خوردہ
انسان کی طرح اس کی اندرونی طاقتیں بھڑک اُٹھیں۔ اور وہ عظیم الشان مگر بے بُنیاد
تجاویز سوچنے لگا۔ آخر وہ تجاویز تو ایک ایک کر کے دماغ سے نکل گئیں۔ لیکن تاریک
سنگدلی اور شدید انتقام کے جذبات باقی رہ گئے؛

اگر اس کے مذہب کو عروج و اقبال حاصل ہوتا۔ تو شاید وہ دہریہ ہوتا۔ لیکن

ظلم وستم اور جفاکشی نے اسے مجنونِ مذہبی بنا دیا تھا۔ بایں ہمہ وہ اپنی قدیم قوم یہود کی
خصوصیات پر قائم تھا۔ جو مسیح موعود کو محض جنگ جو اور فرماں روا تصوّر کرنے کی
تلقین کرتی تھیں۔ جو انھیں اپنی تمام اُمیدیں اور منصوبے دُنیاوی قوت وفتوحات سے
وابستہ کرنا سکھاتی تھیں۔ المامن پابندیٔ مذہب کے بجائے مادّی ترقی کا زیادہ خواہشمند
تھا۔ مذہبی عقائد کی اسے چنداں پرواہ نہ تھی۔ مذہب کے مسلّمات پر کبھی اس نے غور ہی
نہیں کیا تھا۔ بلکہ مذہب کے دُنیاوی تسلط کے خیالات میں شب وروز سرگرداں رہتا تھا۔

اس زمانہ میں مُور ہسپانیہ کے یہودیوں پر عیسائیوں کی بہ نسبت زیادہ ظلم وستم
کیا کرتے تھے۔ ساحل کے ہسپانی شہروں میں اس تاجر قوم نے عیسائیوں سے خرید وفروخت
کے وہ تعلقات پیدا کر لئے تھے جو افراد واقوام دونوں کے لئے مفید تھے۔ اور نہ صرف
مذہبی معاملات میں ان سے رواداری کا برتاؤ ہوتا تھا۔ بلکہ جس بازار میں خرید وفروخت
ہوتی تھی۔ وہاں ان میں باہمی مراسم دوستانہ قائم ہو گئے تھے۔ اور وہ اندھا دُھند
کور باطن تعصب ابھی تک ظاہر نہ ہوا تھا۔ جس نے بعد میں فرڈی نینڈ اعظم کی شہرت پہ
داغ لگا دیئے۔ اور محکمۂ احتساب کے دل دہلا دینے والے وحشیانہ مظالم کا آغاز کیا۔
اگر کبھی وہ اس کا مرتکب ہوا بھی تھا تو نام کو۔ لیکن مُوروں نے اس بدنصیب قوم
کی بڑی تعداد پر انتہا درجہ کی وحشت روا رکھی تھی۔ جب غرناطہ میں ابو عبداللہ کا
تُند خو باپ جسے شیر دل بادشاہ کہتے تھے حکمراں تھا۔ اس زمانہ میں تو یہود درحقیقت
انسانیت کے دائرے سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ اور حلیم الطبع اور وہمی ابو عبداللہ
کے عہدِ حکومت میں بھی وہ بلا رحم لوٹے جاتے تھے۔ اور اگر کسی پر زر وجواہر چھپا رکھنے کا
شُبہ ہوتا تھا۔ تو بلا تامل اُسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ ضروریات سلطنت کی وجہ سے نہایت
بے دردی کے ساتھ ان پر جھوٹے الزامات لگائے جاتے تھے۔ ان کا ناقابلِ معافی
گناہ صرف یہ تھا کہ وہ دولتمند تھے۔

جب سے المامن کے کانوں میں اپنے باپ کے عالمِ نزع کی چیخیں گونجی تھیں۔
اس کے بعد اوّل مرتبہ وہ دفعتاً ان وحشیانہ مظالم کے درمیان غرناطہ واپس آگیا۔

اس نے اپنے بھائیوں کے دردناک مصائب کو دیکھا۔ اپنے عہد انتقام کو یاد کیا۔ اور اپنے ارادے کو مضبوط کیا۔ چونکہ اس نے اپنا نام بدل لیا تھا۔ اور اس کے عزیز مر چکے تھے۔ اس لیئے اس بختہ عمر کے المامن کو کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ یہ وہی اسحٰق یہودی کا خردسال بچہ ہے۔ اس نے مصلحت اسی میں دیکھی۔ کہ وہ اپنے مذہب کو چھپائے رکھے چنانچہ وہ افریقہ کے تمام ممالک میں صاحب عظمت متبرک درویش اور دانشمند ساحر کے نام سے مشہور تھا +

اس شہرت نے اسے غرناطہ کی مجلسوں اور درباروں میں معروف کر دیا +

مولائے ابوالحسن کا محرم راز بن کر اس نے ابو عبداللہ اور ملکہ کے ساتھ بادشاہ کے خلاف سازش کی۔ اور اپنے باپ کے قاتل سے انتقام لیا + ابو عبداللہ سے بھی اس کا کچھ رابطہ نہ تھا۔ لیکن جو لوگ اس کے اپنے مذہب کے دائرے سے باہر تھے۔ اُن کی محبّت و الفت کے لیئے اس کا دل پتھّر تھا + بادشاہ کے اعتماد ابلہانہ کو وہ ایک صیدِ مظلوم کی فریب خوردگی سمجھتا تھا +

گویا ایک زہریلا سانپ تھا۔ اس بات سے نڈر کہ ڈسنے سے پیشتر اس کو مکر و فریب کی کن غلاظتوں اور مکاری و دغا کی کن مکروہ دلدلوں میں سے بل کھاتے ہوئے رستہ نکالنا پڑے گا + قدرت نے اسے ذہانت عطا فرمائی تھی۔ اور قوت :- واقعات و حالات کی ذلیل مجبوریوں نے اس کے غرور کو توڑ دیا تھا۔ لیکن ان ہی مجبوریوں نے اسے عجز و انکسار سے مانوس بھی کر دیا + وہ سانپ کی طرح مٹی میں سنگیتا تھا۔ لیکن سانپ کی طرح وہ زہر سے بھرا ہوا تھا۔ ڈس سکتا تھا۔ اور ہلاک کر سکتا تھا :-

فصل ششم

شیر جال میں

دوسرے دن رات کو پو پھٹنے سے کچھ پیشتر شاہ غرناطہ نے دفعتاً اپنے وزیر یوسف کو طلب کیا + اس ضعیف شخص نے ابو عبداللہ کو بہت پریشان حال اور برافروختہ پایا۔ اور جب اسے یہ حکم ملا۔ کہ موسےٰ بن ابی غازان کو گرفتار کر کے شنجرنی برج کے سب سے سنگین زندان میں ڈال دے۔ تو وہ سمجھا کہ اس کا بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ابو عبداللہ کی فطرتی نرم دلی کے بھروسہ پر وزیر نے عرض معروض کی جراٴت کی + موسےٰ جیسے ہر دل عزیز سردار کو قید کرنے کے خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا۔ اور دریافت کیا کہ گرفتاری کی وجہ کیا بتائی جائے؟ +

وزیر کی گفتگو سن کر ابو عبداللہ کی پیشانی کی رگیں پھول کر رسیوں کی طرح تن گئیں اور اس نے مختصر و ناطق جواب دیا +

"کیا میں بادشاہ نہیں۔ کہ اپنی رعایا کے ایک شخص سے خوف کھاؤں۔ اور اپنی منشاء کی تکمیل کے لئے کوئی عذر گھڑتا پھروں۔ میں نے تجھے حکم دیدیا ہے۔ میری مہر اور فرمان موجود ہیں۔ حکم کی تعمیل کر۔ یا خود پھانسی کے پھندے کے لئے تیار ہو جا۔"

طرز گفتگو اور حرکات و سکنات میں ابو عبداللہ اپنے خوفناک باپ سے کبھی اس قدر مشابہ نہ ہوا تھا + وزیر سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ اور چپ چاپ رخصت ہوا + ابو عبداللہ اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اور پھر نہایت جوش سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا " اے مرحوم کی آواز! تو نے مجھے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی جوانی کے دوست کو تجھ پر بھینٹ چڑھاتا ہوں "

ابو عبداللہ سے رخصت ہو کر وزیر نے حرم سرائے کے چند غیر ملکی ملازم اپنے ساتھ لئے۔ جو اس چار دیواری کے باہر ملائم جذبات کے نام تک سے نا آشنا تھے۔ اور اس کے ہمراہ انتہائی پریشانی اور تعجب کی حالت میں موسےٰ کے محل کا رستہ لیا اس نے اس خطرے میں پڑنے کی جرأت نہ کی۔ کہ اس طرح بے موقع زبردستی محل میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اس حرکت سے تمام علاقہ میں بے چینی پھیل جانے کا احتمال تھا۔ بلکہ اس نے یہ ارادہ کیا۔ کہ جب تک دن نہ نکل آئے۔ محل کے دروازے نہ کھل جائیں۔ اور قصر کے خانہ زاد بیدار نہ ہو جائیں وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لئے ہوئے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا رہے + چنانچہ اپنے مقدر پر لعنت بھیجتے ہوئے اور اپنی اس مہم کی نوعیت پر تعجب کرتے ہوئے یوسف اور اس کے خاموش و منحوس خدمتگار محل کے قریب ایک ننھی سی جھاڑی میں چھپ بیٹھے + آخر سپیدۂ سحر نمودار ہوا۔ تمام شہر جاگ اٹھا۔ تو وہ محل میں داخل ہوا۔ اور اس ایوان میں پہنچایا گیا۔ جہاں وہ مسلم نامور بیدار تھا۔ اور اپنے چند ذغری کپتانوں سے اس روز حملہ کرنے کی چالوں پر گفتگو کر رہا تھا +

یوسف ایسی حالت میں بڑھا۔ کہ اس کے چہرے سے خوف و تامل نمایاں تھا + اس کو دیکھ کر جنگ جو و تیز فہم ذغریوں کو شبہ ہو گیا۔ کہ وہ کسی برے ارادے سے آیا ہے اور جب حیرت زدہ موسےٰ نے وزیر سے تخلیہ میں گفتگو کرنے کی درخواست منظور کر لی۔ تو موری جنگ جوؤں نے ترش روئی کے ساتھ آتش ریز نظروں سے دیکھ کر امرا و شرفا کے محبوب کو قاصد کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا +

ایک ذغری نے ایوان سے رخصت ہوتے ہوئے کہا " روضۂ اطہر کی قسم بزدل ابو عبداللہ کو ہمارے ابن ابی غازان پر شبہ ہے۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی سن چکا ہوں "

جماعت میں سے ایک دوسرے شخص نے کہا "خاموش بس دیکھتے جاؤ۔ اگر بادشاہ نے موسٰے کے سر کے ایک بال کو بھی چھونے کی جرأت کی تو پھر خدا اسے مغفرت کرے"

اسی اثناء میں وزیر نے چپ چاپ موسٰے کو فرمان دیا۔ اور مہر دکھائی۔ اور ساتھ چلنے کو کہا۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ کہاں۔ موسٰے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ لیکن خوف سے نہیں +

اس نے حزن و ملال کے لہجہ میں کہا "افسوس کیا سچ ہے۔ کہ میں اپنے عزیز اور بادشاہ کے شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا ہوں۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غرناطہ کی حفاظت میں داد مردانگی دینے اور شجاعت کا نمونہ قائم کرنے کا فخر مجھے حاصل ہے۔ تو میں بادشاہ کے احکام کی تعمیل اور فرماں برداری کی نظیر قائم کرنے کو تیار ہوں۔ چل میں تیرے پیچھے پیچھے ہوں لیکن ٹھہر۔ تجھے پہرے کی کچھ ضرورت نہ پڑے گی۔ ہم ایک چور دروازے سے رخصت ہونگے۔ کیونکہ اگر ذغریوں نے مجھے تم لوگوں کے ہمراہ جاتے دیکھا۔ جبکہ دیویر مبلا ایسی افواج کا مجمع میرا منتظر ہے۔ تو انھیں ضرور شبہ ہوگا۔ آ۔ اس طرف سے چل +

موسٰے اگرچہ تندمزاج تھا۔ لیکن اُس نے اُس اطاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ جو مشرق کا آئین وفا رعایا کی طرف سے بادشاہ کا حق سمجھتا ہے + وہ قصر کے ایک چھوٹے سے دروازے سے جو باغ میں کھلتا تھا۔ باہر نکلا۔ اور سکوت و تفکر کی حالت میں وزیر کے ہمراہ الحمرا کی جانب روانہ ہوا + جب وہ اُس جھاڑی کے قریب سے گزرے۔ جہاں دو رات پیشتر موسٰے المامن سے ملا تھا۔ تو مُور نے دفعتاً سر اُٹھا کر دیکھا کہ ساحر درختوں میں سے نمودار ہو رہا ہے۔ اور اُس نے اپنی سیاہ آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ رکھی ہیں + موسٰے کو گمان ہوا۔ کہ ان آنکھوں سے کینہ کی جھلک اور معاندانہ مسرت نمایاں ہے۔ لیکن المامن اسے متانت سے سلام کر کے جھاڑیوں میں سے گزر گیا + شہزادہ نے پیچھے پھر کر دیکھنے کی چنداں پروا نہ کی۔ نہیں تو اُس کی آنکھیں ان شعلہ نظر آنکھوں سے پھر چار ہو جاتیں +

المامن نے دل میں کہا "مغرور کافر۔ تیرے باپ نے یہود کو ایذا دے دے کر اُن کے زر و جواہر سے اپنے خزانوں کو معمور کیا۔ تیری نخوت نے تجھے تخیل سے دور رکھا

لیکن تیرے وحشیانہ پن نے تجھے متعصب بنا دیا ہی۔ اسرائیلوں میں تیرا نام ایک ناپاک لعنت ہی۔ اور پھر بھی تو ہماری مصیبت زدہ نظروں سے گری ہوئی قوم کی لڑکی کا خواستگار ہی۔ اگر تیرے عشق کی نامرادی تیرے لئے سمِ قاتل ہوسکتی ہی۔ تو میں سمجھونگا کہ میں نے انتقام لے لیا۔ ہاں۔ جا۔ خرامِ شاہانہ اور سرفرازیِ حاکمانہ سے جا۔ تیرے قدم زنجیر و سلاسل کی طرف اُٹھ رہے ہیں۔ یا شاید تجھے موت اپنی طرف کھینچ رہی ہی۔"

المامن زہر اُگل رہا تھا۔ موسیٰ کی سفید خلعت کی چمک اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ وہ ایک لمحہ کو ٹھیرا۔ پھر دفعتاً مڑا اور نیم بلند آواز سے کہا "انتقام صرف ایک فرد کی ذات سے نہیں۔ بلکہ ایک قوم کی قوم سے۔ اب نصر ہونیوالا کی باری ہی۔"

باب دوم

فصل اوّل
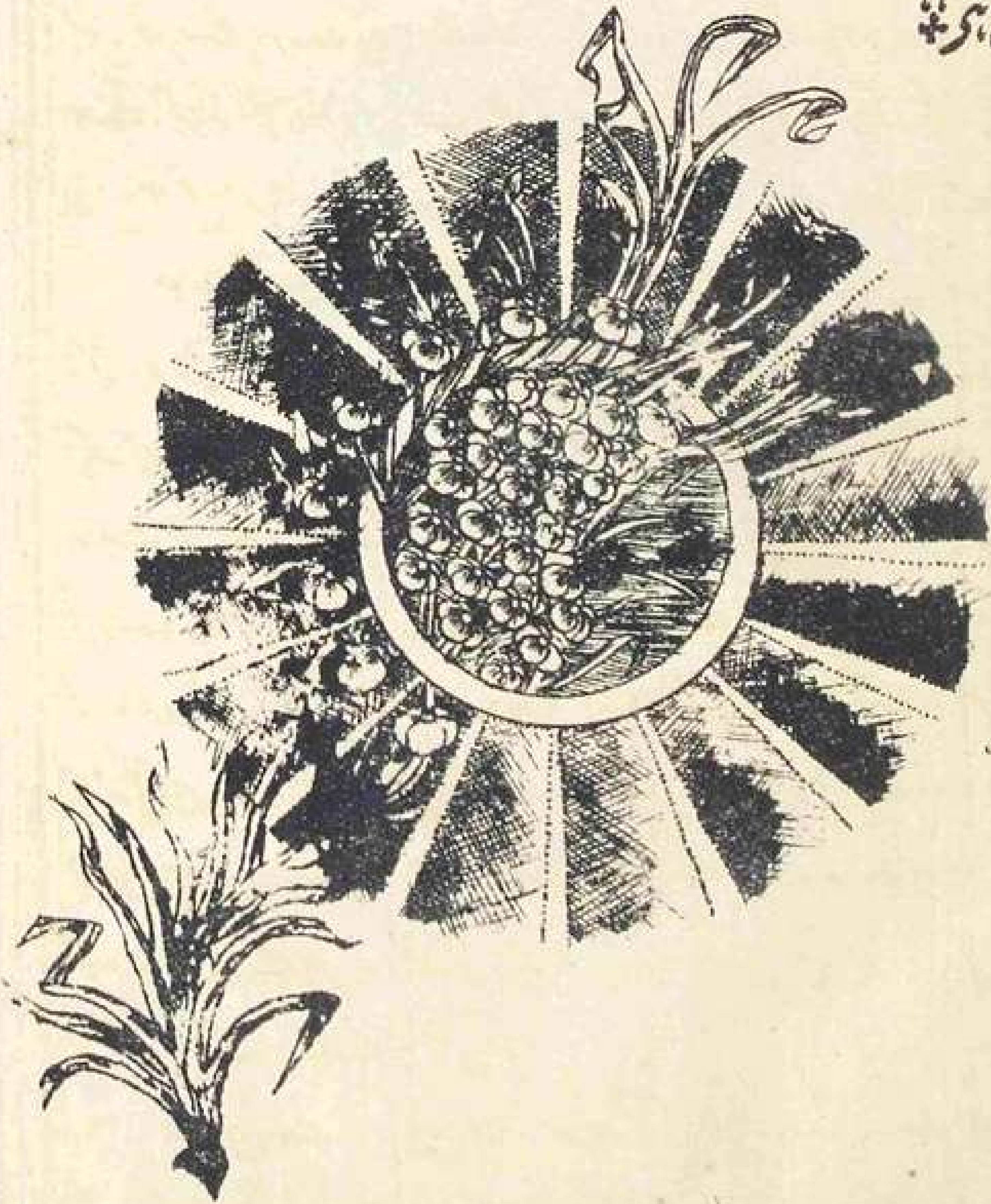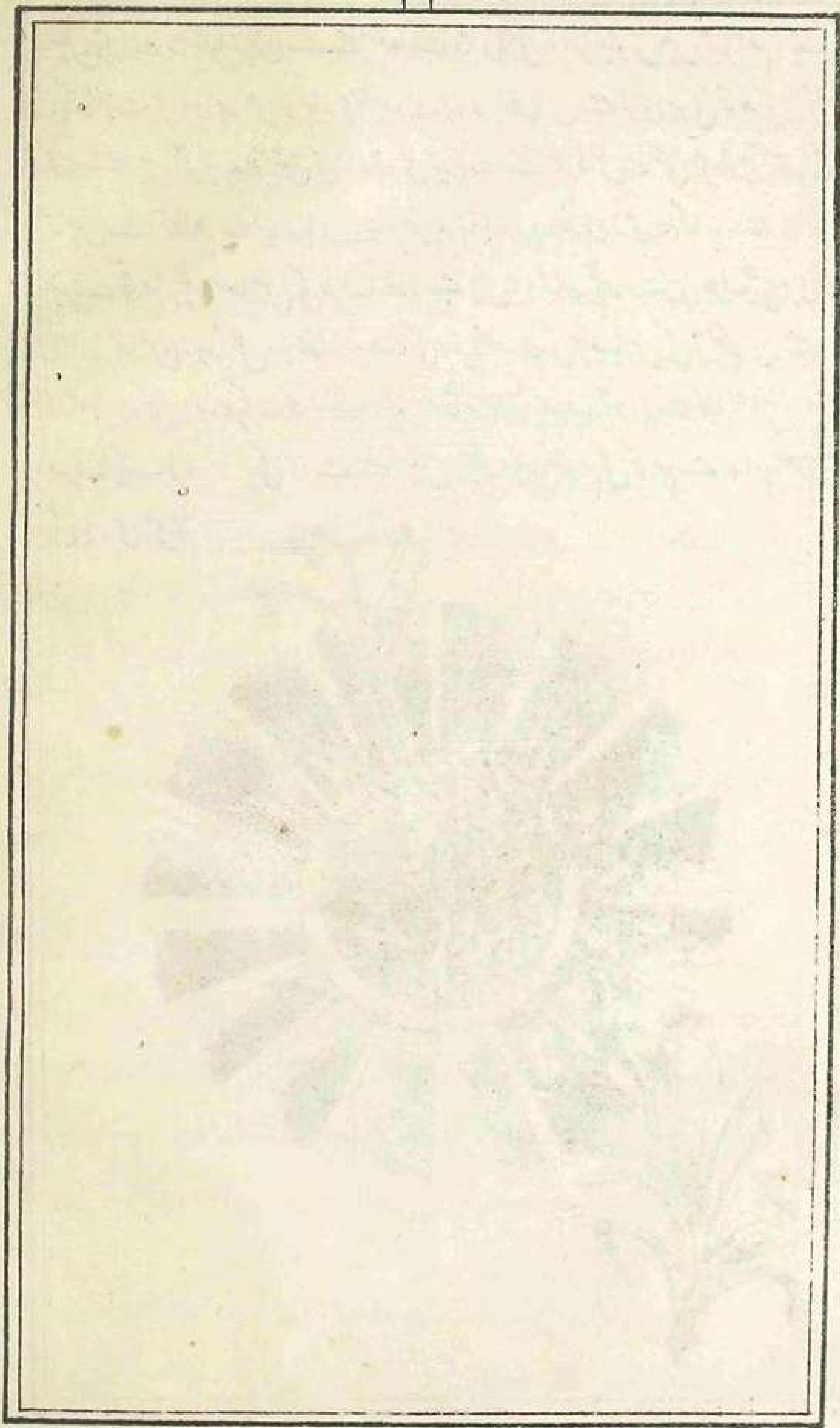
شاہ ہسپانیہ کا خیمہ۔ بادشاہ او رپادری۔ ملاقاتی اور یرغمال۔

اب ہم عیسائی افواج اور شاہ ہسپانیہ کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جہاں بادشاہ نے رات کے وقت اپنے معتمدین فوجی افسروں اور مشیروں کی ایک مجلس منعقد کی ہے۔ فرڈی نینڈ[عا] اس شان وشکوہ کے ساتھ میدان میں اُترا۔ گویا جنگ آزمائی کے بجائے کھیل تماشوں کی غرض سے آیا ہے۔ خیمۂ شاہی ارغوانی اور سُنہری پردوں سے جگمگا رہا تھا۔

بادشاہ ایک میز کے صدر میں بیٹھا تھا۔ جس پر نقشے اور کاغذات منتشر تھے۔ شکل وشباہت اور وضع قطع سے وہ نامور اور مدبّر بادشاہ اپنے اُن جواں مرد افسروں کی سرداری کے ناقابل نہ معلوم ہوتا تھا۔ جن کے درمیان وہ اس وقت رونق افروز تھا۔ اس کے خوشبو میں بسے ہوئے سیاہ بال اس کی بلند شاہانہ پیشانی کے دونوں طرف لمبی لمبی زُلفیں بن کر لٹک رہے تھے۔ اور اس کی پیشانی اگرچہ جُھرّیوں سے ناآشنا تھی۔ لیکن اس پر اس قدر سُکون برستا تھا۔ کہ شاید کوئی بڑے سے بڑا قیافہ شناس بھی اس کے شاہانہ راز معلوم کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔

[عا] Ferdinand.

اس کے موزوں خط وخال سے شہنشاہیت ٹپکتی تھی۔ اس کا لبادہ جس کا تکمہ صرف ایک بیش بہا اور روشن ہیرے کا بنا تھا۔ اور جس کے سینہ پر ایک نقرئی صلیب کاڑھی ہوئی تھی۔ اس کے مضبوط اور مردانہ قدوقامت پر لہراتا تھا لیکن اس کا رُعب وداب دربار کے شہسواروں اور بہادروں کی طرح بلند بالاقد اور مضبوط اعضا کا ممنون احسان نہ تھا بلکہ اس کا شاہانہ وقار اور تمکنت آمیز حرکات وسکنات ہی تھے۔ جن کے سامنے سر جُھک جایا کرتے تھے اس کے دائیں جانب شہزادہ جُوآن[۱] بیٹھا تھا۔ جس کے غنچۂ حیات پر نسیم شباب سے ایک مسکراہٹ بکھر رہی تھی۔ بائیں طرف شہرۂ آفاق رَاوڈریگو پونس[۲] بیٹھا تھا۔ جو لیون کا باشندہ اور کیڈز کا مارکوئیس[۳] تھا۔ میز کے گرد سب اپنے اپنے فوجی درجہ اور رُتبہ کی ترتیب سے بیٹھے تھے۔ حاضرین میں سے نواب میڈینا سوڈینیا[۴] جو اپنی شکل وصورت اور حسب ونسب دونوں میں یکساں ممتاز تھا۔ سن رسیدہ ومتفکر صورت مارکوئیس ولینا[۵]۔ افسردہ جبیں بہادر ایلونزو ڈی اگویلر[۶] اور تنومند بشاش اور چلبلی آنکھوں والا ہرنینڈو پلگار[۷] مردِ میدان موجود تھے +

بادشاہ ایک تقریر کر رہا تھا۔ جسے اس کے سب عہدہ دار احترام وانہماک سے سُنتے معلوم ہوتے تھے "عالی مرتبت حضرات۔ آپ کو علم ہے کہ ہم شہر کو اپنے مقدس اسلحہ کی بہ نسبت مُوروں کے باہمی نفاق سے بہت جلد زیر کر سکتے ہیں۔ شہر پناہ مستحکم اور اندرونی آبادی ہنوز بہت زیادہ ہے۔ اور اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ موسئے

---

۱ *Juan.*
۲ *Rodrigo Ponce de Leon.*
۳ **Marquess of Cadiz.**
۴ *Medina Sidonia.*
۵ *Marquess de Villena.*
۶ *Alonzo de Augilar.*
۷ *Hernando del Pulgar.*

بن ابی غازان کے ماتحت افواج ایسی شاطرانہ چالیں کھیل رہی ہیں۔ کہ فتح حاصل ہونے تک ایک خوفناک عرصہ صرف ہو جائے گا۔ جم کر لڑنے کے خطرات سے بچنے کے لیئے بے دینوں کی فوج کے سوار ہمارے کمپ پر ہمیشہ چھاپے مارتے رہتے ہیں۔ اور پہاڑی گھاٹیوں میں ہمارے دستے کامیابی سے نہیں لڑ سکتے کیونکہ اُن لوگوں کے گھوڑے حد درجہ کے سُبک رفتار اور اُن کی کمیں گاہیں از حد نظر فریب ہیں + یہ صحیح ہے۔ کہ کچھ عرصہ بعد دیگا بالکل برباد ہو جائے گا۔ اور بندرگاہوں سے رسد کا داخلہ بند کر کے ہم فاقہ زدہ اہل شہر کو اطاعت پر مجبور کریں گے۔ لیکن افسوس ہمارے حریفوں کے گروہ بے شمار اور منتشر ہیں اور غرناطہ کے علاوہ اَور بھی مقامات ہیں جن پر ہسپانیہ کا قومی جھنڈا لہرانا چاہیئے + ایسی حالت میں شیر کو لومڑی سے خدمت لینے میں تامل نہیں کرنا چاہیئے۔ اور خوش قسمتی سے غرناطہ میں ہمیں ایک معاون مل گیا ہے۔ جو ہمارے لیے مصروف بیکار ہے + الحمرا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اُس سے میں بخوبی آگاہ ہوں۔ بادشاہ ابھی تک اپنے محل میں غافل پڑا ہوا تشویش و پیچ میں مبتلا ہے۔ اور مجھے اعتماد ہے کہ ایک سازش کے ذریعہ سے بادشاہ موسیٰ سے بدظن ہو جائے گا۔ اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ لائق سردار قتل کر دیا جائے گا۔ ملک میں علانیہ بغاوت اور خانہ جنگی پھیلے گی۔ اور غرناطہ کی اندرونی بدنظمی سے ہمیں اس بات کا موقعہ ملے گا کہ ہم نہایت آسانی سے اس شہر کو اپنے حیطۂ اقتدار میں لے آئیں ‘‘+

پونس ڈی لیون نے کہا ’’جہاں پناہ! آپ کی حکمت عملی اور دانشمندی سے مجھے اس امر میں ذرا شبہ نہیں۔ کہ ہمارے جھنڈے کا شنجرفی برجوں پر لہرانا ایسا ہی یقینی ہے۔ جیسے آفتاب کا ان سامنے کی پہاڑیوں سے طلوع ہونا + اس کی چنداں پروا نہیں کہ ہم حکمتِ عملی سے یا زورِ بازو سے شہر کو تسخیر کرینگے۔ لیکن مجھے بارگاہِ عالی میں یہ گزارش کرنے کی بھی شاید ضرورت نہیں ہے۔ کہ اس معاملہ میں احتیاط سے کام لینا مناسب ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دشمن کی چالوں میں محو ہو جائیں

اہلِ سازش پر بھروسہ کرلیں۔ اور وہ ہماری شمشیروں کو کند اور ہمارے حوصلوں کو پست کر دیں۔

ہرننڈو ڈل پلگا نے جوش سے کہا "دانشمند لیون۔ تم نے خوب کہا اور ان کافروں کے مقابل میں جن کی معاون شیطان کی عیاری ہے۔ میرے نزدیک اس سے بہتر طریق یہ ہے کہ ہم انھیں اپنی تلواروں سے زیر کریں۔ ہم تو اپنی پرانی قسطالہ کی مثل کہتے ہیں۔ کہ صدق دل سے ان پر لعنت بھیجو۔ اور ان کی ہست و بود کو محو کردو"۔

بادشاہ اپنی فوج کے منظورِ نظر افسر کے جوش پر کچھ مسکرایا۔ لیکن چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کہ شاید کوئی اور صائب رائے پیش کرے۔

ولینا نے کہا "جہاں پناہ۔ ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں۔ کہ ان وجوہ و اسباب کی اصلیت معلوم کی جائے۔ جن کی بدولت حضورِ انور موروں کے درمیان نفاق اور افتراق کی امیدیں استوار کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس دانشمندی پر جو کبھی فریب نہیں کھا سکتی۔ اعتماد رکھتے ہوئے ہمیں حتی الامکان کوئی کسر اٹھا بھی نہ رکھنی چاہیئے۔ بلکہ دورانِ جنگ میں سازشیں بھی مرتب کریں۔ اور حصول فتح کی کوششوں کے ساتھ ساتھ دشمنوں میں تفرقہ ڈالنے سے بھی اغماض و تغافل نہ کریں"۔

فرڈی نینڈ نے کچھ سوچ کر کہا "صاحب آپ کا خیال معقول ہے۔ اور دیگا کو زیر کرنے کے لیئے کل آپ ہی ایک مضبوط دستہ کے سالار بنیئے گا۔ آپ اس وقت سے دو گھنٹہ کے بعد میرے پاس آیئے۔ فی الحال مجلس برخاست"۔

شہسوار اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہایت سنجیدگی و متانت کے ساتھ آداب شاہانہ بجالا کر کے چلے گئے۔ ان آداب کا فرڈی نینڈ کو بہت خیال رہتا تھا۔ اور وہ اپنے درباریوں کو ان کے بجالانے پر ہمیشہ تاکید کرتا رہتا تھا۔ نوجوان شہزادہ بیٹھا رہا۔ اس خلوت و تنہائی میں فرڈی نینڈ نے کہا "شہزادہ! ہسپانیہ کے بچوں کو ملک داری و حکمرانی کے علم و ہنر میں بہت جلد اور اوقات مناسب میں تربیت دینی چاہیئے۔ یہ شرفا تاج کے درخشاں جواہر ہیں۔ تاہم یہ ضروری ہے۔ کہ یہ تاج ہی میں اور تاج ہی کے وسیلہ سے چمکیں۔ چنانچہ تو دیکھتا ہے کہ سردارانِ ہسپانیہ کس قدر سرگرم۔ خوفناک۔

اور جنگ جو ہیں۔ ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں یہ اوصاف قابلِ قدر ہیں لیکن اگر ہمارا کوئی دشمن نہ ہوتا۔ تو یہی خواص ہمارے بے انتہا مصائب کا باعث ہو جاتے سینٹ یاگو کی قسم۔ میں نے ایک زبردست سلطنت کی بنیادیں استوار کی ہیں بتا کہ وہ کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟ حکمت سے۔ میرے بیٹے حکمت سے۔ اور حکمت عملی وحشیانہ قوت سے اسی قدر مختلف ہے جس قدر یہ تلوار ایک فولاد کے ٹکڑے سے میرے فرزند۔ تو متحیر و متعجب معلوم ہوتا ہے۔ تو سن چکا ہے کہ میں مُوروں میں نفاق ڈال کر غرناطہ کو تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔ اور جب غرناطہ فتح ہو جائے گا۔ تو یاد رکھ کہ شرفا جو غرناطہ میں موجود ہیں۔ مقدس مریم پر خدا کی رحمت ہو۔ جو شاہوں کے دلوں کی نگہبان ہے "+

فرڈی ننیڈ نے صدق دل سے صلیب کا نشان بنایا۔ اور پھر اٹھ کر خیمہ کے پردوں کو ہٹا کر دھیمی آواز سے پیریز کا نام پکارا۔ ایک ثقہ صورت سپاہی جس کی عمر ادھیڑ سے متجاوز تھی نمودار ہوا +

بادشاہ نے دوبارہ بیٹھتے بیٹھتے کہا "پیریز۔ غرناطہ سے جس شخص کے آنے کے ہم متوقع تھے۔ وہ آگیا ہے یا نہیں ؟"

"جہاں پناہ۔ وہ آگیا ہے۔ اور اُس کے ہمراہ ایک لڑکی بھی ہے"

"وہ اپنے وعدے پر قائم رہا۔ دونوں کو آنے کی اجازت دو ——————

آ مقدس باپ آ۔ کہ تیرا آنا دل کے لیئے مرہم کا کام کرتا ہے"+

"میرے فرزند خدا تجھے سلامت رکھے" یہ الفاظ ایک ایسے شخص نے کہے۔ جو ایک تارک الدنیا پادری کا لباس پہنے تھا۔ وہ خیمہ کے ایک دوسرے حصہ سے بغیر آداب شاہی بجا لائے بغیر دفعتاً گھس آیا تھا۔ اور اب بادشاہ سے کچھ فاصلہ پر اپنا چہرہ محروم تبسم بنا کر بیٹھ گیا +

چند لمحوں تک موت کی سی خاموشی طاری رہی۔ پیریز ابھی تک خیمہ میں توقف کر رہا تھا۔ گویا شک میں تھا۔ کہ پادری کا آنا حکم شاہی کی تعمیل میں تاخیر یا امتناع کا باعث

تو نہ ہوگا + خود فرڈی نینڈ کے چہرہ پر اضطراب و اضطرار کا سایہ پڑ رہا تھا۔ کہ
اتنے میں پادری نے کہا:۔
"میرے بیٹے! مجھے یقین ہے کہ میری موجودگی تمہاری اس ملاقات میں مخل
نہ ہوگی۔ جو ابھی بے دینوں سے ہونے والی ہے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک مصلحتِ وقت
اسی کی مقتضی ہے کہ تم بلبال کے آدمیوں سے راہ و رسم رکھو"+
بادشاہ نے جلدی سے کہا "ہرگز نہیں قطعاً نہیں" اور پھر دل میں کہنے لگا۔
"یہ مقدس شخص کیسے حیرت انگیز طریق سے ہمارے ارادوں اور چالوں سے
واقف ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اُس نے اونچی آواز سے کہا "قاصد کو اندر آنے دو"
پیر ہیز آداب بجا لایا۔ اور رخصت ہو گیا +
اس دوران میں نوجوان شہزادہ خاموش اور بے فکر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔
اس کے نازک خط و خال سے ماندگی عیاں تھی۔ جو اس بات پر دال تھی۔ کہ جس
مشکل کام کے لیئے اس کا باپ اس کے دماغ کی تربیت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اُس
کام کے قطعی ناقابل تھا + اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کا سن اور اس کی طبیعت عیش و
عشرت کی طرف مائل تھی خیمہ گاہِ جنگ کا شور و غوغا اس کے لیے ایامِ نشاط کا تماشا
فوجوں کا کوچ ایک منظرِ مسرت۔ دربارِ شاہی ایک ایوانِ ضیافت۔ اور تختِ اس
ایوان میں گویا نشستِ صدر تھی + ولی عہد کی زندگی میں اور بادشاہ کی زندگی میں
وہی فرق ہے۔ جو پُرفسوں اُمّید اور کسل آور سیری میں ہے +
پادری اپنی چھوٹی چھوٹی بھوری آنکھوں سے بادشاہ اور ولی عہد دونوں پر
تیز نگاہیں ڈالتا رہا۔ اور پھر اس کی نظریں انکسار سے اُن بیش قیمت قالینوں پر
جم گئیں۔ جو فرش پر بچھے ہوئے تھے۔ اُس نے اپنی نظریں اُس وقت اُٹھائیں
جب پیر ہیز ابراہیلی المامن کو ساتھ لیئے ہوئے اندر آیا + اس کے ہمراہ ایک عورت
بھی تھی۔ جس کا طویل برقعہ گو سر سے پیر تک لٹک رہا تھا۔ مگر نہ اس کے متناسب
اعضا کی پردہ داری کر سکتا تھا۔ اور نہ اس کے اختلاجِ قلب و لرزشِ جسم کو چھپا سکتا تھا +

المامن نے کہا "عالی جاہ جب پچھلی دفعہ مجھے شرف باریابی حاصل ہوا تھا تو حضور نے اپنے غلام کے خلوص وصدق کے متعلق استفسار کیا تھا۔ اور میرے صدق دل کے ثبوت میں ضمانت مانگی تھی۔ حضور نے ایک یرغمال طلب کیا تھا کہ جب تک کوئی کفالت مہیا نہ کی جائے۔ آپ کچھ بھی کہنے سننے کے لیئے تیار نہیں۔ لیجیئے میں اپنی اکلوتی لڑکی کو جس کے سوا ہمارے خاندان بھر میں۔ اور کوئی لڑکا لڑکی نہیں۔ اپنی خلوص نیت کے ثبوت میں شاہی سایۂ عاطفت کے سپرد کرتا ہوں۔ میں ایک ایسی جان حضور کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں جو مجھے اپنی زندگی سے کہیں بڑھ کر عزیز ہی"

بادشاہ نے نرم اور شیریں آواز میں جواس کی عیاری اور غیر متزلزل ارادہ کی بخوبی پردہ پوشی کرتی تھی۔ کہا "اے اجنبی تو نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور یہ دوشیزہ جو تو نے ہماری حفاظت میں سونپ دی ہی۔ شاہی بیگمات کے ہم مرتبہ سمجھی جائے گی"

المامن نے رقت انگیز جوش سے کہا "جہاں پناہ۔ اپنے ہم وطنوں اور اپنے ہم مذہبوں کے سوا جس ہستی کے لیئے میرا دل کوئی دعائے خیر مانگ سکتا ہی۔ یا جس کسی کے متعلق اُمید قائم کر سکتا ہی اس کی موت وحیات پر اب حضور قادر ہیں۔ میرے اور حضور کے درمیان جو موثق عہد ہوا تھا۔ میں اُسے بلاخوف وبلاتامل پورا کرتا ہوں۔ میں حضور کو ایک یرغمال سونپتا ہوں۔ اور حضور سے صرف ایک وعدہ لیتا ہوں"

بادشاہ نے ایک ایسی شان سے جس میں رُعب کی نسبت ملائمت زیادہ تھی۔ کہا "لیکن یہ وعدہ ایک شاہنشاہ کا۔ ایک عیسائی کا۔ ایک مرد کا وعدہ ہی۔ بادشاہوں کی طرف سے اس سے زیادہ قابل احترام ضمانت اور کیا ہو سکتی ہی۔ خیر ان باتوں کو جانے دو۔ باغی شہر کی صورت معاملات کیا ہی؟"

المامن نے کہا "اس سے پیشتر کہ میں اپنے خداوند نعمت کو جواب دوں آپ اجازت دیں کہ اس لڑکی کو یہاں سے ہٹا دیا جائے"

نوجوان شہزادہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فرڈی نینڈ سے آہستہ سے کہنے لگا: "کیا میں اس امانت کو اپنی والدہ کے پاس لے جاؤں؟"

بادشاہ نے کچھ مسکراتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا: "مقدس پادری زیادہ موزوں رہنما ہوتے"۔

اگرچہ پادری نے یہ الفاظ سُنے لیکن اُسی طرح ساکن و جامد حالت میں بیٹھا رہا۔

فرڈی نینڈ نے ایک لحہ پادری کی طرف دیکھنے کے بعد سر پھر اکر جوآن کو ایسی نظر سے دیکھا جو کہہ رہی تھی۔ محتاط رہنا۔ اس کے بعد کہنے لگا: "اچھا جوآن! یوں ہی سہی۔ پیریز تمہارے ہمراہ ملکہ کے پاس جائے گا۔ یہ کام کر چکنے کے بعد فوراً واپس آجاؤ۔ ہمیں تمہاری موجودگی کی ضرورت ہے"۔

ادھر تو باپ بیٹوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ اُدھر اس دوشیزہ سے یہودی اپنی مقدس زبان میں تسلی و تشفی کے الفاظ کہہ رہا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ان الفاظ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لڑکی دفعتاً اُس کے سینہ سے چمٹ گئی۔ اور اپنے بازو اس یہودی کی گردن میں ڈال دیئے جس کے سینہ میں زبردست جذبات موجزن تھے۔ اس نے کہا: "ہائے میرے ابا! میں نے تمہارا کیا قصور کیا؟ مجھے کیوں جُدا کرتے ہو؟ اپنی بچی کو کیوں اجنبیوں کو سونپتے ہو۔ مجھے بچالو۔ خدارا مجھے بچالو"۔

یہودی نے متین مگر ملائم لہجہ میں کہا: "میری نورِ نظر جیسے ابراہیم نے اپنے فرزند کی نذر پیش کی تھی۔ ویسے ہی میں تجھے اپنے مذہب کی قربان گاہ پر چڑھانے کے لیئے لایا ہوں لیکن جیسے فرشتۂ ایزدی نے ابراہیم کی قربانی کو روک دیا تھا ویسے ہی تیرا شباب بھی قائم رہے گا۔ اور تیری زندگی کا جلال اُن نسلوں پر درخشندہ ہوگا۔ جو ابھی کتمِ عدم میں ہیں"۔

اس نے دفعتاً دل سوز لہجہ میں ہسپانی زبان میں کہا: "ہسپانیہ کے بادشاہ تیرے بھی اولاد ہے۔ میری اس پدرانہ کمزوری کو معاف کر اور اسے جلد مجھ سے جدا کر دے"۔

نوجوان آگے بڑھا اور مؤدبانہ تہذیب سے لیلےٰ کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ یہودی نے پیشانی پر ایک پیچ در پیچ تیوری ڈال کر کہا "تم؟ اے شاہنشاہ۔ شہزادہ عالی وقار نوعمر ہی"

بادشاہ نے جواب دیا "شرافت کے ہوتے ہوئے چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔ پیریز۔ اس دوشیزہ اور شہزادہ کے ہمرکاب ملکہ کی بارگاہ کو جاؤ"

اردلی نے بڑھاپے اور اُس کی ثقاہت نے یہودی کو مطمئن کر دیا۔ اس نے جوشِ محبت سے لیلےٰ کو گلے لگایا۔ اور اُس کا نقاب اُٹھائے بغیر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُسے پیریز کے حوالے کر کے خیمہ کے اُس کنارے پر چلا گیا۔ اور اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ بادشاہ کا دل متاثر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پادری اس تمام منظر کو غصّہ کی ترش روئی سے بھویں چڑھائے دیکھ رہا تھا۔ لیلےٰ اب بھی ایک لمحہ کو ٹھری۔ اور پھر جیسے اپنی طبیعت پر اس نے دوبارہ قابو پا لیا ہو۔ بلند اور صاف الفاظ میں بولی "وہ انسان مجھے چھوڑ رہا ہی۔ لیکن مجھے یاد ہی۔ کہ خدا سب کا مالک و محافظ ہی۔ پھر اُس نے ہسپانی کے ہاتھ ہٹا کر کہا "تو آگے چل میں تیرے پیچھے ہوں" اس کے بعد ایک استقلال کے ساتھ ایک اندازِ شاہانہ سے قدم اُٹھاتی ہوئی خیمہ سے چلی گئی۔

جب بادشاہ کے پاس پادری اور المامن ہی رہ گئے۔ تو بادشاہ نے کہا "اب کہو ہماری اُمیدوں کی کیا صورت ہی؟"

اسرائیلی نے جواب دیا۔ ابو عبداللہ اپنی فوج اور فوج کے سردار موسےٰ کے خلاف برانگیختہ ہو رہا ہی۔ بادشاہ الحمرا سے باہر نہ نکلے گا۔ اور آج صبح میرے شہر سے نکلنے سے پیشتر خود موسےٰ محل کے زنداں میں مقید تھا"

بادشاہ اپنی نشست پر سے اُچھل کر چلا اُٹھا "یہ کیونکر؟"

یہودی نے کسی قدر تفاخر آمیز سکون سے کہا "یہ میرا کام ہی۔ یہی وہ ہاتھ ہیں جو ہسپانیہ کے فرڈی نینڈ کے لیے غرناطہ کی کنجیاں ڈھال رہے ہیں"

ہسپانی بادشاہ نے کہا "اور اس کا انعام بھی شاہانہ فیاضی سے دیا جائیگا
بالفعل با بدولت کی قدر دانی کی یہ نشانی قبول کرو"
یہ کہتے ہی بادشاہ نے سونے کی ایک بھاری زنجیر جس کے حلقہ میں نہایت
صنعت سے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اپنے سینہ پر سے اُتاری۔ اور یہودی
کی طرف بڑھائی۔ الکامن نے ذرا حرکت نہ کی۔ اس کے چہرے پر ایک تاریکی
سی چھاگئی۔ جس نے اس کے اُن جذبات کو جسے وہ بمشکل روکے ہوئے تھا
قوتِ گویائی دے دی۔
وہ ایک زہر خند کے ساتھ کہنے لگا "عالی جاہ۔ میں اپنے دشمنوں کو روپیہ
کے عوض فروخت نہیں کیا کرتا۔ میں دشمنوں کو اس لیئے فروخت کرتا ہوں۔ کہ
اپنے دوستوں کی آزادی خریدوں"
فرڈی نینڈ نے آشفتہ ہوکر کہا "ناہنجار! — کہو کہو"
"اگر میں دو ہفتہ کا عرصہ گذرنے سے پیشتر غرناطہ تیری قوت بازو کے سپرد کردوں
تو میرا کیا معاوضہ ہوگا؟"
"پچھلی دفعہ جب تجھ سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ تو نے کہا تھا۔ کہ یہودیوں کو
خاص حقوق و مراعات دیئے جائیں"
جب وہ یہ کہہ رہا تھا۔ تو خاموش پادری نے بادشاہ کی طرف دیکھا صلیب کا
نشان بنایا۔ اور پھر عاجزی اور فروتنی کی صورت بنا کر بیٹھ رہا۔
یہودی نے جواب دیا "میں بنی اسرائیل کے لیئے بلا روک ٹوک تجارت
کرنے اور شہر میں رہنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ وہ جو کام چاہیں آزادی
سے کریں۔ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ ان سے عیسائی رعایا کے برابر
جزیہ لیا جائے۔ اور وہ ایک ہی قانون کے ماتحت رہیں"
ایک ہی قانون اور یکساں جزیہ؟ اس رعایت کے عطا کرنے میں تو بڑی
مشکلات ہیں۔ اچھا اگر ہم اس سے انکار کریں؟"

"تو ہمارے عہد و پیمان تمام ہوئے۔ لڑکی تجھے واپس دے دی جائے جس پر عالی کا آپ نے مطالبہ کیا تھا۔ اُس کی آئندہ کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ میں واپس شہر میں جاتا ہوں۔ اور آئندہ اس قسم کی ملاقات کی کوئی حاجت نہیں"

گو فرڈی نینڈ اعظم کی طبیعت سرد مہر اور سیاسی چالوں میں ڈوبی ہوئی تھی لیکن چونکہ ایک اقبال مند اور عالی مرتبت خاندان سے تھا۔ اس لیئے اس کی فطرت میں اب تک خاص شکوہ و تمکنت باقی تھی۔ چنانچہ عالی حوصلہ اجنبی کے بے باکانہ اور جابرانہ طرزِ گفتگو سے وہ سخت برافروختہ ہوا۔ اور اپنے ہونٹ کاٹ کر کہنے لگا

"تو نے جس صفائی سے گفتگو کی ہے۔ اب میں بھی ایسے ہی غیر مہذبانہ الفاظ استعمال کرتا ہوں۔ خبردار۔ تو میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور میری اجازت کے بغیر یہاں سے واپس نہیں جا سکتا"

المامن نے جواب دیا "جہاں پناہ کا فرمان مجھے بلا روک ٹوک آنے اور بلا تعرض جانے کی اجازت عطا کر چکا ہے۔ اب اگر اس وعدے کی خلاف ورزی ہوئی۔ تو آپ دیکھ لیں گے کہ غرناطہ مُوروں ہی کے ہاتھوں میں رہے گا۔ یہاں تک کہ ان کے بہادروں کے خون سے ڈارو کی ندی سُرخ ہو جائے گی۔ اور اس کے باشندے خزاں زدہ پتوں کی طرح وادی کو اپنی نعشوں سے پاٹ دیں گے"

"بادشاہ نے کہا "تو کیا تو خود بھی مذہب یہود سے ہے؟ اگر نہیں تو یہ ذلیل و بے خانماں قوم تجھے کیوں عزیز ہے؟"

"شاہ فرڈی نینڈ۔ میرے آبا و اجداد اسی مذہب کے پیرو تھے۔ اور اگر میں خود اس مذہب کو چھوڑ بیٹھا ہوں۔ تو بھی میں نے اس کے مقاصد سے مُنہ نہیں موڑا۔ اب کہیئے آپ کو میرے شرائط منظور ہیں یا آپ انھیں حقارت سے مسترد کرتے ہیں؟"

"میں انھیں منظور کرتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں کہ سب سے اول تو موسے کو جلا وطن یا قتل کرا دے۔ دوسرے آج کی تاریخ سے دو

عرصہ تک غرناطہ کے نامور شہروں کے ہمراہ قبول اطاعت کا تحریری عہد نامہ اور شہر کی کُنجیاں مجھے لاکر دے + تو یہ کام کر۔ اور گو میں دُنیائے عیسائیت کا تنہا بادشاہ ہوں جو اس خطرے میں پڑنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ تاہم میں تمام اُندلس میں اسرائیلیوں کے لیئے یکساں قانون نافذ کروں گا۔ اُنہیں باشندگانِ ہسپانیہ کے سے حقوق دونگا۔ اس کے علاوہ تجھے ایسے بلند رتبہ پر پہنچاؤں گا جو تیری آرزوؤں اور حوصلوں کو پُورے طور پر مطمئن کرنے کے لیئے کافی ہوگا"+

یہودی نے ادب سے سر جھکایا۔ اور اپنے لبادے کی جیب میں سے ایک طویل دستاویز نکال کر بادشاہ کے روبرو میز پر کھول دی +

"فرڈی ننیڈ اعظم! اس تحریر میں وہ شرائط درج ہیں جو ہم میں قرار پاگئی ہیں"+

"کیوں کمینے! کیا تجھ سی حیثیت کا شخص اس معاہدہ پر ہمارے شاہی دستخط کراکر چاہتا ہے کہ جب چاہے عوام کو دکھائے۔ بادشاہ کے الفاظ ہی اس کا عہد نامہ ہیں"+

یہودی نے ہچکچائے بغیر کاغذ اُٹھالیا۔ اور کہا "حضور میری لڑکی کو واپس بلادیں۔ کہ ہم رخصت ہوں"+

بادشاہ نے دل میں کہا "کنواری مریم کی قسم۔ یہ گدائے متکبر بہت ہی ہٹ دھرم ہے۔ اور پھر باآوازِ بلند کہا "کاغذ مجھے دے میں دیکھوں"+

اس کاغذ کے الفاظ پر سُرعت سے نظر ڈال کر فرڈی ننیڈ کچھ جھجکا۔ قلم دوات لے کر عہد نامہ پر دستخط کیئے۔ اور یہودی کو واپس دے دیا +

اسرائیلی نے مشرقی آداب کے مطابق اُسے تین بار چوما۔ اور پھر اپنے لبادے میں رکھ لیا +

فرڈی ننیڈ نے اسے متعجب اور متجسس نگاہوں سے دیکھا۔ گو وہ فطرتِ انسانی کا عالم متبحر تھا۔ لیکن اپنے اس مہمان کی پراسرار فطرت نے اسے سخت پریشان کر رکھا تھا۔ اور اُلجھن میں ڈال دیا تھا +

اس نے متانت سے کہا "میں ایسے شخص پر کس طرح اعتبار کر سکتا ہوں جو ایک بادشاہ کی بات پر تو یقین نہیں کرتا۔ اور دوسرے بادشاہ کو بیچ ڈالنے پر آمادہ ہے"؟

الماسن جو اپنے زمانۂ شباب سے فرڈی نینڈ سے بھی زیادہ زبردست اور مطلق العنان اور ذی الاقتدار حکمرانوں سے گفتگو کرنے اور اُن پر دباؤ رکھنے کا عادی تھا۔ بولا "اے بادشاہ اگر تو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس معاہدہ میں ذاتی اور خود غرضانہ اغراض میرے محرک ہوئے ہیں۔ تو تو مجھے لالچ دے کر اور بھی زیادہ خدمات لے سکتا ہے۔ اور فطرتِ انسانی کا علم تجھے بتا دے گا۔ کہ تجھے ایک مستعد اور فرماں بردار غلام مل گیا۔ لیکن اگر تو یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں نے ذلیل اور کمینہ جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اور محض ذلیل قوت حاصل کرنے والوں سے کچھ بہتر خصوصیات پیدا کی ہیں۔ تو کیا تجھے مسرور نہ ہونا چاہیئے۔ کہ حسنِ اتفاق سے اس وقت تیرے پاس ایک ایسا شخص موجود ہے۔ جس کی ذہانت وقابلیت کو تو اپنا آلہ بنا سکتا ہے + اگر میں دوسرے شخص سے دغابازی کر رہا ہوں تو وہ میرا جانی دُشمن ہے + کیا تو جو اپنی افواج کا مالک ہے۔ دُشمن کو دغا نہیں دیتا؟ مُور تجھ سے زیادہ میرے دُشمن ہیں۔ تو کیا محض اس لیئے کہ میں دشمن کو دھوکا دیتا ہوں۔ دوست کی خدمت کے بھی قابل نہیں؟۔ اگر میں مُوروں میں تنِ تنہا اور اجنبی ہونے کے باوجود محلوں کے اندرونی رازوں سے واقف ہوں۔ اور مسلح آدمیوں کی تدبیروں اور کوششوں کو خاک میں ملا سکتا ہوں۔ تو کیا میں نے اس سے اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ میں ایک ایسا شخص بھی ہوں۔ جسے ایک دُور اندیش اور دانا بادشاہ اپنا نہایت وفادار غلام بنا سکتا ہے؟"

فرڈی نینڈ نے لطافت سے مسکرا کر کہا "میرے دوست! تو بہت ہوشیار منطقی ہے۔ فی الحال ہماری ملاقات ختم ہے۔ فی امان اللہ۔ چیریز!"

اردلی حاضر ہوا +

"لڑکی کو ملکہ کے پاس چھوڑ آیا ؟"

"جہاں پناہ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی"

"اس شخص کو پہرہ داروں کے اُس دستہ کے پاس لے جا۔ جو اُسے کیمپ میں لایا تھا۔ یہ ہمارے ظلِ عاطفت میں ہم سے رخصت ہو رہا ہی۔ خدا حافظ۔ ہاں ذرا ٹھہر۔ کیا تجھے یقین ہی کہ موسےٰ بن ابی غازان بادشاہ کے قیدخانہ میں ہی؟"

"ہاں"

"مریم پاک پر خدا کی رحمت ہو"

جب یہودی رخصت ہو گیا۔ تو بادشاہ نے کسی قدر اضطراب سے کہا۔ پادری ٹومس کیا آپ نے ہماری گفتگو سُنی ہی؟

"ہاں بیٹا میں نے سب کچھ سُن لیا"

"کیا آپ کی رگوں میں خون ہول سے جم نہیں گیا ؟"

"ہاں مگر صرف اُس وقت جب آپ نے کاغذ پر دستخط کیئے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں ورغلانے والے شیطان کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں +"

"خاموش! وہ اگر شیطان ہی تھا۔ تو اُسے زیادہ دُور اندیش ہونا چاہیئے تھا وہ ایسے معاہدہ پر یقین نہ کرتا۔ جسے اگر کلیسا ناجائز قرار دے دے۔ تو کوئی سیاہی یا قرطاس اُسے جائز نہیں بنا سکتا۔ کیا آپ میرا مطلب سمجھ گئے ؟"

"ہاں مجھے آپ کی معاملہ فہمی اور راست روی پر اعتماد ہی"

بادشاہ نے کچھ سوچ کر سلسلۂ گفتگو پھر شروع کیا "تو نے مجھ سے سچ کہا تھا کہ یہ کمینے یہودی اپنے مال و زر کی وجہ سے بہت زور پکڑتے جاتے ہیں۔ اب یہ برابر کے حقوق بھی لینگے! ناہنجار کافر!"

پادری نے سنجیدگی سے قسمیں کھا کر کہا "بیٹا! وہ خدا جس نے تیری تدابیر

Tomas De Torquemada.

اور زورِ بازو کو کامیاب کیا ہی۔ تیرے ہاتھوں سے اس قوت کا مواخذہ بھی کیا گا جو اُس نے تجھے سونپی ہی + کیا اس کے دوستوں اور دشمنوں اس کے پیروؤں اور اُس کے صلیب دینے والوں میں کوئی امتیاز نہ ہوگا"؟

بادشاہ نے پادری کے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ اور اپنے چہرہ پر ایک افسردہ تبسم پیدا کر کے کہنے لگا "پادری صاحب۔ اس معاملہ میں اگر مذہب خاموش بھی ہوتا۔ جب بھی مصلحت کا اقتضاء بہت زبردست شئ ہی + یہودی مساوی حقوق طلب کرتے ہیں۔ جب لوگ اپنے فرماں رواؤں کے برابر حقوق طلب کیا کرتے ہیں۔ تو اس کی تہ میں غداری مصروفِ کار ہوتی ہی۔ اور انصاف اپنی تلوار بے نیام کرتا ہی + مساوات! اور یہ متمول سُود خوار۔ توبہ۔ توبہ۔ یوں تو وہ بہت جلد ہماری اقلیموں کو خرید لیں گے"۔

پادری نے تیز نگاہوں سے بادشاہ کو دیکھا۔ اور دھیمی آواز میں کہا "بیٹا! میں تجھ پر اعتماد رکھتا ہوں"۔ اس کے بعد آہستہ سے خیمہ کے باہر چلا گیا +

فصل دوم

کمیں گاہ۔ جنگ اور گرفتاری۔
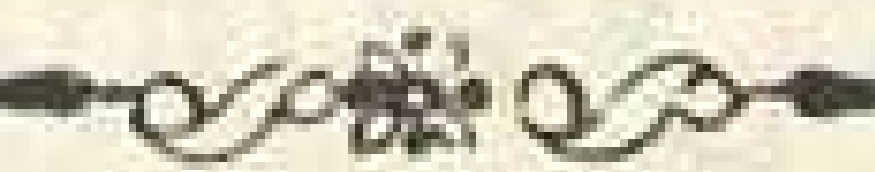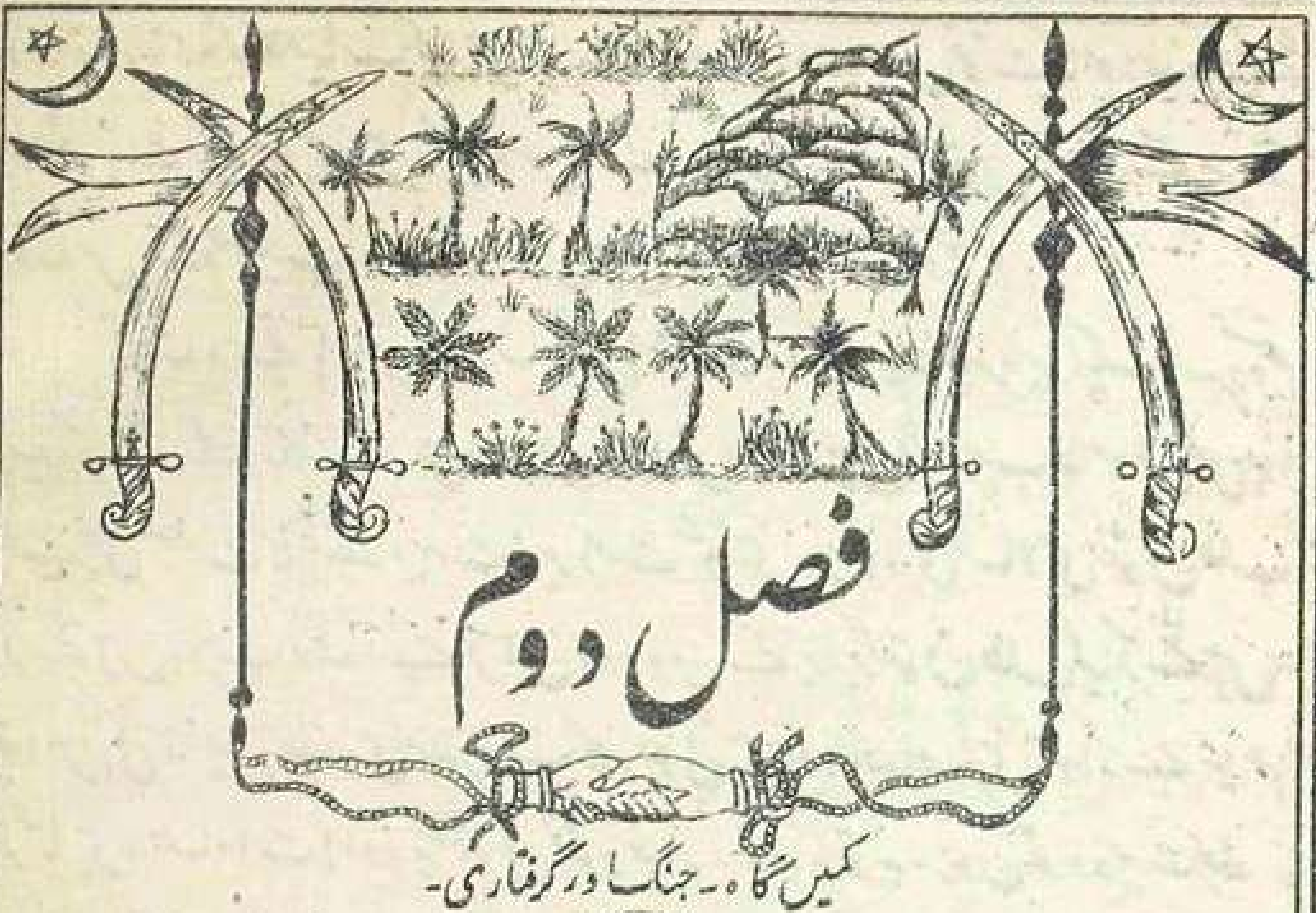
غرناطہ کی وسیع وادی پر سپیدۂ سحر پھیل رہا تھا۔ کہ المامن پیچیدہ اور خاموش راستہ سے شہر کی جانب واپس پھرا + اب وہ ایک تاریک اور گنجان نشیب میں تھا۔ جس پر درختوں کے جھنڈ اور جھاڑیاں چھا رہی تھیں۔ اس کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لمبے لمبے درخت صبح کی ساکن ہوا میں غمزدہ اور رنجیدہ کھڑے تھے + جوں ہی وہ اُس جنگل سے (اگر اسے جنگل کہا جا سکے) باہر نکلا۔ اور غرناطہ کے ستاروں کی رفعت نے اس کے سطح نظر پر اپنا سایہ ڈالا۔ تو درختوں کی تاریکی میں سے دو سیاہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں +

المامن چونکا۔ دفعتاً رُک گیا۔ اور اپنے خنجر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نووارد نے ہلکی سی مگر تیز سیٹی بجائی۔ جس کا جواب چاروں طرف سے دیا گیا۔ اور چشم زدن میں مُوروں کے ایک گروہ نے جو دہقانوں کے بھیس میں تھا۔ المامن کو گھیر لیا۔ جب وہ جنگلی اور وحشی شکلیں جو اسے گھور رہی تھیں۔ المامن کے مقابل آ گئیں تو المامن نے اطمینان سے کہا وہ کیوں صاحبو۔ کیا تمہارے خیال میں ایک تنہائی پسند درویش سے بھی خوف کھانے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟

ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ ساحر ہے۔ اسے گزر جانے دو"
اُس نے جواب دیا "نہیں اسے اپنے افسر کے روبرو لے چلو۔ ہمیں یہ احکام ملے ہیں۔ کہ جس کسی کو پائیں گرفتار کر لیں" سب نے مان لیا +

المامن غصہ کے مارے دانت پیس رہا تھا دہقان اسے جنگل کے گنجان ترین حصہ میں سے گزارتے ہوئے لے گئے۔ آخر کار یہ گروہ ایک چمن میں جا کر ٹھہر گیا۔ جس میں مویشی خاموشی سے چر رہے تھے۔ اور دہقانوں کی ایک اس سے بھی بڑی جماعت چاروں طرف گھاس پر لیٹی ہوئی آرام کر رہی تھی +

ایک آواز سُنائی دی۔ جس سے المامن کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا +
ایک بارُعب مُور اپنے بھائیوں میں سے اُٹھ کر بولا "تم کس کو یہاں لائے ہو رسول اللہ کی ریش مبارک کی قسم۔ یہ تو وہی مکار درویش ہے + تو اتنے سویرے غرناطہ سے باہر کیا کر رہا ہے"؟

المامن اگرچہ حقیقت میں اس امر سے حیرت زدہ تھا۔ کہ جب وہ اپنی تدابیر کا تصور کر رہا تھا۔ وہی اس وقت ایک حاکم کی حیثیت میں سامنے کھڑا ہے۔ لیکن کم از کم اس نے اپنے بُشرے پر اطمینان رکھ کر جواب دیا "نجیب موسے! میں اس کا جواب صرف اپنے آقا بادشاہ کو دونگا۔ میں صرف اُسی کے احکام کی تعمیل کرتا ہوں"

موسے نے چیں بجبیں ہو کر کہا "تجھے علم ہے کہ بغیر داد فریاد کے تیری جان لی جا سکتی ہے۔ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے درمیان غرناطہ کا جو باشندہ بھی فصیل شہر کے باہر پایا جائے۔ وہ ایک غدار اور مفرور کی موت مارا جاتا ہے"

اسرائیلی نے بہت اطمینان سے کہا "لیکن غلامان الحمرا مستثنےٰ ہیں"
یکایک کسی تکلیف دہ خیال نے موسے کو بے چین کر دیا۔ اور اس نے دل میں کہا "آہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ افواہ جو شہر میں پھیلی ہوئی ہے صحیح ہی ہو۔ کہ شاہ غرناطہ غنیم سے خفیہ عہد و پیمان کر رہا ہے" وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر موروں کو ہٹ جانے کا اشارہ کر کے با آواز بلند بولا "المامن۔ مجھے

سچ سچ بتا کیا تو کوئی شاہی پیغام لے کر عیسائی کیمپ کو گیا تھا"؟

"نہیں"۔

"کیا تو کسی شاہی کام کے لئے فصیل سے باہر نکلا ہے؟"

"فرض کیا۔ میں کسی ایسے ہی کام پر نکلا ہوں۔ لیکن اگر میں اسے ظاہر کر دوں تو کیا شاہی غدار نہ قرار پاؤں گا"؟

موسے نے تھوڑی دیر بعد کہا "درویش! مجھے تجھ پر بہت شبہ ہے۔ میں تجھے اپنا دشمن جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ یقین ہے۔ کہ تو نے میرے خلاف۔ رعایا کے خلاف۔ اور بادشاہ کے اپنے فرائض کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے ہیں۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ کچھ عرصہ کے لئے تیری جاں بخشی کرتا ہوں فی الحال تو ہمارے ساتھ رہے گا۔ اور پھر ہمارے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں جائے گا"۔

"لیکن عالی نسب موسے ——"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ سپاہیو! اس درویش کو زیرِ حراست رکھو۔ ہمارے گھوڑوں میں سے ایک پر اسے سوار کر لو۔ کمیں گاہ میں یہ ہمارے ساتھ رہے گا"۔

المامن اپنی گرفتاری پر بے سود لال پیلا ہو رہا تھا۔ تمام عیسائی کیمپ پر ابھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آخر کار جب آفتاب پہاڑی پر سے بلند ہوا تو پہلے ایک خیمے سے شور اور پھر ایک بلند شغب و غوغا سے معلوم ہوا۔ کہ فوجی تیاریاں ہونے لگی ہیں + جری اور تجربہ کار افسروں کے ماتحت سواروں کے کئی گروہ مختلف حصوں میں تقسیم ہوئے۔ اور رسد کی فراہمی اور دشمن کے بھولے بھٹکے دستوں سے نبرد آزمائی کرنے کے لئے مختلف اطراف کو روانہ ہو گئے + ان میں سب سے زیادہ مسلح مارکوئس[1] ڈی ولینا۔ اور اُس کے جری بھائی

[1] Marquess de Villena.

ڈان الونزو ڈی پاچیکو[1] کے دستے تھے اور اسی فوج میں ایسے سوار بھی تھے جن کی رگوں میں ہسپانیہ کا بہترین خون موجزن تھا۔ کیونکہ اس جری فوج کے افسر آپس میں اس امر کے متعلق مقابلہ کیا کرتے تھے۔ کہ دیکھیں کون اپنی ذاتی جواں مردی سے دوسرے سپاہیوں کی نبرد آزمائیوں کو مات کرتا ہے۔ اور ولینا کی شہرت کے سبب سے بہت سے ایسے من چلے جواں مرد اُس کی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ جو فرڈی نینڈ کی سیاسی مہمات میں فوج کے بے کار ہونے سے سخت پریشان تھے +

آفتاب آسمان پر بلند تھا۔ اور جب وہ لوگ کیمپ کو پیچھے چھوڑ ایک زرخیز وسایہ دار علاقہ میں داخل ہوئے۔ جو ویگا کی پہاڑی چوکی کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ تو آفتاب کی شعاعیں ولینا کی جماعت کے اعلےٰ اسلحہ اور سرفراز پرچموں پر چمک رہی تھیں + دن کی درخشانی۔ منظر کی لطافت اور جدال و قتال کی اُمید اور جوش نے تمام جماعت کے حوصلے بڑھا رکھے تھے + ایسی مہموں میں ضبط و آئین کی پابندی اس خیال سے نظر انداز کر دی جاتی تھی۔ کہ ضرورت پر اسے پھر قائم کیا جا سکتا تھا + سپاہیوں کی جماعت میں دلچسپ اور بلند آواز سے گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کے درمیان مختلف اوقات پر کبھی کبھی گیتوں کی تانیں بھی سُنائی دیتی تھیں۔ اور شرفا کی جماعت میں بھی جو ولینا کے ہمراہ جا رہی تھی۔ اہلِ ہسپانیہ کی مخصوص مسلمہ متانت اس وقت بہت کم نظر آتی تھی +

ڈان اسٹیوان[2] نے کہا۔ مارکوئیس آج ہمارے درمیان اس بات کی کچھ شرط رہے۔ کہ کس کا نیزہ مُوری حُسن کے پرستاروں کی سب سے زیادہ تعداد پر ڈاکہ ڈالتا ہے +

ڈان ایلونزو نے شرط منظور کی۔ وہ تمہارے بھالے کے مقابلہ میں میری تلوار رہی +

---

[1] Don Alonzo de Pacheco.
[2] Don Estevon de Suzon.

"منظور۔ ہاں بر سبیل تذکرۂ حسن۔ مارکوئیس گزشتہ شب تم ملکہ کی فرودگاہ میں تھے؟ ایک نووارد حسینہ جس کے اچانک حیرت انگیز طریقہ سے آجانے کی وجہ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ فرودگاہ کی رونق کو دوبالا کر رہی تھی + اُس کی آنکھوں کے مقابل کیوا[1] کی قاتل نگاہیں بھی ہیچ ہیں۔ اور اگر میں راڈریگو[2] ہوتا۔ تو صرف اس کے دل فریب تبسم پر اپنا تاج نثار کر دیتا +"

ولینا نے کہا "ہاں میں نے اُس حسینہ کے متعلق کچھ سُنا تو تھا۔ کوئی غدا ایوس جس سے جہاں پناہ (اُن پر بزرگوں کی رحمت ہو) شہر غرناطہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسے بطور یرغمال چھوڑ گیا ہی + میں نے سُنا ہی کہ اس حسینہ کی جانب شہزادہ کی زیادہ توجہ دیکھ کر ملکہ برافروختہ ہو گئی تھی۔ اور اُس نے شہزادہ کو معقول سرزنش کی ہی +"

"اور آج صبح میں نے اُس خوفناک پادری ٹامس کو بھی شہزادہ کے خیمہ میں چپ چاپ گھستے ہوئے دیکھا تھا۔ کاش ڈان جوآن اس کے وعظ کو دل سے سُنے۔ پادری کی نصیحت الغروبیہ[3] کی مانند ہی۔ جسے خشک ہونے کے لئے رکھ دیا جائے تو ضرور مُفید پڑتا ہی۔ لیکن اگر تازہ استعمال کی جائے۔ تو تلخ و بدمزہ ہوتا ہی +"

عین اُس وقت ایک ماتحت افسر گھوڑا دوڑاتا ہوا مارکوئیس کے پاس آیا۔ اور اُس کے کان میں کچھ کہنے لگا +

ولینا نے کہا "خدا اسے مقدس کا شکر ہی۔ بہادر شہسوار و شکار قریب ہی۔ چپ چاپ صفیں باندھ لو +"

یہ کہہ کر مارکوئیس ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور اپنی آنکھوں پر ہاتھوں کا سایہ کر کے وادی کا معائنہ کیا۔ اُس نے دیکھا کہ تھوڑے سے فاصلہ پر مور دہقان

[1] Cava.

[2] Rodrigo.

[3] الغروبیہ ایک قسم کے پودے کا نام ہی۔ جو ہسپانیہ میں عام طور پر پایا جاتا ہی +

اپنے مویشی کے چند گلّے ایک جنگل کی طرف ہانکنے لئے جا رہے ہیں + جلدی سے
حکم دیا گیا۔ فوجیں آگے بڑھیں۔ ہر آواز خاموشی میں ڈوب گئی۔ اس روشن
نظارے کی پُر لطف خاموشی میں صرف ہتیاروں کی جھنکار اور سموں کی ٹاپ
رخنہ انداز ہوتی تھی + وہ اُن جھاڑیوں تک نہ پُہنچے تھے۔ کہ مُور اُس میں غائب
ہو گئے + مارکوئیس نے اپنے آدمیوں کو درختوں کے گرد نصف دائرے کی
شکل میں ترتیب دیا۔ اور ایک چھوٹا دستہ اُس کے عقب میں بھیجا۔ تاکہ جنگل سے
کوئی شخص باہر نہ نکلنے پائے + اس انتظام کے بعد فوج اندر چل پڑی۔ چند گز کے
فاصلہ تک تو زمین توقع سے زیادہ فراخ تھی۔ لیکن آگے چل کر ناہموار سنگلاخ
اور کچھ کچھ ڈھلوان ہونے لگی۔ پھر راستہ میں درخت بھی تھے۔ زمین کی ناہمواری
اور درختوں کی مزاحمت سے گھوڑوں کی تیز چال دھیمی پڑ گئی + ڈان الونزو
ایک ایسے راہوار پر سوار تھا جس کا چست و چالاک و ہیکل بدن ہر قسم کی معرکہ آرائی
کے لئے سدھا ہوا تھا۔ اور چونکہ وہ خود بھی چھریرے بدن کا بے نظیر شہسوار تھا۔
اس لئے باقی سواروں سے آگے بڑھتا چلا گیا + وہ درختوں میں غائب ہو گیا۔
اور ایک لمحہ کے بعد دفعتاً ایک وحشیانہ چیخ کی آواز آئی۔ اس کے بعد ہسپانی کی
تنہا آواز سُنائی دی "سینٹ[1] یاگو المدد۔ ہسپانیو بڑھو"+

ہر سوار ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ کہ دفعتاً تیروں اور برچھوں کی ایک بوچھاڑ اُس کے
زرہ بکتر سے آکر ٹکرائی۔ اور جھاڑیوں۔ سرکنڈوں اور چٹان کے شگافوں سے
مُوروں کی ایک کثیر تعداد نکل آئی۔ اور وحشیانہ نعرے لگاتی ہوئی سیلاب
کی طرح ہسپانیوں کے گرد پھیل گئی +

ولینا چلایا "جانیں بچا کر پیچھے بھاگو۔ ہم نرغہ میں آ گئے ہیں۔ ہموار زمین پر چلو"+
وہ پھرا۔ ایڑ لگا کر گنجان حصہ میں سے نکلا۔ اور دیکھا کہ پیہم دشمن کے آدمی
اور گھوڑے قطار در قطار ایک غار سے برآمد ہو رہے ہیں۔ ہر مُور اپنے چھوٹے چھوٹے

[1] Santiago, y Cierra Espana.

اور شعلہ صفت گھوڑوں کو باگ سے پکڑے ہوئے لاتا ہی۔ اور جنگل سے نکل کر
میدان میں آتے ہی اُس پر اُچھل کر چڑھ جاتا ہی + ولینا اپنے فوجی اسلحہ میں
غرق تھا۔ خود کا اگلا حصّہ مُنہ پر آیا ہوا تھا۔ اور نیزہ رکاب میں گڑا تھا + اُس نے
اپنے ایسے شہسواروں کی ہمراہی میں جو اپنے آپ کو مُوری پیدل سپاہیوں کے
نرغہ میں سے نکالنا چاہتے تھے۔ دُشمن پر حملہ کر دیا۔ کشت وخون ہونے لگا۔ کئی مُور
عیسائی بھالوں سے چھدے ہوئے زمین پر پڑے تھے۔ دُشمن کی دوسری
جانب ولینا کی آواز سُنائی دی ”سینٹ یاگو۔ المدد“ لیکن بہادر مارکوئیس
تنہا کھڑا تھا۔ صرف اُس کا وفادار خادم سولیر[1] اُس کے ساتھ تھا + اس کے کئی
شہسوار گھوڑوں پر سے گر پڑے۔ مُوروں کے گروہ کے گروہ اپنے خنجر اُٹھائے
اُس کے گرد جمع تھے۔ اور اسی فکر میں تھے کہ کہیں زرہ کا کوئی جوڑ دکھائی دے جائے
تو ایک جاں ستاں وار کریں + رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے ولینا کے کئی ہمراہی
اپنے سردار سے آملے۔ اور درختوں کے باہر ڈان الونزو کا سبز لبادہ لہراتا
دکھائی دیا + ولینا اپنے بھائی کو زندہ پاکر خوشی کے مارے پھولے نہ سمایا +
عین اُس وقت ایک مُوری سوار ایڑ لگا کر صف سے آگے بڑھا اور ڈان الونزو سے
جو گھوڑا سرپٹ اُڑائے چلا آرہا تھا۔ آن بھڑا + مُور پینیم کے شرفا کی مانند عیسائیوں
کے وزنی اسلحہ سے مسلّح نہ تھا۔ بلکہ قدیم بہادران عرب و مراکش کی طرح ایک سُبک
لچک دار زرہ بکتر اس کے بدن پر آراستہ تھی۔ اس کا عمامہ سفید براق تھا۔ اور
جوہر دار فولاد کی زنجیریں جو اس کے ہاتھوں میں لپٹ رہی تھیں۔ سر کی حفاظت
کرتی تھیں + اس کا مختصر ساجُبّہ اور لبادہ بھی سفید ہی تھا۔ اس کے بائیں بازو میں
ایک چھوٹی سی مدوّر ڈھال آویزاں تھی۔ دائیں ہاتھ میں ایک لمبا اور سُبک
نیزہ سنبھال رکھا تھا + وہ مُور ایسے مُشکی گھوڑے پر سوار تھا۔ جس کے سیاہ رنگ میں
ایک سفید بال بھی نظر نہ آتا تھا۔ آخر وہ ڈان الونزو کے مقابلہ میں بڑھا۔ عیسائی اور مُور

[1] Solier.

دونوں دم بخود اور ساکت رہ گئے۔ دونوں مشہور قومیں ایسے مشہور بہادروں کو لڑائی سے روکنا احکام مذہبی کی خلاف ورزی سمجھتی تھیں ؀

ولینا نے متفکرانہ انداز میں آہستہ سے کہا "خدایا۔ میرے بھائی کو بچیو" چاروں طرف سے آمین کی آواز آئی۔ کیونکہ وہ سب جنھوں نے اس جنگ میں اعلےٰ ترین شجاعت کے کارنامے دیکھے تھے۔ موسےٰ بن ابی غازان کے خیرہ کر دینے والے لباس اور مُشکی راہوار کو دیکھ کر کانپ اُٹھے تھے۔ لیکن اُس بے دین کے مقابلہ کے لیے بھی کوئی معمولی دُشمن نہ تھا۔ "فخر سپہ گری اور ہیبت میدانِ کارزار" وہ دل پسند خطاب تھا۔ جو شہسواروں اور قسنطالہ کی خاتونوں نے ڈان الونزو ڈی پاچیکو کو عطا کر رکھا تھا ؀

جب ہسپانی نے دہشت انگیز مُور کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا۔ تو وہ دفعتاً ایک لمحہ کے لیئے ٹھٹک گیا۔ اور پھر گھوڑے کو موڑ کر ایک وسیع چکر کاٹا۔ تاکہ اپنے حملہ کو مزید قوت دے + مُور بھی اس کا عندیہ بھانپ کر رُک گیا۔ اور اس کے حملہ کی ساعت کا انتظار کرنے لگا۔ مگر پھر ایک بار وہ آگے بڑھا۔ اور دونوں حریف اس خوُبی سے ملے کہ خود عیسائیوں کے مُنہ سے بے ساختہ "واہ" نکل گئی + موسےٰ نے الونزو کے وزنی بھالے کو اپنی ڈھال کی مختصر سطح پر روکا۔ اور اپنے سُبک نیزے سے عیسائی کے خود پر ضرب لگائی + وار شدید نہ تھا۔ لیکن چونکہ عین نشانہ پر بیٹھا تھا۔ اس لئے الونزو لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا ؀

نیزے ایک طرف پھینک دیئے گئے۔ عیسائی کی لمبی چوڑی خم دار تلوار اور مُور کا دمشقی خنجر ہوا میں چمکنے لگے + دونوں نے اپنے گھوڑے نہایت متانت و استغراق کی خاموشی سے ایک دوسرے کے مقابل روک لئے +

آخر خونخوار مُور نے کہا "بہادر شہسوار! اطاعت قبول کر۔ کہ میری تلوار پر جو اسماء منقوش ہیں۔ وہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ اگر تو اس کے وار کے مقابل آیا۔ تو تیری زندگی کے دنوں کا شمار پُورا ہو جائے گا۔ مومن کی شمشیر جنت اور جہنم کی کلید ہے" ؀

الونزو نے ایسی آواز میں جو اُس کے خود میں گونج اُٹھی کہا۔ "اے دروغ گو پیغمبر! ایک عیسائی شہسوار موروں کی ایک پوری فوج کے برابر ہی"۔

موسے نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ باگ گھوڑی کی گردن پر ڈھیلی چھوڑ دی + اصیل جانور اشارہ سمجھ گیا۔ اور بے تابانہ ہنہنا کر پوری رفتار سے آگے جھپٹا + الونزو نے تلوار بلند کر کے اور اپنے تمام جسم کو ڈھال سے چھپا کر مور کے حملہ کا مقابلہ کیا + مور جھک گیا ہسپانیوں نے نعرۂ مسرت بلند کیا + معلوم ہوتا تھا کہ موسے گھوڑے سے گرا چاہتا ہی۔ لیکن وزنی تلوار کے وار نے اسے چھوا بھی نہ تھا۔ اور بظاہر بغیر کسی کوشش کے اس کے اپنے خنجر کا عمداً پھل دشمن کے گلے کے نیچے اُس مقام تک اُتر گیا۔ جہاں خود زرہ بکتر سے ملا ہوا تھا۔ اور بلا مزاحمت جوڑوں میں اُترتا چلا گیا + الونزو چیخ مارے بغیر اپنے گھوڑے سے نیچے گرا۔ بظاہر اس کی زرہ بکتر صحیح سالم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ایک خوف ناک زخم سے خون کی تلیاں بہنے لگیں۔

موسے جب اپنے دوستوں کے زمرہ میں آکر ملا تو انھوں نے اللہ اللہ کا شاندار نعرۂ آسمان کی طرف بلند کیا + بے شمار موری زبانوں کی فلک شگاف تکبیروں سے گنبد گردوں گونج اُٹھا۔ اور پیشتر اس کے کہ اس صدمہ کے بعد عیسائیوں کے ہوش و حواس ذرا بجا ہوں۔ وہ اپنے خونخوار دشمنوں کے ٹڈی دل لشکر سے دست بدست لڑائی میں مصروف ہو گئے + حقیقت میں دونوں فوجوں کی تعداد میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اور ہسپانی انگشت بدنداں تھے۔ کہ مور اس قدر مختصر جگہ میں قیام کرنے اور چھپنے کا انتظام کیونکر کر سکے + سوار اور پیدل فوج دونوں نے دلینا کے دستہ کو جو دم بدم گھٹتا جاتا تھا۔ گھیر لیا۔ اور جب پیادہ فوج جوش اور وحشیانہ خونخواری سے گھوڑوں کے سموں اور سواروں کے مہلک نیزوں کا مقابلہ کرتی ہوئی گھوڑوں کے نیچے پل پڑی۔ کہ انھیں اپنے تیز موری خنجروں سے مجروح کرنے کا موقعہ مل سکے۔ تو سواروں نے ہسپانیوں کی خوف ناک دست بدست لڑائی سے احتراز کر کے انھیں نیزوں اور تیروں سے ہراساں کرنا شروع کر دیا + کبھی بڑھتے تھے اور کبھی ہٹتے تھے اور حیرت انگیز چالاکی کے ساتھ مشرقی جنگ جوئی کے خصوصیات کو نظارہ افروز کرتے تھے +

لیکن اپنی جماعت کی رُوح رُواں بہادر موسے تھا۔ وہ ایک ایسے جوش بے پروا سے
اپنے مبارک اسپ شبرنگ کو اُن صفوں کے درمیان مہمیز کرتا تھا۔ جنھیں ولینا اپنے گرد
قائم کرنا چاہتا تھا۔ کہ اوہام پرست ہسپانی سمجھتے تھے۔ کوئی ساحر ہے + موسے اپنے ایک
حملہ سے اُن صفوں کو درہم برہم کر دیتا تھا۔ اور اپنے خاموش اور سریع الحرکت ومہلک
خنجر سے تھوڑی دیر کے بعد فوج کے کسی نہ کسی نامور افسر کو خاک وخون میں
آلودہ کر دیتا تھا +

ولینا نے جو زندگی اور ناموری دونوں سے مایوس ہو چکا تھا۔ اور اپنے بھائی
کے قتل پر غم وغصہ سے دانت پیس رہا تھا۔ آخر کار ارادہ کیا۔ کہ جنگ کی آخری اُمید تنہا
اپنے ساتھ وابستہ کرے۔ چنانچہ اُس نے پسپائی کا حکم دے دیا۔ اور اپنی افواج کو
بچانے کے لئے خود لوہے کے بُت کی طرح بے حس وحرکت تنہا کھڑا رہا۔ اگرچہ وہ
قد وقامت میں ممتاز نہ تھا۔ لیکن ہرننڈو دل پلگار[1] اور گنسالو ڈی قرطبہ[2] کے بعد تمام
فوج میں بہترین تیغ آزما کا رتبہ رکھتا تھا۔ وہ مسیحیوں کے طرز جنگ کی پُرزور یورش
اور موری جنگ وجدال کے سریع حرکات دونوں میں یکساں ماہر تھا۔ اس خوفناک
گرد وپیش میں وہ یوں تنہا کھڑا تھا۔ جیسے کوئی شیر مجبور ہو کر شکاری کے مقابلہ میں دانت
نکال لیتا ہے + اس کی افواج آہستہ آہستہ نیچے ویگا میں پیچھے ہٹ رہی تھیں۔ اور
اپنی نفیریوں سے آفت ومصیبت کی فریاد اور استمداد کے پُرزور نالے بلند کر رہی تھیں
ولینا کی زرہ موری نیزوں کی تضحیک کر رہی تھی + وہ یکے بعد دیگرے اپنے خنجر
گھماتے اور اچانک حملہ کرتے ہوئے اُس کی جانب بڑھتے تھے۔ اور اپنے سے زیادہ
زود فہم نگاہوں اور زیادہ مضبوط اسلحہ کے سامنے سرنگوں ہوئے بغیر نہ ہٹتے تھے + دفعتاً
گرد وغبار کا ایک بادل سیلاب کی طرح اس کی جانب بڑھا۔ اور موسے جواب سے
ایک لمحہ پہلے میدان کے دوسرے سرے پر تھا۔ اس بادل میں سے برق کی طرح چمکتا ہوا

[1] *Hernando del Pulgar.*
[2] *Gonsalvo de Cordova.*

نمودار ہوا۔ اس کا سفید چغہ لہرا رہا تھا۔ اور اس کا دایاں بازو برہنہ تھا ✦ ولیدا نے اسے پہچان لیا۔ دانت پیسے۔ اور گھوڑے مہمیز کر کے اس کے حملہ کا مقابلہ کیا ✦ بھاری تلوار موسیٰ کے سر پر چمکی۔ مگر وہ ایک پہلو کی طرف ہٹ گیا۔ اور پلٹ کر اپنے خنجر سے ایک ایسی ضرب لگائی جوران کے جوڑ پر زرہ کو چیرتی ہوئی جسم میں گھس گئی۔ اور خنجر کے پھل کے ساتھ ہی خون کی دھار نکلی ✦ جب بہادر سواروں نے اپنے افسر کو خطرے میں دیکھا۔ تو اُن میں سے تین آدمی تیر کی طرح بڑھے اور موقعہ پر پہنچکر حریفوں کو جدا کر دیا ✦

موسیٰ نئی کمک کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ ٹھہرا۔ بلکہ میدان میں سرپٹ گھوڑا دوڑا کر تھوڑی دیر بعد اپنے منتشر سواروں کو فراہم کر کے ہسپانیوں کی باقی ماندہ فوج کو پھر نشیب کی طرف ہٹاتا ہوا دکھائی دیا ✦

شہسوار ولیدا نے نہایت تلخ اور مایوسانہ انداز سے کہا "ہمارا آخری وقت آن پہنچا میرے دوستو اب ہمارے لیئے اس کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ کہ اپنی جانیں قربان کر دیں اور ایک نظیر قائم کریں۔ کہ ہسپانی جنگجوؤں کو کیونکر زندہ رہنا اور کیونکر مرنا چاہیئے خدا اور مادرِ مقدس ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور عذاب قبر کو مختصر" ✦

جوں ہی وہ اس طرح للکارا۔ کچھ فاصلہ سے ایک بوق کی صدا سنائی دی۔ شہسواروں کے حوصلے تازہ ہو گئے۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آنے لگیں ✦ اسٹیون ڈی سوزان نے رکابوں میں کھڑے ہو کر کہا "اب ہم بچ گئے" اس نے یہ کہا ہی تھا۔ کہ موری سوار ایک اُمڈے ہوئے دریا کی طرح اس مختصر گروہ پر آ پڑے ✦ اسٹیون نے دیکھا۔ کہ موسیٰ بن ابی غازان کی سیاہ چمکیلی آنکھیں اور کانپتے ہوئے ہونٹ اس کی جانب متوجہ ہیں ✦ اس عالی نسب شہسوار کو شاید اس سے پیشتر کبھی محسوس نہ ہوا تھا کہ خوف کیا ہوتا ہے۔ لیکن اب کہ وہ اس زبردست دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوا تھا اسے احساس ہوا۔ کہ اس کے دل نے دھڑکنا بند کر دیا ہے ✦

ڈی سوزان نے سوچا۔ ملک الموت اس کی تلوار کا رفیق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں نے بھی

کل صبح ہی اعتراف گناہ کیا ہی + اس خیال نے اس کی اصل قوت کو بحال کیا۔ اور وہ
گھوڑے کو مہمیز کر کے آگے بڑھا کہ مُوری خنجر کے وار کا مقابلہ کرے :۔

اس کے اچانک حملہ سے موسٹے مبہوت سا ہوگیا۔ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی
کیونکہ عرصۂ کارزار نعشوں سے پٹا پڑا تھا۔ اور ہر قدم خونی زمین پر لغزش کھاتا تھا۔
اس کا بلند خنجر اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا۔ کہ ڈی سوزان کے تنومند بازو کے بھرپور وار
کی قوت کو کم کردے۔ لیکن شہسوار کی بھاری تلوار خنجر کو دبا کر مسلم کی دستار پر اُتری
اور اُس کی تہوں کو درمیان سے چیرتی ہوئی چلی گئی۔ صرف فولادی زنجیریں جو
دستار کی حفاظت کرتی تھیں۔ سدِ راہ ہوئیں۔ اس صدمہ سے مُور زمین پر گر پڑا
اور اپنے حریف کے گھوڑے کے نیچے لوٹنے لگا :۔

شہسوار چلایا " فتح سینٹ یاگوکی۔ موسٹے ...."

لیکن یہ فقرہ ہمیشہ کے لیے ناتمام رہ گیا۔ گرتے ہوئے مُور کا خنجر اس سے پیشتر
ہی ڈی سوزان کے گھوڑے کے جسم میں گھونپ دیا گیا تھا۔ گھوڑا اور سوار دونوں
گرے۔ ایک لمحہ کے بعد یہ دو بہادر خاک پر ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے
اور دوسرے لمحہ میں مُور کا چھوٹا سا خنجر جو وہ کمر میں لگائے ہوئے تھا۔ عیسائی کے
خود کو چیر کر دماغ میں جا اُترا +

گھوڑا قریب ہی بے حس و حرکت گھمسان کے ہنگاموں میں دوبارہ ظاہر ہونے کو
کھڑا تھا۔ جس پھُرتی سے موسٹے نے بدقسمت ڈی سوزان کو قتل کیا تھا۔ اُسی پھُرتی سے
وہ از سرِ نو اُس گھوڑے پر سوار ہوگیا لیکن موروں کی قسمت کا آفتاب جو اس دن فتح و نصرت
کے پھریرے اُڑاتا ہوا برآمد ہوا تھا۔ اب کچھ دُھندلا ہونے لگا :۔

عیسائیوں کی کمک میں جگمگاتے ہوئے سوار میدان میں سرپٹ آتے دکھائی
دے رہے تھے۔ اور اس سے بھی بہت دُور فاصلہ پر ہسپانیہ کا پرچم شاہی جو گرد و غبار
کی کالی گھٹا میں سے نہایت دُھندلا دکھائی دیتا تھا۔ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ فرڈی ننڈ
خود اپنے سواروں کی امداد کو کمک لئے ہوئے بڑھا آرہا ہی :۔

خود موروں کی مدد کو بھی بہت زیادہ اور پُراسرار فوجیں دفعتاً اور غیر متوقع طور پر
جنگلوں پہاڑوں غاروں اور آس پاس کے علاقہ میں سے نکل پڑی تھیں۔ اور
ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی سحر وفسوں کے زور سے زمین کے سینہ میں سے ابھر آئی
ہیں۔ لہذا وہ بھی نئے دشمن کے مقابلہ کے لیئے ہر طرح تیار اور مستعد تھے۔ جنگ آزمودہ
موسیٰ کے حکم سے وہ پیچھے ہٹے۔ اپنی صفیں مرتب کیں۔ اور اس مہلت سے فائدہ
اُٹھا کر اس کار آمد مقام پر قبضہ کر لیا جہاں کی ناہموار زمین اور گنجان درخت ان کے
تیروں اور پھرتیلے گھوڑوں کی اچھی طرح پردہ داری کر سکتے تھے۔ انھوں نے ایک ایسی
مستحکم صف قائم کرلی۔ جس پر پالس ڈی لیون نے بھی جو اب خود آن موجود ہوا تھا۔
حملہ نہ کرنا ہی زیادہ مناسب سمجھا۔ جس وقت ولینا غصہ سے کانپتی ہوئی آواز میں
مارکوئیس کیڈز کو بڑھنے کے لیئے کہہ رہا تھا۔ اُس وقت فرڈی نینڈ اپنے دربار کے
بہترین مصاحبوں میں گھرا ہوا فوجوں کی پُشت پر آن پہونچا۔ اور پالس ڈی لیون نے
چند باتیں کرکے اسے واپس ہٹنے کا اشارا کیا:۔

جب موروں نے بہادران ہسپانیہ کو دیکھا کہ پسپا ہو کر اپنے خیموں کی طرف
جارہے ہیں۔ تو موسیٰ بھی ان کے جوش کو نہ روک سکا۔ وہ بڑھ کر حملہ آور ہوئے اور
عیسائیوں کو ہراساں کرکے چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے جنگ کو طول دینے لگے:۔

یہ موقعہ تھا جب ہرنینڈو ڈل پلگا لیرنے جو پالس ڈی لیون کے ہمراہ آیا تھا۔ اپنی
اندھا دُھند قوت سے ایسے کارہائے نمایاں کیئے جو اب تک ہسپانیہ کے گیتوں میں
گائے جاتے ہیں۔ وہ ایک شہ زور گھوڑے پر سوار تھا۔ خود بہت بڑی طاقت کا آدمی تھا
تنہا حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ اور اپنی شمشیر دودم کی لپیٹ سے دشمن کے
بے شمار سپاہیوں کو خاک میں ملا جاتا تھا۔ اس نے بلند آواز میں موسیٰ کو اپنے مقابلہ
کے لیئے پکارا۔ لیکن مور نے کہ قتل وخون سے تھک گیا تھا۔ اور بمشکل ڈی سوزا کے
مقابلہ کے صدمہ سے سنبھلا تھا۔ ایسے مضبوط دشمن کو کسی آئندہ وقت کے مقابلہ کے لیئے اٹھا رکھا تھا
اس موقعہ پر کہ میدان بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے بھرا ہوا تھا۔

ہسپانیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت اپنے ہم وطنوں کی اصل جمعیت سے ملنے کے لئے درختوں کے ایک ایسے جھنڈ میں سے گزری۔ جو دشمن کے قبضہ میں تھا۔ وہیں مُورُوں کی ایک مساوی التعداد جماعت کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور دست بدست لڑائی کا ایک پرجوش معرکہ شروع ہوگیا + کفّار کے درمیان ایک شخص تھا۔ جو اس کشت و خون میں کچھ حصّہ نہ لے رہا تھا۔ اور کچھ فاصلہ پر کھڑا ایک تلخ تبسّم اور پراطمینان مسرّت سے چند لمحوں تک عیسائیوں اور مُوروں سے اس خوف ناک اور بے دروانہ قتل و خون کو دیکھتا رہا۔ اور پھر عام پریشانی سے فائدہ اُٹھا کر اور یہ سمجھ کر کہ اس وقت اسے کوئی نہیں دیکھے گا۔ اس منظر سے رخصت ہوگیا۔ لیکن اس کے مقدر ہی میں اس قدر خاموشی سے بچ نکلنا نہیں لکھا تھا۔ ایک ہسپانی نے اسے دیکھ لیا۔ اور اس کے عجیب اور غیر معمولی لباس کی وجہ سے اُسے ایک موری افسر سمجھا۔ اور جلد ہی المامن نے (یہ وہی تھا) اپنے روبرو ایک ایسے دشمن کی تلوار بلند ہوتی دیکھی۔ جو نہ امان دینے والا تھا نہ عذر سننے والا + اگرچہ اسرائیلی بہادر تھا۔ اور بعض وجوہ کی بناء پر وہ اس ہسپانی سپاہی سے ذاتی طور پر لڑنا نہ چاہتا تھا۔ مگر جب اُس نے دیکھا۔ کہ تفصیلی حالات بیان کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ تو اُس نے گھوڑے کو زور سے ایڑ لگائی۔ اور میدان میں سرپٹ دوڑا۔ ہسپانی نے اس کا پیچھا کر کے اُسے جا لیا۔ اور آخر کار المامن اپنی مغرور فطرت سے مجبور ہو کر تنگ آمد بجنگ آمد۔ بڑھا + خنجر پر ہاتھ ڈالا اور مقابلہ کو تیار ہو کر دانت پیس کر کہنے لگا "اے احمق لے آ۔ تجھے بھی ارمان نہ رہے"۔ مقابلہ طولانی اور سخت تھا۔ کیونکہ ہسپانی بھی بڑا مشّاق تھا۔ اور یہودی نے چونکہ کوئی زرہ بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ اور اس کے پاس ایک تیز خنجر کے سوا کوئی زیادہ مضبوط ہتھیار بھی نہ تھا۔ اس لئے اپنے بچاؤ کے لئے نہایت ہوشیاری اور پھرتی برتنے پر مجبور تھا۔ آخر کار دونوں حریف گتھ گئے۔ اور ایک باموقعہ وار سے المامن کا چھوٹا سا خنجر دشمن کے گلے میں گھس گیا۔ اور وہ اوندھا ہو کر زمین پر گر پڑا + جب المامن گھوڑے کی طرف پھرا تو اس نے سوچا کہ اب میں محفوظ ہوں۔ مگر کیا دیکھتا ہے

کہ ہسپانی جو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اپنے دشمنوں کو شکست دے کر اس پر جھپٹ پڑے ہیں"

فوج کا افسر للکارا "اطاعت یا موت!"

المامن نے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی امداد قریب نہ تھی۔ اس نے اپنے ہتیار ڈال دیے۔ اور ترش روئی سے کہا "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے اپنے خیمہ کو لے چلو"

ایک سپاہی نے اس کی باگ پکڑ لی اور اسے ہمراہ لے کر جلد پیا فوج تک آن پہنچے۔

اس اثناء میں شام کا اندھیرا زیادہ ہو گیا۔ چیخ پکار اور درد و کرب کی صدائیں رفتہ رفتہ مدھم پڑتی گئیں۔ لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ منتشر آدمی اپنی مختلف جماعتوں میں آن ملے۔ اور پہلے تارے کی روشنی میں مُوری فوج اپنے زخمی بھائیوں کو لے کر اور اپنی کامیابی پر خوشی سے پھولتی ہوئی پھر غرناطہ کے دروازوں میں داخل ہوئی اور روزِ جنگ کے مردِ میدان موسےٰ کا سیاہ رنگ راہوار سواروں کے عقب میں سے ہو کر افسردہ و تاریک محرابوں میں غائب ہو گیا۔

فصل سوم

بہادر دشمن کے قبضہ میں

اُسی حجرے میں اور تقریباً اُسی ساعت پر جس میں ہم پہلے ابو عبداللہ سے ناظرین کا تعارف کرا چکے ہیں۔ ہمیں پھر اس بدقسمت تاج دار کی خدمت میں باریابی حاصل ہوتی ہے۔ وہ تنہا نہ تھا۔ اُس کی منظورِ نظر کنیز امینہ قالینوں پر عیش پسندانہ انداز میں لیٹی تھی ابو عبداللہ غرفہ کے ساتھ کی جگمگاتی دیوار سے تکیہ لگائے نیچے کے منظر کو تفکر و محویت کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔ اور امینہ عاشقانہ تردد سے اس کے متفکر چہرے کو تک رہی تھی۔ موسےٰ کی واپسی پر اسے دور سے لوگوں کے نعرہ ہائے مسرت سُنائی دیئے۔ اور توپوں کی دنادن سے ان خبروں کی مزید تصدیق ہوئی۔ جو پیشتر ہی اس کے کانوں تک پہنچ چکی تھیں ؛

امینہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "جہاں پناہ سلامت رہیں۔ حضور کی افواج فتح پانے کے لئے گئی تھیں ؛

ابو عبداللہ نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "لیکن اپنے بادشاہ کے بغیر۔ اور ایک غدار شخص اور دشمن کی سرداری میں۔ آہ میں گردشِ تقدیر کے چکّر میں گرفتار ہوں" ؛

کنیز ہاتھ جوڑ کر مسند سے اُٹھی۔ اور ایک اضطراری جوش سے بولی۔ "خداوند کاش

میرے عاجز لب کلمات محبّت کے سوا کچھ اور الفاظ عرض کرنے کی بھی جرأت رکھتے "۔

ابو عبداللہ نے ایک خفیف تبسّم سے دریافت کیا " تب وہ کونسی دانشمندانہ تدبیر مجھے بتا سکتے۔ خیر کہو کیا کہتی ہو؟ "۔

امینہ نے اونچی آواز میں کہا " خواہ یہ حضور کے ملال کا باعث ہو۔ مگر میں حضور کے حکم کی تعمیل کرونگی "۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی۔ اس کے رُخسار دہک رہے تھے۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اور جسم کچھ پھیلا ہوا سا معلوم ہوتا تھا۔ وہ کہنے لگی " میں غرناطہ کی دختر ہوں۔ میں ایک بادشاہ کی منظور نظر ہوں۔ اپنے حسب ونسب اور اپنی خوش نصیبی سے وفا کرونگی۔ ابو عبداللہ اے بہادروں کے خاندان کی آخری یادگار! ان یاس انگیز خیالات کو دل سے نکال پھینک۔ ان شکوک وتوہمات کو دل سے دُور کر دے جو ایک عظیم الشّان فطرت اور شاہانہ رُوح کی آگ بجھائے دیتے ہیں۔ جاگ۔ اُٹھ۔ غرناطہ سے اس کا موسےٰ چھین لے۔ تو خود ان کا موسےٰ بن۔ اگر تو سحر وطلسم پر یقین رکھتا ہے تو انھیں اپنی ڈھال پر منقوش کرلے۔ انھیں اپنی تلوار پر لکھ لے۔ لیکن الحمرا میں محو خواب نہ رہ۔ اپنی قوم کا محسن بن! "

ابو عبداللہ مُنہ پھیر کر سامنے کھڑی ہوئی حُسن کی جوشیلی مورت کو تعجّب اور غیرت سے دیکھنے لگا۔ اور بولا " عورت کی زبان سے بھی میرے لیے لعنت وملامت ہی نکلتی ہے۔ خیر یوں ہی سہی "!

کنیز نے عاجزی سے گھٹنوں کے بل گر کر کہا " مجھے معاف کر مجھے معاف کر۔ لیکن مجھ پر الزام نہ لگا۔ اگر میں تجھے تیری شان کے شایاں بنانا چاہوں۔ اگر اپنی فوجوں کی سرداری میں تیرا اپنا خنجر دشمنوں کو ذبح کرتا۔ اور بہادر بادشاہ کی دہشت شعلہ خیزیوں اور خوں ریزیوں کے ساتھ پہاڑوں سے سمندروں تک پھیل جاتی تو کیا تو زیادہ خوش نہ ہوتا؟ تو کیا تیرا دل زیادہ سُبک اور تیری اُمید زیادہ قوی نہ ہوتی؟ ابو عبداللہ جس قدر تو مجھے اب محبوب ہے۔ اگر تو ڈارو کی ندی کا ایک غریب ماہی گیر بھی ہوتا۔ تو اسی قدر محبوب ہوتا۔ لیکن چونکہ تو بادشاہ ہے۔ اس لیے

میں تجھے ایک بادشاہ کی موت مرتے دیکھنا چاہتی ہوں - خواہ میرا اپنا دل اُس وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے - جب میں پہلی لڑائی کے لئے اپنے ہاتھوں سے تیرے ہتھیار سجاؤں "

ابو عبداللہ نے کہا " امینہ تو جو کچھ کہہ رہی ہے - اسے سمجھتی نہیں - تو یہ بھی نہیں بتا سکتی - کہ کونسی روحیں ہیں - جو دُنیا سے تعلق نہیں رکھتیں - اور اقوام کے حکمرانوں کے افعال کی راہ نمائی اور قسمتوں کی محافظت کرتی ہیں - اگر میں التواء کرتا ہوں - اگر میں لیت و لعل کرتا ہوں - تو اس کی وجہ خوف نہیں مصلحت ہے - برق و رعد کی چمک اور کڑک پیدا ہونے سے پیشتر سیاہ اور سُست خرام بادلوں کا جمع ہونا ضروری ہے "

ایک سکون پذیر اور درشت آواز نے کہا " تو بادلوں کو خود اپنے گھر پر جمع ہونے کا موقعہ دے رہا ہے - اس لیئے تیرے گھر پر عنقریب بجلی گرے گی "

ابو عبداللہ چونک پڑا - کمرے میں ایک اور نسوانی ہستی کھڑی تھی - جس کی عمر ادھیڑ سے متجاوز تھی - اور قد و قامت حاکمانہ - اس کے نیچے تک لٹکتے ہوئے سُرخ لباس پر کارچوبی کام بنا ہوا تھا - اور جواہر شاہوار جڑے ہوئے تھے - اس کے سیاہ گیسو جس میں سفیدی کی ہلکی سی جھلک تھی - اس کی پُرشکوہ پیشانی کے دونوں طرف لہرا رہے تھے اور دوپٹہ کی تہوں پر ایک چھوٹا سا تاج جگمگا رہا تھا

ابو عبداللہ نے کسی قدر پُر نخوت لہجہ میں کہا " اماں جان آپ کی موجودگی غیر متوقع ہے "

عائشہ نے (یہ حقیقت میں وہی نامور پُر تمکنت اور پُر جوش ملکہ تھی) کہا - " درست ہے - میں تمہارے سب خیر اندیشوں کی طرح ناخواندہ مہمان ہوں لیکن تمہاری ماں کی موجودگی اُس زمانہ میں تو ایسی ناگوار نہ تھی جب اس کی تدابیر اور لیاقت نے تمہیں اُس تہ خانہ سے رہائی دی تھی - جس میں تمہارا درشت مزاج باپ تمہارے مٹ جانے کے لئے ڈھال رہا تھا - اور خنجر یا زہر کا پیالہ ہی وہ کنجیاں تھیں جو قید خانہ کے دروازہ کو کھول سکتی تھیں "

" اور بہتر ہوتا - اگر تو اپنے بدبخت بیٹے کو جسے تو نے جنا اسی حالت میں رہنے دیتی

کہ جوانی میں عزت کی موت مرتا۔ لوگ اُس کی جوان مرگی پر آنسو بہاتے۔ اور اس سن کہولت کو نہ پہنچتا۔ جبکہ اسے منحوس اختر قسمت اور ظالم تقدیر سے کشمکش کرنی پڑی ہے۔"

ملکہ نے کسی قدر بارعب اور حقارت آمیز رحم سے اس کی طرف دیکھ کر کہا "بیٹا۔ انسان کا اپنا اہتمام و انتظام اپنی تقدیر کو خود ڈھال لیتا ہے۔ اور بدبخت نہ کبھی دانا ہوا ہے نہ دلاور ہے۔"

ابو عبداللہ کا چہرہ جوش سے تمتما اُٹھا۔ بولا "اماں جان میں ابھی تک ایک بادشاہ ہوں۔ میں یہ مقابلہ کے جواب برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ چلی جائیں۔"

اس سے پیشتر کہ ملکہ جواب دیتی۔ ایک خواجہ سرا داخل ہوا۔ اور اُس نے ابو عبداللہ کے کان میں کچھ کہا۔

ابو عبداللہ نے فرحت و انبساط سے زمین پر پاؤں مار کر کہا "اخاہ۔ تو کیا وہ شیر کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس کے بھٹ میں آ رہا ہے۔ اس باغی کو یہ تو سوچنا چاہیے تھا کیا وہ تنہا ہے؟"

"عالی جاہ۔ وہ تنہا ہے۔"

"پہرہ داروں سے کہدو۔ کہ باہر ٹھیریں۔ تاکہ خفیف سا اشارا انھیں بلانے کو کافی ہو — امینہ رخصت اے محترمہ —"

عائشہ نے نمایاں جوش سے اس کی بات کاٹ کر کہا "کیا میرا قیافہ درست ہے کیا یہ بہادر موسےٰ غرناطہ کی اُمید اور اس کا پشت و پناہ ہے۔ جسے کل رات تو نا انصافی سے زنجیروں میں جکڑنا چاہتا تھا (زنجیریں! یا رسول اللہ کیا بادشاہ کبھی اپنے بہادروں کی جاں نثاری کا صلہ یوں دیا کرتے ہیں) کیا موسےٰ یہاں آیا ہے۔ اور کیا تو ُاُس سے اُس کے فیاضانہ اعتماد کا شکار بنانا چاہتا ہے؟"

ابو عبداللہ نے چیں بجبیں ہو کر کہا "محترمہ جائیے۔"

"میں بغیر زبردستی کے یہاں سے نہ ٹلوں گی۔ جب میں نے تجھے تیرے باپ سے بچایا تھا۔ تو ایک تجھ سے بھی زیادہ خونخوار طبیعت کا مقابلہ کیا تھا۔"

اچھا اگر آپ کی مرضی یہی ہے۔ تو ٹھہریے۔ اور دیکھئے کہ کس طرح بادشاہ دغاباز اور مفسدوں کو سزا دے سکتے ہیں۔ منصور۔ غرناطہ کے سورماؤں کو آنے دو"۔

امینہ غائب ہوگئی تھی۔ ابوعبداللہ گدیلوں پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ پریشان نہ تھا۔ مگر رنگ فق تھا۔ کچھ فاصلہ پر ملکہ سیدھی کھڑی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ سینہ پر باندھ رکھے تھے۔ پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور وہ استقلال کی تصویر بنی ہوئی تھی چند لمحوں کے بعد موسےٰ تنہا داخل ہوا۔ نہایت عاجزی سے مشرقی آداب بجا لاکر بادشاہ کی جانب بڑھا۔ اور اس کی روبرو نظریں نیچی کر کے اس انداز سے کھڑا ہوگیا کہ تعظیم و آداب شاہانہ کے باوجود اس کے طبعی وقار و تمکنت اور جبلی خودداری بدستور نمایاں تھی۔

ابوعبداللہ نے ایک لمحہ کے تامل کے بعد کہا "شہزادے۔ کل صبح جب میں نے تجھے طلب کیا تھا۔ تو تو نے میرے احکام کی تعمیل نہیں کی تھی۔ میرے اپنے الحمرا میں تیرے غلاموں نے بغاوت برپا کردی۔ انھوں نے اس قلعہ کو گھیر لیا۔ جس میں تو میرے احکام کے انتظار میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہ لوگ خلل انداز ہوئے۔ انھوں نے میرے احکام کی توہین کی۔ میرے محافظوں کو شکست دی۔ اور اس برج پر حملہ آور ہوئے جس کا محافظ تیرے بادشاہ کا علم تھا۔ وہاں کے بزدل اور مفسد حاکم نے تجھے باغی گروہ کے حوالے کردیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ رسولِ خدا کی قسم۔ تو نے جو میرا زندانی تھا اپنے قید خانہ کو چھوڑ کر میری ہی افواج کی سرداری کی۔ اور آج کے دن تو مفسد چھپا دشمن اور ان لوگوں کا راہنما بنا۔ جو اپنے بادشاہ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ آج تو بن بلائے میرے پاس چلا آیا ہے۔ اور میرے اپنے محل میں میرے برمحل غصہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ تیری بیباکی نے تجھے اندھا کردیا۔ اور تیری قسمت نے تجھے دھوکا دیا ہے۔ موسےٰ تو اس وقت میرے قبضہ میں ہے ——— کوئی ہے!"

یہ کہتے کہتے بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے کی پشت کی محراب حبشی محافظوں کی صفوں سے تاریک ہوگئی۔ جن میں سے ہر ایک کی قامت پست قد موروں کے مقابلہ میں

نہایت گراں ڈیل تھی۔ وہ عجیب ہونق اور جذبات انسانی سے معرا آلے تھے۔ کہ بغیر سوچے سمجھے مطلق العنان بادشاہ کے خونی سے خونی یا خفیف سے خفیف وہمی حکم کی تعمیل کریں وہ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے نقرئی چار آئینے اور لمبی لمبی جرکیاں ان کے سیاہ جسم کے مقابلہ میں نمایاں معلوم ہوتی تھیں۔ اور وہ اپنے کندھوں پر بڑے بڑے گرز اُٹھائے ہوئے تھے۔ جن میں بے شمار برنجی میخیں گڑھی ہوئی تھیں +

ذرا آگے ان کا افسر کھڑا تھا۔ اس نے پھانسی کا مہلک پھندا بے پرواہی سے اپنے بازو پر لٹکا رکھا تھا۔ اور اس کی آنکھیں متوجہ تھیں۔ اور بادشاہ کے خفیف سے خفیف اشارہ کی منتظر +

ابو عبداللہ نے اپنے قیدی سے کہا "دیکھ!

"میں دیکھ رہا ہوں۔ اور پیش بینی کے مطابق بالکل تیار اور آمادہ ہوں"!

ملکہ کا رنگ فق ہو گیا۔ مگر وہ خاموش رہی +

موسےٰ نے گفتگو شروع کی +

کہنے لگا "امیر المومنین کل صبح اگر میں نے کوئی دوسرا طرزِ عمل اختیار کیا ہوتا۔ تو اُس کا انجام تیرے تخت اور ہماری نسل کی تباہی ہوتا۔ خونخوار دغریوں کو شبہ تھا۔ انھیں میری گرفتاری کا علم ہو گیا۔ انھوں نے نوجیں طلب کیں مجھے مخلصی دی۔ یہ صحیح ہے لیکن اگر اُسی وقت میں ان سے بحث شروع کر دیتا۔ تو اس کا وہی اثر ہوتا۔ جو پانی کی چند بوندوں کا بھڑکتی ہوئی آگ پر ہوتا ہے۔ انھوں نے یہ ٹھان رکھا تھا۔ کہ محل کا محاصرہ کرلیں۔ اور شاید وہ آپ سے مطالبہ کرتے کہ آپ تخت سے دست بردار ہو جائیں میں ان کے تُند جوش کو تو قابو میں نہ لا سکتا تھا۔ مگر اُسے دوسری طرف منعطف کر سکتا تھا۔ ان کے اس جوش و غضب سے میں نے مناسب فائدہ اُٹھایا۔ ان کے غصہ کو بادشاہ اور سلطنت اسلامیہ کی بغاوت سے ہٹا کر دشمنوں کی تباہی کی طرف متوجہ کر دیا۔ ادائے فرض کے بعد عیسائیوں کی تیغ سے بے ضرر بچ کر آیا ہوں۔ کہ اپنی گردن میں دوست کی پھانسی کا پھندا ڈلوا لوں۔ بغیر کسی شک و شبہ کے بغیر کسی کے

تعاقب کیے میں تنہا تیرے محل میں داخل ہوں۔ کہ شاہ غرناطہ پر روشن کردوں۔ کہ اس کے تخت کا محافظ۔ اس کی حکومت سے باغی نہیں ہے۔ اب محافظوں کو حکم دیجیے مجھے جو کہنا تھا۔ کہہ چکا +

ابوعبداللہ نے اپنے ایک ہاتھ سے چہرہ کو ڈھانپ کر ملائم آواز میں کہا۔ موسٰے! بچپن میں ہم دونوں اکھٹے کھیلتے تھے۔ اور میں ہمیشہ تجھ سے محبت کرتا رہا ہوں اب بھی کہ شاید میری سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ تیری وفا نے میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ تو میں اس نقصان کو صبر و شکر سے برداشت کر لوں گا +،،

شہزادہ نے تعجب و افسوس کی آواز میں کہا "کیا حقیقت میں تو موسٰے ابن ابی غازان کی وفاداری پر شبہ کرتا ہے؟ بدنصیب بادشاہ! میں سمجھتا تھا کہ میری نافرمانی نہیں بلکہ میری خدمات ہی مجھے مجرم بنا رہی ہیں +،،

ابوعبداللہ نے پریشان ہو کر کہا "میری رعایا مجھ سے کیوں متنفر ہے؟ میری افواج کیوں سرکشی کرتی ہیں؟ رعایا کا ایک شخص وہ اثر و اقتدار کیوں رکھتا ہے جو ایک بادشاہ حاصل نہیں کر سکتا؟،،

موسٰے نے دلیرانہ کہا "اس لئے کہ بادشاہ نے رعیت کے ایک شخص کو وہ اختیارات سونپ دیے ہیں جو اُسے اپنے لئے محفوظ رکھنے چاہئیے تھے"۔ اس نے جوش سے کہا "آہ ابوعبداللہ! میرے بچپن کے دوست قبل اس کے کہ ہم پر منحوس دن اپنا سایہ ڈالیں۔ اگر تیری قوت بازو اور تیرا دماغ غرناطہ کے جنگ جوؤں کے درمیان میری جگہ لے لے۔ تو میں بخوشی اس نیچے بہنے والے دریا کی سیاہ موجوں میں آرام کرنے کے لیے ڈوب مرونگا۔ مگر یہ نہ سمجھ۔ کہ یہ الفاظ میں صرف اپنی بچپن کی محبت کی وجہ سے کہہ رہا ہوں اور نہ سمجھ کہ میں نے اپنی زندگی تیرے ہاتھوں اسی استبداد آمیز اور غلامانہ وفاداری کی تقلید میں سونپ دی ہے۔ جیسے دُنیائے عیسائیت کا تقاضا ہے کہ شہسوار اور معززین اپنی زندگیاں ایک شخص واحد کے ہاتھ بیچ دیں۔ لیکن میرے تمام قول و فعل اس اصول کے ماتحت ہیں۔ کہ اپنے آبا و اجداد کا مذہب

اور اپنے مرزبوم کو بچاؤں۔ اسی لیئے میں نے اپنی زندگی دشمن کے مقابلہ میں خطرے میں ڈالی ہی۔ اسی لیئے میں اپنی زندگی اپنے ملک کے حکمراں کے حوالہ کرتا ہوں اگر غرناطہ کا بادشاہ اور رعیت دونوں متفق ہوجائیں۔ تو غرناطہ اب بھی سلامت رہ سکتا ہی۔ اگر غرناطہ کے فرزند اس منحوس ساعت میں ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے۔ تو غرناطہ ہمیشہ کے لیئے جاتا رہے گا۔ اس لیئے اے ابو عبداللہ۔ اگر میں تیری اپنی رعایا سے تیرے اتحاد میں درحقیقت سدِ راہ ہوں۔ تو فوراً مجھے اس سولی کے حوالہ کر اور یقین رکھ۔ کہ میری دعائے موت سلسلۂ مور کے آخری فرد اور موری خاندان کے آخری شہنشاہ کے حق میں ہو گی۔"

ملکہ اگرچہ معمولی غم والم یا نسوانی جذبات سے کبھی متاثر نہ ہوتی تھی۔ لیکن شجاعانہ جذبات پر بہت جلد آبدیدہ ہو جاتی تھی۔ وہ بمشکل اپنے آنسوؤں کو بصد کشمکش روک کر چلائی "میرے بچے۔ میرے بچے۔ کیا آخر کار تو قائل ہو گیا ہی؟"

ابو عبداللہ نے اظہارِ تمکنت کی ناکام و ناپائدار کوشش کر کے اپنا سر اٹھایا۔ نگاہ ماں کے چہرہ سے گزر کر دوست کے چہرہ پر جا ٹھیری۔ اور اس کے جذباتِ عالیہ ایک ناقابل مدافعت قوت سے عود کر آئے۔ اس نے اپنے آپ کو موسے کی آغوش میں ڈال دیا۔

اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا "مجھے معاف کر۔ میں کس طرح تیرے ساتھ یہ ظلم کر سکتا تھا۔؟" جب وہ اُس سینہ سے جدا ہوا جو حسیاتِ عالی سے معمور تھا۔ اور جس نے ایک لمحہ کے لیئے بھی کسی بزدلانہ کمزوری کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا تھا۔ تو اس نے پھر کہا "ہاں شہزادہ تیرے اعمال کے نمونہ سے مجھے شرم آتی ہی۔ لیکن اشتعال بھی پیدا ہوتا ہی۔ اب سے غرناطہ کے دو سردار ہونگے اور اگر میں نے تجھ سے رشک کیا۔ تو اس کی وجہ ایک سعیِ سبقت ہو گی۔ جو شاید تیرے نزدیک بھی قابل الزام نہ ہو۔ پہرہ دار و رخصت۔ منصور! او منصور! اعلان کر دے کہ کل پو پھٹتے ہی میں خود دیوار مسبلا میں افواج کا معائنہ کرونگا۔" لیکن یہاں اس کی

آواز کانپنے لگی۔ اور پیشانی تاریک سی ہوگئی" لیکن ٹھہر۔ علی الصبح تو خود میرے پاس آنا۔ میں تجھے خود احکام دونگا"

ملکہ نے چلّا کر کہا" آہ میرے بچے اب کیوں پس وپیش کرتا ہے؟ کیوں ڈگمگاتا ہے؟ اپنے شاہانہ منصوبے تو خود پورے کر۔ اور ۔۔"

ابو عبداللہ کے چہرہ پر حسبِ معمول پھر سرد مہری برسنے لگی۔ وہ بولا" محترمہ خاموش چونکہ اب تم اپنے بیٹے سے مطمئن ہوگئی ہو۔ اس لیے مجھے موسےٰ کے ہمراہ تنہا چھوڑ دو"

ملکہ نے ایک لمبی آہ بھری۔ لیکن ابو عبداللہ کے سکون میں کچھ ایسی بات تھی جس نے اس کے جوش وخروش کے اظہار سے بھی زیادہ ملکہ کو خائف و مرعوب کردیا۔ اس نے اپنا نقاب اچھی طرح سے پہنا اور آہستہ آہستہ بادلِ ناخواستہ حجرے سے باہر چلی گئی"

ابو عبداللہ جب شہزادہ کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ تو اس نے اپنی بڑی بڑی تفکر آمیز اپنے رفیق کی سیاہ آنکھوں میں گاڑ کر کہا" موسےٰ جب اپنے ایام طفلی میں ہم باہم باتیں کیا کرتے تھے تجھے یاد ہے۔ کہ اکثر وہ گفتگو ان متبرک و پُر اسرار مضامین کی جانب منعطف ہوجاتی تھی جن کے متعلق ہماری آبائی سرزمین کے دانشمندوں نے اپنی عمیق ترین معلومات کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً ستاروں کے معمّے۔ تقدیر کا علم۔ تاریک مستقبل کے متعلق جس میں اقوام وافراد کی قسمتیں مستور ہیں مجنونانہ جستجو۔ موسیٰ تجھے یاد ہے میری زندگی کے نشیب و فراز اور غموم و الام میرے زمانہ طفلی کے عجیب واقعات جنہوں نے مجھے گہوارہ ہی میں الزوغیبی کا لقب دیدیا۔ میری دنیاوی تقدیر کی آزمائشوں کے متعلق درویشوں اور منجموں کی نامبارک پیشین گوئیاں غرض ان تمام چیزوں نے مجھے اس قسم کے مضامین کے مطالعہ کی طرف مائل کردیا تھا۔ تو ان تفکرات یا ہمارے آبائی علوم کے ذخیروں سے متنفر ہیں۔ اگرچہ میرا میلانِ طبع میری طبیعت کے برعکس غور وفکر میں مصروف رہنے کی بجائے ہمیشہ مصروفِ کار رہنے کی طرف ہے۔ تیرا عقیدہ تیرے ارادوں کو مورا متاثر نہیں کرسکتا۔ لیکن میری حالت اور ہے۔ زندگی کا ہر واقعہ میرے میلانِ طبع کو تقویت دیتا گیا۔ اور اپنی قسمت کے اس نازک مرحلہ میں میں نے اپنے آپ اور اپنے تخت کو انسانوں کی بجائے ارواح کی حفاظت کے

سپرد کر رکھا ہی۔ یہی وجہ ہی کہ میرا محرا ہیں بے کار لیٹے رہنا۔ اور رعایا کی بغاوت دونوں باتیں میری قسمت کے موافق پڑ رہی ہیں۔ جب دشمنوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور دوستوں نے بے وفائی کی تو میں مسکراتا تھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا۔ کہ اگر یہ ساعت میری خوش قسمتی کی ہی۔ تو مجھے محافظ ارواح کی برکت اور ایک غیر مرئی مخلوق کی تلواروں کی امداد پر بھروسہ ہی۔ تو متعجب ہی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ سُن۔ آج سے دو رات پیشتر (بادشاہ خوف سے کانپ گیا) میں مردوں کے درمیان تھا۔ میرا باپ میرے سامنے ظاہر ہوا۔ اُس صورت میں نہیں جس میں میں نے اُسے زندگی میں دیکھا تھا۔ تنومند۔ دہشت ناک صحت اور طاقت سے اور سلطنت کی قوت سے معمور اور خوفناک جذبات کا شخص نہیں۔ بلکہ زرد اور خاموش اور سایہ کی مانند۔ اُس نے اُن لبوں سے جن پر عزرائیل نے اپنی مہر لگا دی ہی۔ مجھے نصیحت کی کہ میں تجھ سے خبردار رہوں!"

بادشاہ دفعتاً رُک گیا اور موسےٰ کے چہرہ پر اپنے الفاظ کا اثر تلاش کرنے لگا۔ لیکن موسےٰ کے پُرشکوہ سانولے چہرہ پر ضمیر کے تازیانہ کا کوئی نشان عیاں نہ ہوا۔ جذبۂ رحم کی ایک ہلکی سی مسکراہٹ ایک لمحہ کے لئے اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ لیکن بادشاہ کو علم ہونے سے پیشتر ہی غائب ہوگئی + ابو عبداللہ نے پھر سلسلۂ گفتگو جاری کیا:۔

"اس تنبیہ کے مطابق میں نے تیری گرفتاری کا حکم نافذ کیا۔ خیر اس کا ذکر جانے دے میں اپنی داستان ہی سُناتا ہوں۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے آپ کو اس سایہ کے قدموں میں ڈال دوں۔ لیکن وہ غیر محسوس طور پر اور بے حس و حرکت میرے قریب سے غائب ہوگیا۔ میں نے باپ کی رُوح سے پوچھا۔ کیا تُو نے اپنے بدنصیب بیٹے کا جرمِ بغاوت معاف کر دیا جس کی اسے دُنیا ہی میں کافی سزا مل چکی ہی؟ آواز آئی۔ ماضی کے گناہوں کے کفارے میں اس تاج کو قائم رکھو۔ جو تم نے حاصل کیا ہی۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا کام کرنے کا وقت آگیا ہی؟ اُس سایہ نے جو آہستہ آہستہ ہوا میں تحلیل ہو رہا تھا کہا ابھی نہیں۔ میں نے کہا کہ اس سے پیشتر کہ تو مجھ سے رخصت ہو۔ ایک ایسا نشان

مجھے دے جا۔ جس سے مجھے معلوم ہو۔ کہ میں نے یہ تصور خواب میں نہیں دیکھا۔ اور میں
تجھ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ جب میرے منحوس ستارے کا اثر دور ہو جائے۔ تو مجھے
اطلاع اور تنبیہ کرنا۔ کہ میں عالم بالا کی قوتوں کی مزاحمت کے بغیر اپنے تاج و تخت
اور شان و شوکت کے لیے کوشش کر سکوں، اس روحانی تصویر نے جواب دیا۔
تجھے نشان بھی دیا جائے گا۔ اور تنبیہ بھی، یہ کہہ کر روح غائب ہو گئی۔ چاروں طرف
انتہائی تاریکی چھا گئی۔ اور جب پھر ایک دفعہ ان چراغوں کی روشنی چمکی۔ تو کیا دیکھتا ہوں
کہ میرے روبرو ایک ڈھانچا شاہ غرناطہ کے لباس خسروانہ میں کھڑا ہے۔ اس کے مہیب
سر پر سلطانی تاج رکھا تھا۔ اور وہ ایک ہاتھ اٹھائے مقابل کی دیوار کی طرف اشارہ
کر رہا تھا۔ جس پر مدھم آگ کے ایک کرہ کی طرح ایک وسیع چکر لگا تھا۔ اور اس پر یہ الفاظ
کندہ تھے۔ (ہوشیار)۔ (خوف مت کر)۔ (مسلح ہو جا)۔ چکر کی سوئی تیزی سے
چاروں طرف پھر رہی تھی۔ وہ لفظ (ہوشیار) پر آ کر ٹھہر گئی۔ بس اس وقت سے
اب تک وہ سوئی اس سے آگے نہیں ہلی۔ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ تو بھی میرے
ساتھ چل کر وہ طلسمی کمرہ دیکھے۔ دیکھیں شاید کام کی ساعت آن ہی پہنچی ہو"+

موسےٰ نے کہا:"امیر المسلمین۔ داستان خوفناک اور مہیب ہے۔ لیکن مجھے معاف
کیجئے گا۔ کیا آپ تنہا تھے۔ یا وہ درویش الماسن بھی آپ کے ساتھ تھا؟"

ابو عبداللہ کا رنگ کسی قدر بدل گیا۔ اور اس نے ایک مبہم طریق سے کہا:"تو یہ
سوال کیوں کرتا ہے؟"

موسےٰ نے جواب دیا:"مجھے اندیشہ ہے۔ کہ وہ راستباز نہیں۔ عیسائی بادشاہ قوت
کی نسبت فریب سے زیادہ دشمنوں کو فتح کرتے ہیں۔ اور اس کے جاسوس اس کے سپاہیوں
سے بھی زیادہ خوفناک ہیں۔ مجھ سے خبردار رہنے کی آپ کو کیوں تاکید کی گئی ہے؟ مجھے
معاف کیجئے یہ صرف آپ کی بے عملی کا نتیجہ ہے+ اگر میں دغاباز ہوتا۔ تو آپ کو معلوم
ہونا چاہیئے کہ فرڈی نینڈ آپ کے تاج و تخت کو اس قدر خطرے میں نہ ڈال سکتا۔
جتنا آپ کی افواج کے سردار کا انتقام آپ کو نقصان پہنچا سکتا۔ آپ کو بے دست و پا

رکھنے کی یہ خواہش کیوں کی گئی؟ بہادر کے لئے ہر ساعت میں مفاد کے مواقع ہیں۔ لیکن ہمارے لئے ہر ساعت ہمارے خطرہ کے انذویاد کا باعث ہوتی ہے۔ اگر ہم نے موجودہ وقت پر قابو نہ پالیا۔ تو ہماری رسد کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اور قحط ایسا دُشمن ہے۔ کہ ہماری تمام شجاعت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ درویش کون ہے؟ ایک اجنبی جو ہماری قوم سے نہیں۔ ہمارے خُون سے نہیں۔ آج صبح میں نے اسے فصیل کے باہر ہسپانی خیموں کے قریب دیکھا تھا؟

پادشاہ نے جلدی سے کہا " اخّاہ! اور اُس نے کیا کہا؟

" کچھ نہیں۔ اشاروں میں باتیں کیں۔ اور آپ کے نام کے زیرِ سایہ پناہ لینی چاہی "

" ہیں! اسے کس طرح میرا نام لینے کی جُرأت ہوئی۔ وہ اشارے کیا تھے"؟

موسےٰ نے یہاں المامن کی ملاقات کا تمام ذکر دُہرایا۔ اس کا وہاں ٹھہرنا۔ جنگ میں اس کی غیر جانبداری۔ اور بعد میں ہسپانیوں کے ہاتھوں اس کی گرفتاری سب سُنادی۔ بادشاہ غور سے سُنتا رہا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر مطمئن ہو گیا +

کچھ تامل کے بعد بولا۔ " وہ ایک عجیب اور خوفناک شخص ہے۔ نہ پہرہ دار اسے روک سکیں گے۔ نہ سلاسل تھوڑی ہی دیر بعد وہ واپس آجائے گا۔ لیکن موسےٰ اکرم تو اب سے زندوں کے شکوک اور مُردوں کی تنبیہوں سے آزاد ہے " اور ابو عبداللہ نے سرگرمی سے کہا " میرے دوست تجھ جیسے شخص کے دل سے اعتبار کھو دینے سے بہتر ہے کہ ایک تاج کھو دیا جائے۔ بلکہ زندگی تک کھو دی جائے۔ آ۔ ہم طلسمی لوح کو دیکھیں۔ جب میں اُمید بھرے الفاظ کہتا ہوں۔ کہ شاید ساعت آپہنچی ہو۔ تو میرا دل اُچھل پڑتا ہے!"
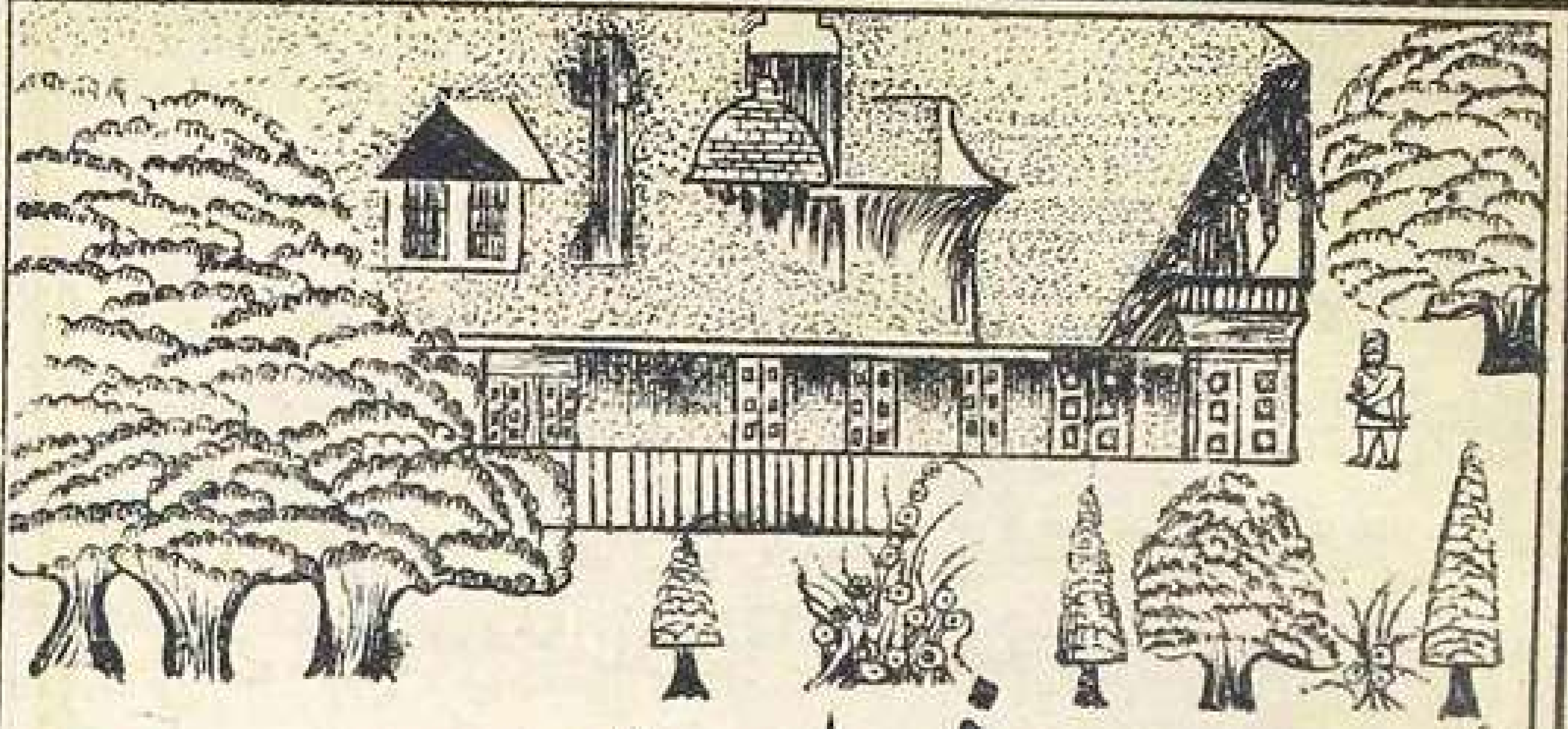
فصل چہارم

ابو عبداللہ کی فطرت کی تفصیل - موسےٰ اپنی محبوبہ کے چمن میں

موسےٰ ابن ابی غازان ابو عبداللہ سے ملاقات کر کے متفکر و افسردہ دل واپس آیا۔ اس کے دلائل اس امر میں ناکام رہے تھے۔ کہ بادشاہ کو اس طلسمی چکر کے حکم سے جواب تک اسے حملہ آوروں کے مقابلہ میں مسلّح ہونے سے مانع آتا تھا۔ تنفّر کر دیں۔ اور اگرچہ مرحوم خسروانہ کا سایہ ابھی اس پر سے نہ اُٹھا تھا۔ لیکن موسےٰ محسوس کرتا تھا۔ کہ جب تک بادشاہ اوہام یا مکر و فریب کا غلام ہی۔ اُس وقت تک ہر احتم نہایت موہوم اور غیر مستقل ہیں۔ لیکن وہ شریف جنگ جو جس کی طبیعت کو اُس کے مُلک کے مصائب نے حد درجہ بلند و پاکیزہ بنا دیا تھا جب اپنی طبعی غضبناکی میں ترقی کر رہا تھا۔ جب بھی ان آفات و مصائب کے مقابلے میں جو بادشاہ کی مسلسل غیر مستقل مزاجی سے غرناطہ پر نازل ہونے والے تھے اپنے متعلق کچھ نہ سوچتا تھا +

اس نے سوچا "یہ اتنا بہادر اور ایسا کمزور۔ لیکن اتنا ہٹ دھرم عقلمند فلسفی لیکن سریع الاعتقاد۔ اور سادہ لوح۔ بدقسمت ابو عبداللہ حقیقت میں ستارے تیرے مقابلے میں مصروفِ پیکار معلوم ہوتے ہیں۔ اور اُن کے اثرات نے تیرے تمام صفات و محاسن پر پانی پھیر کر تجھے مذبذب اور غلط کار بنا دیا ہی"+

غرناطہ کی تمام رعایا میں شاید موسٰے ہی ایک شخص تھا۔ جو اپنے بادشاہ کی حقیقی فطرت
کو سمجھتا تھا۔ لیکن وہ بھی اس کے پُر پیچ اور پُر اسرار دل کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا
ابو عبداللہ کوئی معمولی شخص نہ تھا۔ اس کا سینہ مہر و وفا کی سرگرمی اور فیاضی سے معمور تھا
مزاج کے لحاظ سے نہایت سلیم الطبع اور نیک نہاد تھا۔ اور گو پیش از وقت حکومت ہاتھ میں
لینے اور باغی رعیت اور ناشکرے درباریوں کے تلخ تجربوں نے اس کی فطرت کو
طبعاً مغلوب الغضب اور بدگمان بنا دیا تھا۔ لیکن ابتداءً اس کی طبیعت ان عیوب سے
بالکل پاک تھی۔ اور اب بھی اسے مراحم اور معدلت خسروانہ کی طرف آسانی سے مائل
کیا جا سکتا تھا۔ وہ اگر غیظ و غضب میں آگ تھا۔ تو عفو و تقصیر میں بھی عالی حوصلہ تھا
اپنی قوم اور زمانہ کے جملہ علوم متداولہ میں وہ ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور کم از کم مطالعہ
کے اعتبار سے فلسفی تھا۔ اور حقیقت میں مسائل ادق کے مطالعہ کا شوق بھی منجملہ
ان اسباب کے تھا۔ جنھوں نے اسے منصب شاہی اور لشکر آرائی کے ناقابل بنا رکھا
تھا۔ لیکن اس کی پیدائش اور عہدِ طفلی کے حالاتِ زمانہ ایسے تھے جنھوں نے اس کی
زیرک ذہانت کو متصوفانہ خیالات کا دل دادہ بنا دیا تھا۔ اور فلسفہ مابعد الطبعیات کو
عالم مافوق العادت میں پہنچا دینے سے انسان میں جو شبہات اور خوف اور غیر مستقل مزاجی
پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ وہ سب اس میں پیدا ہو گئی تھی۔ تاریک و منحوس پیشین گوئیوں سے
اس کے سر پر بے شمار بدشگونیاں منڈلا رہی تھیں۔ سب لوگوں کا اس امر پر اتفاق
تھا۔ کہ وہ مصیبت ناک انجام کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جب کبھی اُس نے ناموافق حالات سے
مدافعت کرنی چاہی۔ بظاہر کسی اتفاقیہ امر نے جس کا سان گمان بھی نہ تھا۔ بجلی کی
طرح ناگہاں گر کر اس جوان ہمت کی مساعیِ جمیلہ اور پختہ کار دانشمندیوں کے خرمن کو
جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ ایک تاریک و یاس انگیز بادل اس کے اوپر
گھر آ گیا۔ ہر چند عقائد اسلامیہ کی نسبت وہ نہایت ضعیف الاعتقاد تھا۔ لیکن عالی
حوصلگی و غیور طبعی اس امر کی بھی اجازت نہ دیتی تھی۔ کہ چُپ چاپ جابر سرنوشت
تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ اس لئے وہ مخالفِ جنات اور نحس ستاروں سے

مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر انسانی وسائل کے ذریعہ نہیں بلکہ روحانی طاقت سے۔ اس نے
اپنے ارد گرد بہت سے مشرقی اوہام پرست ساحر اور منجم جمع کر رکھے تھے۔ اور ایک
دوسرے ہی عالم کے تصورات میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اور دغا بازوں اور تخیل پسند
لوگوں کے وعدوں سے پھول کر اور اپنے دماغ کی تیز فہمی اور غور و خوض سے فریب
خوردہ۔ سحر و عملیات کی مدد سے اس عظیم الشان راز پر سے نقاب اُلٹنا چاہتا تھا۔
جو اُس کو اپنی بد قسمتی کے غیر طبعی دشمنوں کے جال سے آزاد کر دیتا۔ اور اُس کے
لئے باقی انسانوں کی سی آزادی مہیا کر دیتا۔ جس سے وہ مصائب اور خطرات کے
مقابل میں میدانِ مساوات میں زور آزمائی کر سکتا۔ چنانچہ اس طریق سے المامن نے
اس کے دماغ پر تسلط حاصل کر لیا۔ گو تمام دُنیاوی معاملات اور معقول علمی مباحث پر
ابو عبد اللہ بہترین دانشمندوں کو قائل کر سکتا تھا۔ لیکن اوہام کے مقابلہ میں ایک
بچہ بھی اسے بے وقوف بنا سکتا تھا۔ اس حالت میں وہ ایک قسم کا ہملٹ؎ تھا۔
جو اقبالمندی اور پُر سکون نصیبہ کے سایہ میں پروان چڑھا تھا۔ کہ دُنیا کو فیض
پہنچائے۔ اور شہرت کے آسمان پر چاند بن کر چمکے۔ لیکن اس پر ایک دوسرے
عالم کا ٹھٹھرا دینے والا سایہ پڑ چکا تھا۔ اس کی رُوح اندر ہی اندر منجمد ہو گئی تھی۔ اس کی
زندگی دیگر انسانوں کی زندگی سے علیحدہ بن گئی تھی۔ وہم و تحیّر کی غیر مرئی زنجیریں
اسے پیچھے کی طرف کھینچتی تھیں۔ اور حالات اسے آگے کو ڈھکیلتے تھے۔ اسے ایک
فوق العادت انجام ایک ایسے عجیب و غریب فلسفہ میں گھیرے ہوئے تھا۔ جو انسانی
اثرات و اسباب میں سے نہ تھا۔ اور وہ تمام ایسی خوبیوں کی موجودگی میں جو انسان
کے تمیازو تزئین کا باعث ہو سکتی ہیں۔ دفعتاً مفلوج ناتوانی ہو گیا تھا۔ عالم ارواح
اور دُنیائے فوق الادراک کے اسرار سربستہ دریافت کرنے کی کوشش کا انجام یہی ہونا تھا
اس کے ضمیر کی تیرگی کا اثر پوشیدہ الفعال ندامت سے اُور بھی عمیق ہو گیا تھا۔
اپنی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے جو اس کے بیش رَو کے ہاتھوں ہمیشہ معرض خطر میں
رہتی تھی۔ وہ اوائل عمر ہی میں اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرنے میں مصروف ہو گیا تھا

؎ شیکسپیر کے اسی نام کے ڈرامے کا ہیرو۔

ابو عبداللہ کے شریک بغاوت چچا الزغل نے اس خوف ناک بادشاہ کو ضعف علالت اور نابینائی کی حالت میں سلوبرنیا میں قید کیا۔ اور اُس کی فوری موت کی وجہ سے الزغل پر اُس کے مار ڈالنے کا شبہ کیا گیا۔ اگرچہ ابو عبداللہ کا دامن اس قسم کے گناہ سے پاک تھا لیکن وہ اپنے آپ کو ان اسباب کا ذمہ دار تصور کرتا تھا۔ جو اس واقعہ کے باعث ہوئے اور ایک سیاہ تصور جو اس کے ضمیر کو تاریک بنائے رکھتا تھا۔ اس کی اوہام پرستی کو مضبوط اور اس کے ارادہ کو کمزور بنائے دیتا تھا۔ کیونکہ انسان کو آشفتہ خیال کرنے کے لئے اس سے زیادہ مؤثر چیز کوئی نہیں۔ کہ اس کے فکرمند دل میں ندامت نشتر چبھوتی رہے +

غرناطہ کا بہادر نوجوان اپنے بادشاہ کی فطرت پر غور و خوض کرتا ہوا اور اپنے وطن کی تباہی کو مستقبل میں دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے قدم گویا نادانستہ اس کو لیلے کے مکان کی طرف لے چلے۔ وہ حسبِ معمول دیوار پھلانگ کر مکان کے نزدیک آیا۔ ہر طرف خاموشی اور ویرانی چھائی تھی۔ اس کے مقررہ اشارہ کا جواب نہ ملا۔ وہ دھیمی آواز میں گاتا رہا۔ لیکن کھڑکی نہ کھلی۔ کسی پری پیکر کے قدموں کی آہٹ جھروکے میں نہ سنائی دی۔ وہ اس جگہ سے مایوس اور افسردہ دل واپس پھرا۔ اور گھر آکر ایک مسند پر گر پڑا۔ لیکن دن بھر کی تھکن اور بے قراری بھی اس کی محروم خواب آنکھوں کو بند نہ کر سکی + اس کی دل و جان کی ملکہ اسرار کی تاریکی میں چھپی ہوئی تھی۔ ملاقات کہیں شاذ و نادر نصیب ہوتی تھی۔ عشق کی آشفتہ سری اور شاعرانہ وارفتگی ہسپانی مُوروں کی شجاعت کی جان تھی۔ ان تمام چیزوں نے یک جا ہو کر موسےٰ کے عشق میں ایسی گہرائی پیدا کر دی تھیں۔ جن سے آج کل کی حوصلہ پست کر دینے والی اور اُمنگوں کو مٹا دینے والی آب و ہوا کے مسلمان بالکل ناآشنا ہیں + اس کی سرگرم سے سرگرم جستجو لیلے کی اصل نسل اور حسب نسب کے نقاب کو ہٹا نہ سکی تھی۔ ہمسائیوں کو اس سنسان اور محفوظ گھر کے ساکنین کی نسبت بہت کم علم حاصل تھا۔ اس کی دیواروں کے باہر اگر کوئی انسان کبھی دکھائی دیتا بھی تھا۔ تو وہ ایک ضعیف یہودی تھا۔ جو اغلباً غیر ملکی غلاموں کا داروغہ تھا (کیونکہ کوئی مسلمان غلام کسی یہودی کی اطاعت کی توہین نہ برداشت کر سکتا تھا)

اور اگرچہ اس محل سرائے کی بے شمار دولت اور سامانِ عیش کے متعلق عجیب و غریب افواہیں مشہور تھیں لیکن غالب گمان یہ تھا۔ کہ کسی ایسے مُوری امیر کی جائے سکونت ہی جو خوشحال نہیں رہتا ہی۔ مگر ان دنوں میں لوگوں کے خیالات اس سے زیادہ اہم معاملات میں مصروف تھے + جب متواتر دو دن تک موسے ہر روز نا کام پلٹتا رہا۔ تو اس کی بیتابی اور پریشانی خبط سے فزوں تھی۔ اس نے قصد کیا۔ کہ دن رات مکان کے صدر دروازہ میں بیٹھا دیکھتا رہے۔ یہاں تک کہ اُسے گھر کا کوئی ایسا شخص ملے جس سے وہ اپنی محبوبہ کے متعلق استفسار کر سکے۔ اور کوئی لالچ دے کر اپنا کام نکال لے۔ چنانچہ جب وہ اس ارادے سے مکان کے گرد منڈلاتا پھر رہا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہی کہ مکان کے نیچے سے ایک خمیدہ قامت پیر فرتوت چپکے سے باہر نکل رہا ہی + وہ بڈھا عصا ٹیکے ہوئے آیا۔ اور باغ میں گھس کر حوض کے کنارے جھکا۔ کہ چاندنی میں پھولوں اور بُوٹیوں کو چُنے + اُس وقت موسے اُس کی صورت کو جو کسی قبرستان کے غول بیابانی سے بہت کچھ ملتی جُلتی تھی۔ دیکھ کر چونک سا پڑا۔ آخر اپنے خوف پر خود ہی مسکرایا اور خاموشی کے ساتھ تیز قدم اُٹھاتا ہوا۔ درختوں میں سے نکل کر اُس جگہ پہنچا جہاں وہ ضعیف شخص جُھکا ہوا تھا۔ اور اس سے پیشتر کہ اس کی موجودگی کا علم ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ بڈھے کے کندھے پر رکھ دیا +

یہ شخص شیمن تھا۔ اُس نے اشتیاق سے مُڑ کر دیکھا۔ اور اُس کے لبوں سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی +

مُور بولا" خاموش مجھ سے خوف نہ کھا۔ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ تو بڈھا ہی۔ اور بڈھا پا حریص ہوتا ہی" یہ کہتے ہی اس نے بہت سی اشرفیاں یہودی کی جیب میں ڈال دیں۔ بڈھے کے بھیانک خط و خال کو تبسّم نے اور زیادہ بھیانک بنا دیا۔ اس نے موسے کا عطیہ قبول کر کے پوپلے مُنہ سے کہا۔

"سخی نوجوان۔ فیّاض۔۔ رحم دل۔ اچھے نوجوان!"

موسے بولا" اب مجھے یہ بتاؤ۔ تم اس گھر میں رہتے ہو۔ اس میں جو نوعمر لڑکی لیلیٰ ہی

مجھے اُس کا حال بتاؤ۔ وہ خیریت سے تو ہی؟"

یہودی نے جواب دیا" حضور مجھے یقین تو نہیں ہی۔ کہ وہ خیریت سے ہی؟"

"یقین تو نہیں ہی؟ کیا تجھے اُس کی حالت کا علم نہیں؟"

شمین نے جواب دیا" جی نہیں۔ میں نے کئی روز سے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ غرناطہ سے چلی گئی ہی۔ آپ یہاں اوس میں کھڑے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور اپنی صحت خراب کر رہے ہیں۔ اوس کا اثر بہت مضر ہوتا ہی خصوصاً ایسے چاند کے وقت یہ بہت ہی مضر ہوتی ہی"

مُوسٰی نے وحشت سے کہا" چلی گئی؟ غرناطہ چھوڑ گئی؟ آہ میری قسمت — آخر وہ کدھر گئی؟ یہ لے اور اشرفیاں لے لے۔ اور مجھے بتا۔ وہ کہاں گئی ہی؟"

" افسوس اے عالی حوصلہ نوجوان مجھے اس کا علم نہیں ہی۔ میں صرف ایک غلام کی حیثیت رکھتا ہوں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں"

" وہ کب واپس آئے گی؟"

" میں نہیں بتا سکتا"

" تیرا آقا کون ہی۔ اور یہ محل سرائے کس کی ہی؟"

شمین کا رنگ اُڑ گیا۔ پریشان اور خوف زدہ اُس نے چاروں طرف دیکھا اور کچھ توقف کے بعد جواب دیا" حضور وہ ایک افریقی مُور ہی۔ لیکن وہ بھی چلا گیا ہی۔ وہ شاذ و نادر ہی یہاں آتا ہی غرناطہ میں اب امن و اماں کہاں؟ اگر مجھ سے ہو سکے تو میں بھی چلا جاؤں"

مُوسٰی نے شمین کو چھوڑ دیا۔ شمین نوجوان کے پریشان چہرے کو ایک پُر عناد تبسّم سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اُسے انسان کی صورت سے نفرت تھی۔

" نوعمر بہادر۔ تو نے مجھ پر احسان کیا ہی۔ خدا تجھے اس ہلال کے سایہ میں خواب راحت نصیب کرے۔ خدا حافظ۔ ایک بوڑھے مفلس کو تو نے خیرات دی ہی۔ تجھ پر خدا برکت نازل فرمائے"

مُوسٰی نے اس کی کوئی بات نہ سُنی۔ چند لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اور پھر گویا اس نے ایک تلخ کشمکش کے بعد اپنے اوپر قابو حاصل کر لیا۔ لمبی اور سرد آہ بھری۔ اور دھیمی آواز میں کہا "تیرے لئے تیرا خدا حافظ۔ میں صرف غرناطہ کو چاہوں گا"

فصل پنجم

ابو عبداللہ کی اپنی رعیت سے مصالحت

کئی روز سے موروں اور عیسائیوں کے درمیان کوئی معرکہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ ڈی غنیڈ کی سرد مہر اور گہری حکمت عملی اس زبان سے متنبہ ہو گئی تھی۔ جو اُس نے موسیٰ سے مقابلہ کرنے میں اُٹھایا تھا۔ اور اب اُس کا قصد تھا۔ کہ اپنے آتش مزاج ماتحتوں کو بہت ضبط سے روک رکھے۔ اس نے تمام چھوٹی چھوٹی مصافوں کو روک رکھا تھا۔ کیونکہ ان میں فی الحقیقت موروں کا پلہ بھاری رہتا تھا۔ وہ صرف اُن دردں ہی پر قبضہ کرنے پر قانع تھا۔ جن کے ذریعے محصور شہر میں رسد آ سکتی تھی۔ اس نے اپنے خیمے کے گرد مضبوط قلعہ بندی شروع کر دی۔ اور موروں کے مقابلے میں جارحانہ کارروائی بند کر کے۔ اُن کی جرأت و طاقت کو آزمانے کا ارادہ کیا + المامن ابھی تک غرناطہ واپس نہ آیا تھا۔ اس کے متعلق بادشاہ کو خبر نہ پہنچی۔ اور اُس کی طولانی غیر حاضری نے ابو عبداللہ کی خاموش اور مُردہ قوتوں میں حیات تازہ پیدا کر دی موسیٰ کی مصاحبت ملکہ کی نصیحت اور معشوقہ امینہ کی جوش انگیز ترغیب۔ نے جس کے مقابلے میں سحر و طلسم اثر انداز نہ تھے۔ سوئے ہوئے شیر کی فطرت کو گدگدایا۔ لیکن ابھی تک اس کی افواج اور اس کی رعایا اس کے خلاف تھی۔ اور ممکن تھا۔ کہ اگر وہ

دیوارِ مبلاء میں ظاہر ہوتا۔ تو بغاوت برپا ہو جاتی۔ اس موقع پر خوبیِ قسمت سے دفعتاً اس کے حق میں رعایا کی اُلفت اور اعتماد دوبارہ عود کر آیا۔ اس کا تُند مزاج چچا الزغل جو کبھی تخت و تاج کے لئے اس کا رقیب تھا۔ اور جس کی دلیرانہ قوت۔ تجربہ کاری۔ اور فوجی حکمت عملی نے شہر میں ایک طاقتور جماعت کو اپنا حامی بنا لیا تھا۔ چند ماہ پیشتر فرڈی نینڈ سے مغلوب ہو چکا تھا۔ اور اپنی مقبوضہ مملکت کی حوالگی کے معاوضے میں اسے ایک بنجر اور پھوڑ علاقہ بخشا گیا تھا۔ اس کی شکست سے تمام مور اپنے بادشاہ کے خلاف برانگیختہ ہو گئے تھے + کیونکہ وہ سب تقریباً یک زبان ہو کر کہتے تھے۔ کہ اگر ابو عبداللہ مناسب طریق پر اس کی امداد کرتا۔ تو بہادر الزغل بھی اطاعت قبول نہ کرتا۔ اور الزغل کی شکست پر جو بے اطمینانی اور غیظ و غضب کے جذبات پھیلے رہنے کی وجہ سے ابو عبداللہ کو الحمرا کے مضبوط قلعے میں پناہ لینے کا معقول عذر ہاتھ آ گیا تھا۔ اب یوں ہؤا۔ کہ الزغل نے جس کو اپنے بھتیجے سے سخت نفرت تھی اور جس کی خوفناک فطرت اس اسیری میں بے چین اور مضطرب تھی۔ اس پیرانہ سالی میں اپنے ملک سے ایک نمایاں غداری کر کے اپنی تمام گزشتہ شہرت پر پانی پھیرنے کی ٹھہرائی + وہ چاہتا تھا کہ اس کا بھتیجا بھی اس کی طرح تباہ ہو جائے + چنانچہ انتقام کے سوا اَور سب باتوں کو بھلا کر اس نے اپنی رعایا کو مسلح کیا۔ مُلک میں سے گزرا۔ اور ایک بہادر فوج کو ساتھ لئے ہسپانی خیمے میں غرناطہ کے خلاف فرڈی نینڈ کا حلیف بن کر جا موجود ہؤا + جب موروں نے یہ سُنا تو ان کے غیظ و غضب کی حالت کا تصور کرنا ناممکن ہے۔ الزغل کے اس جرم نے لوگوں کو یکایک ابو عبداللہ کی جانب مائل کر دیا۔ ایک گروہِ عظیم نے الحمرا کو گھیر لیا۔ رو رو کر بہت منت سماجت کر کے بادشاہ سے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے ابو عبداللہ نے اپنے غیر مستقل ارادے پر مکمل فتح پائی۔ اس نے فوج کو دیوارِ مبلاء کے وسیع میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا + سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے پر وہ اپنے پورے اسلحہ سے مسلح ہو کر میدان میں ظاہر ہوا۔ موسیٰ اس کے دائیں پہلو میں تھا وہ خود بھی گلزارِ حُسن و شباب کا شگفتہ پھول تھا۔ اور ایک بار پھر اپنے آپ کو شجاع

جنگ جُو۔ اور بادشاہ محسوس کرنے پر نازاں تھا۔ لوگوں کی خوشی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا
ابوعبداللہ زندہ باد کے نعروں سے ہوا کا دامن چاک چاک ہو رہا تھا۔ ابوعبداللہ
کی ساری رُوحِ حیات اس کی پیشانی پر چمک رہی تھی۔ اس نے مُڑ کر موسےٰ کی طرف
دیکھا اور کہا "وہ ساعت مقررہ آ گئی۔ اب میں الزغیبی نہیں رہا!"

فصل ششم
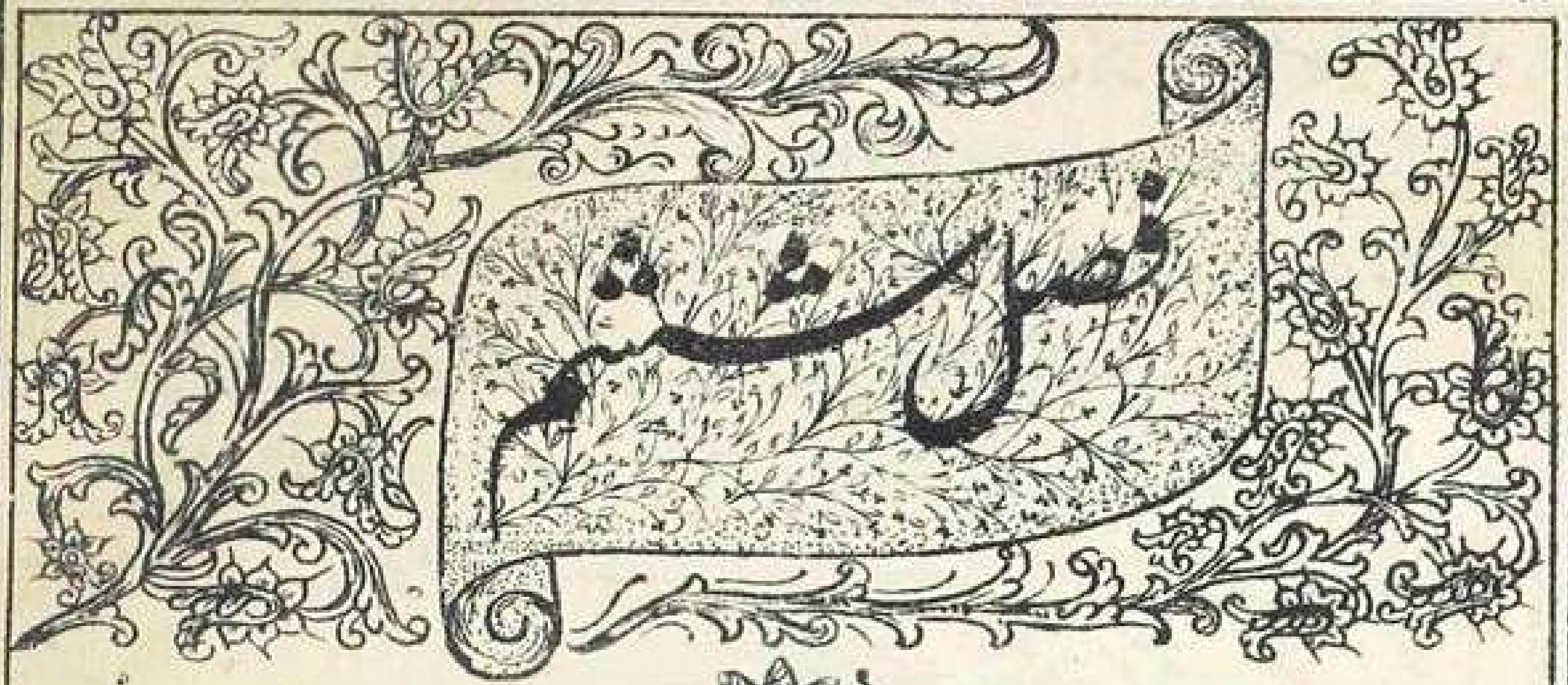
لیلے ۔ اس کا نیا چاہنے والا ۔ ہسپانیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کے پہلے مقتدا کا مرقع

غرناطہ کا یہ حال تھا ۔ اب ہم اپنی داستان کی اس فصل کو عیسائی خیمہ گاہ سے شروع کرتے ہیں + ملکہ ازابیلا کے خیمۂ شاہی کے گرد خیموں کا ایک شہر آباد ہے ۔ ان میں ملکہ کی کنیزیں رہتی ہیں + ایک خیمے میں ایک نوجوان عورت تنہا بیٹھی ہے ۔ چونکہ شام کا دھندلکا بالکل تاریک ہو چکا ہے ۔ اس لڑکی کے جسم کا صرف خاکہ نظر آتا ہے اس کا غمزدہ انداز ۔ جھکا ہوا سر ۔ گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہاتھ ظاہر کر رہے ہیں ۔ کہ وہ غم و اندوہ کے سمندر میں غرق ہے +

اس نے سوچا ۔ آہ میں کس آفت میں پڑ گئی ۔ اے کاش میرے ابا یا میرے موسے کو خواب ہی میں اس جور و تشدد کا حال معلوم ہو جائے ۔ جو ان کی غریب لیلے پر کیا جا رہا ہے +

موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے اُبل پڑے ۔ اور رخساروں پر ڈھلک آئے ۔ اس وقت ایک گھڑیال کی آواز سُنائی دی ۔ جس سے سر عسکروں کو عبادت کے لئے مدعو کیا جاتا تھا ۔ کیونکہ فرڈی نینڈ اپنی تمام دُنیاوی تجاویز کو مذہبی جلبس میں پوشیدہ رکھتا تھا ۔ اور اپنی سیاسی جنگ کو مذہبی صلیبی جنگ کا رنگ دے رہا تھا + لڑکی گھٹنوں کے بل جھک گئی ۔ اور سوچنے لگی ۔ یہ آواز نصرانیوں کو اپنے

خدا کے حضور میں بلا رہی ہے۔ مجھ غریب قیدی کو بتا رہی ہے۔ کہ بے کسوں کا حامی خدا ہر لمحہ ہمارے قریب ہے۔ آہ اے پروردگار۔ تو نے ایامِ قدیم میں روت پر شفقت کی نگاہ ڈالی تھی۔ جب وہ اناج کے کھیتوں میں کھڑی تھی۔ تو نے لق ودق میدان اور اغیار کی سرزمین میں اپنی برگزیدہ اُمت کی حفاظت کی تھی۔ مجھے امداد دے۔ اور میری حفاظت کر +

لیلےٰ اپنی خاموش اور رقت انگیز دعاؤں میں دیر تک اسی خشوع وخضوع سے مستغرق رہی۔ گھڑیال خاموش ہو گیا تھا۔ فضا میں بالکل سکون وسکوت تھا۔ خیمے کے دروازے کا پردہ اُٹھا۔ اور ایک نوجوان ہسپانی جو سر سے پاؤں تک ایک لمبے فرغل میں لپٹا ہوا تھا۔ سامنے آ کھڑا ہوا + وہ گھٹنوں کے بل جُھکی ہوئی دوشیزہ کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اور جب تک وہ اُٹھ کر کھڑی نہ ہو گئی۔ اس نوجوان نے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ وہاں موجود ہے +

پھر اس نے اس کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اے حسینہ! تو میرے خطوں کا جواب نہیں دیتی۔ تو مجھے دوزانو ہونا سکھاتی ہے۔ لے مجھے اپنے قدموں میں گرا ہوا دیکھ لے" +

لیلےٰ گھبرا گئی۔ اس کے چہرے سے انتہائی خوف ظاہر تھا۔ وہ بولی "شہزادے تو کیوں مجھے اس طرح ستاتا ہے۔ اور میری آبروریزی کے درپے ہوا ہے۔ کیا میں ایک یرغمال اور امانت ہونے کی حیثیت سے قابلِ احترام نہیں؟ اور کیا تو نے اس محبت کے بہانے سے جس میں تیری ذلت اور رسوائی ہے۔ مجھے اُس نیک نامی وعصمت اور سکون قلب اور اُن سب باتوں سے جو عورتوں کو عزیز ترین رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ محروم کرنے کی کوشش نہیں کی؟"۔

ڈان حُوآن نے ایک خفیف تبسم سے کہا "پیاری جو کچھ سُننے میں آیا ہے۔ وہ اگر غلط نہیں۔ تو تو نے اُس چار دیواری کے اندر وہ اخلاق سیکھے ہیں۔ جن سے مُوروں کی حسین لڑکیاں محض ناآشنا ہیں + مجھے اجازت دے۔ کہ میں تجھے

اس سے آسان تر اخلاق اور معقول تر منطق بتاؤں۔ تجھ جیسی حسینہ کی پرستش کرنا کسی عیسائی شہزادے کے لیے باعثِ توہین نہیں ہے۔ اور نہ ایک حسین پر غمال کے لئے ہی باعثِ ننگ ہے۔ اگر ہسپانیہ کا شہزادہ اُس پر دل وجان سے قربان ہو+ لیکن یہ تو محض تضیع اوقات ہے۔ جاسوس متجسس نگاہیں اور حاسدوں کی بدزبانیں ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اور جیسے آج میں ان سب کی آنکھوں میں خاک جھونک کر آیا ہوں اس طرح ہر روز آنا دشوار ہے۔ حسینہ میری گذارش سُن (اس مرتبہ وہ لیلےٰ کا ہاتھ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا جو اس کے پنجے سے چھوٹنے کے لئے لاحاصل کشمکش کر رہا تھا) یہ حجاب کیا ہے۔ ایک عورت کا دل کونسی ایسی خواہش کر سکتا ہے۔ جسے میری محبت تجھ پر نچھاور نہیں کر سکتی؟ اے ساحرہ بول۔ صرف ہاں کہہ۔ اور میں تجھے ان مناظر سے جو میری پیاری آنکھوں کو مرغوب نہیں ہیں۔ دور لے جاؤں گا۔ تو شہزادوں کی فرودگاہوں میں عیش کرے گی۔ نارنگی اور گلاب کے چمن میں اپنے دل دادہ کی داستان عشق سُنے گی۔ اور یقیناً اس آغوش میں آکر تو غیر مہذب وطن۔ ایک سوختہ اختر شہر کے لئے بے قرار نہ ہو گی + میری پیاری! اگر تیرا غرور تجھے فطرت کی آواز کی طرف سے بے بہرہ کر دے۔ تو سُن کہ ہسپانیہ کی مغرور ترین لڑکیاں اپنے آئندہ بادشاہ کی معشوقہ کے سامنے حسد آمیز احترام سے سر تسلیم خم کریں گی۔ آج رات کو۔ میری بات سُن۔ دیکھ سُن۔ آج رات میں تجھے یہاں سے اُٹھا لے جاؤں گا۔ تو صرف میری ہو جا۔ اور کچھ پروا نہیں۔ اگر تو بے دین اور کافر ہے۔ خواہ پادری تجھے کچھ ہی قرار دیں۔ لیکن بادشاہ اور کلیسا بھی تجھے میرے آغوش سے نہیں چھین سکتے+

ایک بھاری آواز سُنائی دی "دین دار مسیحی بادشاہ کے فرزند! یہ اچھی کہی"+ جوآن نے دیکھا۔ تو پادری ٹومس ٹارکویمیڈا شہزادے کے سامنے کھڑا تھا

جوآن نے اپنا ہاتھ یوں لیلےٰ سے علیحدہ کیا۔ گویا اس پر آسمان سے بجلی گر پڑی لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹا۔ اور پادری کی نگاہوں کے روبرو جو اس کو بڑھتی ہوئی تاریکی میں سے گھور رہی تھیں۔ نہایت خفیف و نادم و عاجز معلوم ہونے لگا+

ایک وقفے کے بعد پادری بولا "شہزادے ہمارا مقدّس کلیسا اس جرم کو تجھ سے منسوب نہ کرے گا۔ تو ایک سحر کے اثر سے بہک گیا ہی۔ جا!

گو ہسپانیہ کے محکمۂ احتساب کے مقتدائے اعظم۔ اس خوفناک انسان پادری ٹومس کا رعب غالب تھا۔ لیکن شہزادے نے بزبۂ آزادی کے ساتھ بے ساختہ اور کسی قدر مذاقیہ طور پر کہا "اے بزرگ پادری! ایسی ساحر آنکھوں نے فرڈی ننیڈ آف آراگون سے بھی زیادہ دین دار باپ کے دانشمند بیٹے کو مسحور کر دیا تھا"

پادری نے آہستہ سے کہا "تو بکتا ہی۔ شہزادے ہوش میں آ۔ تجھے علم نہیں۔ کہ تو کیا کہہ رہا ہی"

شہزادہ پہلے تو رُکا۔ پھر گویا یہ سمجھ کر کہ اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ اپنا لبادہ اچھی طرح لپیٹ کر جواب دیئے بغیر لیلےٰ کے خیمے سے نکل گیا +

لیلےٰ زرد رُو اور لرزاں پادری کے سامنے کھڑی تھی + اگرچہ جن تفکرات سے اس نے ابھی مخلصی پائی تھی۔ ان کی نسبت اس کے موجودہ افکار زیادہ مبہم اور دُور از قیاس تھے۔ مگر اس کا خوف کچھ کم نہ ہوا تھا +

پادری ٹارکویمیڈا نے کہا "بے ایمان کی دختر! بیٹھ ہم تجھ سے کچھ گفتگو کریں گے اگر تو اس کی قدر کرتی ہی۔ میں تیری رُوح کا ذکر نہیں کرتا۔ کیونکہ افسوس تجھے اس بیش قیمت گنجینہ کی خبر نہیں ہی۔ مگر اے عورت سُن۔ اگر تو اس نازک جسم۔ اس حُسنِ دل فریب کو محفوظ رکھنا چاہتی ہی۔ تو میرے استفسارات کا صحیح صحیح جواب دے + جو شخص تجھے یہاں لا کر چھوڑ گیا ہی۔ کیا وہ حقیقت میں تیرا باپ ہی؟"

لیلےٰ نے اس بد تہذیبی اور تہدید آمیز خطاب سے سہم کر کہا "ہاں وہ میرا باپ ہی"

"اور اس کا عقیدہ مذہب؟"

"میں نے اسے کبھی عبادت کرتے نہیں دیکھا"

"ہوں۔ وہ کبھی دعا نہیں کرتا۔ یہ قابلِ غور بات ہی۔ مگر اپنے آپ کو وہ

کس مذہب وملت کا کہتا ہی؟"

"میں تجھے اس کا جواب نہیں دے سکتی"

"نہیں۔ ایسے طریقے بھی موجود ہیں۔ جو تیری زبان سے جواب نکلوالیں گے۔ لڑکی ضد نہ کر۔ بول۔ کیا تیری دانست میں وہ مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھتا ہی؟"

غریب لیلےٰ نے نہایت شوق سے یہ سمجھ کر کہ کم از کم اس معاملے میں اس کا جواب قابلِ تسلیم ہوگا۔ جواب دیا "نہیں نہیں وہ مؤروں کے عقائد پر لعنت بھیجتا ہی۔ ان سے متنفر ہی۔ بلکہ بہت سختی سے ان کی تحقیر کرتا ہی"

"لیکن تو ایسی سختی سے مسلمانوں کے دین کو برا نہیں کہتی! اچھا تو کیا پھر وہ در پردہ عیسائی عقائد کا پابند ہی؟"

لیلےٰ نے سر جھکالیا اور کچھ نہ بولی

"میں تیری خاموشی کا مطلب سمجھتا ہوں۔ یہ بتا تجھ کو اس کے مکان کی چار دیواری میں کن عقائد کی تعلیم دی گئی ہی؟"

لیلےٰ نے استقلال سے جواب دیا "مجھے کچھ علم نہیں۔ کہ لوگوں میں وہ عقیدہ کس نام سے مشہور ہی۔ مگر وہ اُس خدائے واحد پر ایمان ہی۔ جو اپنے برگزیدہ بندوں کی حفاظت کرتا ہی۔ ظالموں سے انتقام لیتا ہی۔ زمین و آسمان کا خالق ہی۔ اور جس نے ہر زمانے میں ایک تنہا رہنے والی قوم کے وسیلے سے جو فلسطین کے میدانوں اور حبرون کے بانی کے پاس بستی تھی۔ بت پرست اور گمراہ دنیا کو اپنی ذات اور اپنی مقدس شریعت کا علم بخشا"

پادری نے متانت سے کہا "اچھا تو تیرے باپ نے تجھ کو اس عقیدے کی تعلیم دی ہی؟ بس اب میرا اطمینان ہو گیا۔ اب تو آرام کر عنقریب پھر ملیں گے" یہ آخری فقرہ ایک لطیف وسکون ریز تبسم کے ساتھ کہا گیا تھا۔ اور یہ وہ تبسم تھا جس میں محکمۂ احتساب کے مظلوموں کی پتھرائی ہوئی آنکھوں اور درد و کرب سے بیتاب دلوں کو اکثر عذاب اور تشدد کے آثار دکھائی دیتے تھے

پادری ٹومس بدنصیب اور افسردہ لیلےٰ کے خیمے سے نکل کر فرڈی نینڈ کے شاہی خیمے کی طرف گیا۔ لیکن وہاں پہنچنے سے پیشتر اسے کچھ نیا خیال سُوجھا۔ اور اس نے اپنا ارادہ بدل کر ایک ایسے چھوٹے سے گرجا کی راہ لی۔ جو کیتھولک ممالک میں عموماً پائے جاتے ہیں + یہ گرجا ایک چھوٹے سے جنگل کے وسط میں ندی کے قریب درخت کاٹ کر عجلت سے بنا لیا گیا تھا۔ اور شاہی خیمے کی پُشت کی جانب واقع تھا + جنگل کے راستے میں صرف ایک اکیلا سنتری اس مقدس مقام کی حفاظت کے لیے کھڑا تھا۔ اور لشکرگاہ کے شور و غوغا کے مقابلے میں اس مقام کا حد سے زیادہ سکوت و سکون بہت دل فریب معلوم ہو رہا تھا +

پادری گرجہ کے اندر داخل ہوا۔ اور جاتے ہی مقدس مریمؑ کے ایک جلدے مکرم ترین بُت کے سامنے دوزانو ہوگیا۔ اور یوں دعا مانگنے لگا۔ "اے مقدس مادر مہربان! تو اس مشکل مرحلے میں جس پر میں مامور ہوں۔ میری امداد کر + تو جانتی ہی کہ میں صرف تیرے اکلوتے بیٹے کے جلال کے لئے جیتا ہوں۔ یہی میری زندگی کا مقصد وحید ہی۔ مگر کبھی کبھی جسم کی کمزوری رُوح کو مغلوب کر لیتی ہی۔ اے رحم و فضل کی ماں! مجھے تقویت دے + جب بڈھوں اور ضعیفوں۔ نوعمروں اور حسینوں کے سامنے تیرا مقدس جلال ظاہر کرنا ہوتا ہی۔ تو میرا دل اندر ہی اندر ڈوبنے لگتا ہی مگر حسن و شباب ضعفِ پیری اور ڈگمگاتے قدم خالق کی نگاہ میں کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ ہم سب کے سب ادنے کیڑے ہیں۔ اور خدا کی نظر میں ایمان دار کے دل کے سوا اور کوئی چیز مقبولیت کے قابل نہیں ہی۔ شباب محرومِ ایمان۔ کہولت محرومِ دین۔ پاکیزگی محرومِ شان۔ اور عصمت محرومِ تقدس اپنی ظاہری خوبی کے سبب سے اور بھی زیادہ مکروہ اور قابلِ نفرت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک سفید رنگی ہوئی قبر اور جگمگاتا ہوا ملمع ہی۔ میں اسے سمجھتا ہوں۔ میں اسے خوب جانتا ہوں مگر میرے اندر بشریت کی کمزوریاں بہت ہیں۔ مجھے طاقت دے۔ کہ میں انھیں نوچ کر پھینک دوں۔ تاکہ بشریت کی کمزوری سے مقابلہ اور کشاکش کرتے ہوئے

تیرا خادم محض ایک آلہ رہ جائے۔ جس سے بے ایمانوں کو سزا ملے۔ اور کلیسیا کا اقبال بڑھے +

یہ کہنے کے بعد سسکیوں اور آنسوؤں سے پادری کا گلا خشک ہوگیا۔ وہ خاک میں لوٹنے لگا۔ سر کے بال نوچنے لگا۔ اور زور زور سے چلّانے لگا + اس کے جوشِ دعا کا اثر خوف ناک تھا + آخر اس نے اپنے لبادے میں سے ایک کوڑا نکالا جس میں چمڑے کے کئی تسمے تھے۔ اور ہر تسمے میں تیز اُنہیں خار لگے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا لبادہ پٹک دیا۔ اور اُونی کرتہ نوچ نوچ کر اُتار پھینکا۔ اور اپنی برہنہ پیٹھ پر یوں دیوانہ وار کوڑے برسانے لگا۔ کہ خون کے لوتھڑوں نے نیچے گر کر زمین کے سبزے کو ڈھانک دیا + اس خوف ناک نفس کُشی کے بعد جو ناتوانی پیدا ہوئی۔ اس سے درشت مزاج مجذوب کے حواس بجا ہوئے۔ اس کے اس چہرے پر تبسم نمودار ہوُا۔ جسے جسمانی تکلیف نے ذہنی اور خیالی کشمکس سے مخلصی دلائی تھی۔ اور جب اس نے اُٹھ کر لہولہان اور تھرتھراتے جسم کو اُونی کرتے سے ڈھانکا۔ تو بولا " اے مادر مہربان! اب تو مجھے تسلّی دینے اور مجھ پر فضل و کرم کرنے کی جانب متوجہ ہوئی ہے + جب مصیبت زدہ جسم پر اس قسم کی سخت ریاضتیں وارد کرنے سے رُوح کو تسلی و تسکین حاصل ہوتی ہے۔ تو اسی طرح یہ نمونہ بھی دکھا۔ اور آثار و قرائن ظاہر کر۔ کہ انسانوں کے جسم ان لوگوں کے ہاتھوں سے نہ بچ سکیں گے۔ جو دوسروں کی رُوحوں کی نجات اور اقوامِ عالم کو تیرے حلقۂ اقتدار میں لانے کی کوشش کرتے ہیں +

اس خیال سے پادری کے چہرے پر پہلی سی متانت اور سڑدھری ظاہر ہونے لگی۔ اور آخر اُس نے خون آلودہ کوڑے کو اپنے لبادے میں چھپا کر شاہی فرودگاہ کا راستہ لیا +

پادری پہنچا تو دیکھا۔ کہ فرڈی نینڈ فوجی تیاریوں کے بے انتہا مصارف کی جانچ پڑتال میں مصروف ہے۔ جس کے متعلق اُس نے اُسی وقت خزانچی سے کاغذات

حاصل کیے تھے۔ اور کفایت شعار مگر نمود و نمائش کے شوقین شہنشاہ کی پیشانی اس تنقیح مناسبات سے بہت تاریک نظر آرہی تھی ٭

بادشاہ نے بہت سنجیدگی سے کہا "اس جنگ مقدس میں سپاہ کی نجات میں نے حیرت انگیز گراں قیمت پر خریدی ہی۔ اگر بے دین عرصے تک اسی طرح اُٹھے رہے۔ تو پھر ہمیں اپنے آبا و اجداد کا سرمایہ بھی فروخت کرنا پڑے گا"

پادری نے جواب دیا "بیٹا فکر مت کر۔ جیسے اعلےٰ تیرے ارادے ہیں۔ ان کی تکمیل کے لئے قدرت خود دُنیاوی ذرائع پیدا کرے گی۔ تجھے شبہات کیوں ہیں۔ کیا وسائل تک تیری رسائی نہیں؟ انصاف یہ ہو کہ تجھے تنہا ان لڑائیوں کا بار برداشت نہیں کرنا چاہئے۔ جن پر تمام عالمِ عیسائیت کو فخر ہوگا۔ کیا اور مسیحی بادشاہ نہیں ہیں؟"

فرڈی ننیڈ نے جلدی سے قطع کلام کیا "محترم پادری۔ تو جو کچھ کہے گا مجھے اس کا علم ہی۔ تو یہ چاہتا ہی۔ کہ اور تاجدار روپیہ اور سپاہ سے میری اعانت کریں یہ خیال بہت مناسب ہی۔ مگر ٹومس وہ حریص اور حاسد ہیں۔ اور دولت کی دیوی نے اُن کے دلوں کو مسحور کر رکھا ہی"

"نہیں میرا اشارہ بادشاہوں کی جانب نہیں تھا"

بادشاہ نے بے صبری سے کہا "تو تیرا یہ مطلب ہی۔ کہ میرے اپنے امرائے سلطنت اور سرداران دربار اپنے خزانے دے ڈالیں۔ اور اپنے مقبوضات فروخت کر دیں۔ بے شک انھیں ایسا ہی کرنا واجب ہی۔ لیکن وہ پیشتر ہی جتنا کچھ ہماری ضروریات کے لئے دے چکے ہیں۔ اُس کے متعلق شکایت کرتے ہیں" ٭

پادری نے فوراً کہا "حقیقت میں ان عالی نژاد رئیسوں کو اس شوکت و عظمت سے محروم نہیں کرنا چاہئے۔ جو کلیسا کے بہادر طرفداروں کو حاصل ہونی لازم ہی۔ نہیں بیٹا میری بات سن۔ میں ایک ایسا ذریعہ بتاتا ہوں۔ جس سے بجائے دوستوں کے کیتھولک کلیسا کے دشمن سوروں کی بربادی کا سامان مہیا کیا

تیری سلطنت میں خصوصاً اُندلس کے تمام نومفتوح علاقے میں اور قرطبہ کی سلطنت میں بڑے بڑے دولت مند لوگ موجود ہیں۔ احشائے زمین ان ناپاک دفینوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جو انھوں نے عیسائیوں کے ہاتھوں سے لوٹ لوٹ کر جمع کئے ہیں۔ اور جنھیں وہ عیش وعشرت اور نفس پروری کے سامانوں میں صرف کرتے ہیں۔ میری مراد اس نسل سے ہی جس نے خداوند کو صلیب پر چڑھایا تھا"۔

"یہودی ؟ ہوں۔ مگر بہانہ ـــ ؟"

"بہانہ تو موجود ہی۔ یہی ملک فروش جس سے تو ملاقات کیا کرتا ہی۔ جس نے غرناطہ تیرے سپرد کرنے کا عہد کیا۔ اور دوسرے ہی روز موروں کے ساتھ مل کر ہمارے آدمیوں سے لڑتا ہوا پایا گیا۔ اور جس کے ہاتھ ایک ہسپانی شہید کے خون سے آلودہ تھے۔ کیا اُس نے اقرار نہیں کیا کہ اس کے بزرگ اسی ذلیل قوم سے تھے۔ کیا اُس نے اپنی قوم کے افراد کو عیسائیوں کے مساوی حقوق دیئے جانے کا تجھ سے مطالبہ نہیں کیا تھا۔ اور کیا جھوٹے بہانے سے وہ اپنی ایک ہم مذہب فاحشہ کو تیرے پاس امانت نہیں چھوڑ گیا۔ جس نے سحر اور شیطان کی امداد سے متقی اور دین دار عیسائی بادشاہ کے ولی عہد کے دل کو اپنے خمِ گیسو میں گرفتار کر لیا ہی"۔

بادشاہ نے برافروختہ ہو کر کہا "آہ یہ عیاش لڑکا ہمیشہ ہمیں بدنام کرتا ہی"۔

پادری نے بادشاہ کے دخل درمعقولات کا خیال نہ کر کے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا

"ہاں تو یہ حیلہ اس امر کے لئے کافی نہیں ہی۔ کہ اس تمام قوم سے ان کی زندگی کی قیمت حاصل کر لی جائے ؟ اس جہنمی سازش کا بیّن ثبوت ملاحظہ ہو۔ دُنیا کی اس مردود قوم نے ایک نہایت عیّار اور چالاک آدمی کو اس مقصد سے یہاں بھیجا کہ وہ حضور سے مساوی حقوق کا مطالبہ کرے۔ پھر اُس نے اُس فریب سے ولی عہد کو پھنسانے کی کوشش کی۔ جس کا شکار خود سلیمان ہُوا تھا۔ ان کا مقصد یہ ہی کہ اجنبی

عورت کا حسن ولی عہد کے دل و دماغ پر قابو پا جائے۔ تاکہ ہسپانیہ کی آئندہ حکومت میں یہودی لوگ عیاری سے اقتدار حاصل کر کے سلطنت میں دخیل ہو جائیں"۔

جب پادری نے دیکھا کہ فرڈی نینڈ نہایت توجہ سے اس کی بات سن رہا ہے۔ تو اس نے کہا "تجھے کیا علم ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے بعد یہودیوں کا دوسرا کام تجھے قتل کرا دینا ہو۔ تاکہ جلیل القدر اور ناقابل تسخیر فرڈی نینڈ کی جگہ مسحور یہودن کا غلام حکمران ہو جائے"

بادشاہ نے متفکر انداز سے کہا "ہاں یہ تو کافی بہانہ دکھائی دے رہا ہے۔ کہ ان زر پرستوں سے معقول رقم لی جائے ——————"

پادری نے کہا "گو بظاہر ہمیں یہ سوجھا ہے۔ کہ یہ چھپا ہوا یہودی اپنے غرناطہ اور اندلس میں رہنے والے عزیزوں کی شہ کے بغیر اتنے بڑے منصوبہ کا بار نہ اٹھا سکتا تھا۔ کیا مناسب نہ ہو گا کہ اس سے اور اس لڑکی سے بھی جو خیمے میں ہے اقبال کرایا جائے۔ تاکہ ہمارا طرزِ عمل پختہ شہادت پر مبنی ہو۔ اور نہ صرف بے دینوں کو کسی نکتہ چینی کی جرأت نہ ہو۔ بلکہ متقی اور منصف مزاجوں کو بھی پس و پیش نہ ہو۔ ملکہ عالم رحمدل بھی (مقدس فرشتے ان کی حفاظت کریں) ان کافروں کے حق میں ضرورت سے زیادہ نرم ہے۔ اور ...."

بادشاہ نے قطع کلام کر کے کہا "صحیح ہے۔ ہماری کارروائیوں کو حق بجانب قرار دینے کے لیے ملکہ ازبیلا کو ضرور قائل کرنا چاہیے"۔

یہ بھی ثابت کرنا چاہیے۔ کہ شاہی تخت اور بادشاہ کی جان خطرے میں ہے۔ اور سحر کا عمل اس لئے کیا جا رہا ہے۔ کہ ملکہ عالم کے لختِ جگر کو ایک یہودن کی محبت میں پھنسایا جائے۔ ساحری ہی بجائے خود ایک ایسا فعل ہے۔ کہ کلیسا جادو کرنے والے کو خارج کر دیتا ہے۔ یقیناً مخالفت کی بجائے ملکہ ہماری تجاویز کی معاون بن جائیں گی"۔

فرڈی نینڈ نے جوش سے کہا "مقدس دوست! تو ہمیشہ موجود اور آئندہ دنیا میں تسلی دینے والا ہے۔ یہ معاملہ ہم تیرے اور تیری ان طاقتوں کی تحویل میں دیتے ہیں جو تجھے عطا کی گئی ہیں۔ فوراً اس پر توجہ کر۔ وقت کم ہے۔ غرناطہ بھیرا ہوا ہے۔ اور

خزانہ خالی ہوا جاتا ہے"

پادری نے آنکھیں بند کر کے اور شکریہ کے چند الفاظ گنگنا کر کہا "بیٹا! تو نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ اب اس کام کو سر انجام دینا میرا کام ہے"

بادشاہ کا چہرہ کسی قدر متغیر ہوگیا۔ اور اس نے کہا "مگر ذرا ٹھہر۔ اندر میری عبادت گاہ میں آ۔ میرا دل بھاری ہے۔ میں اقرار گناہ کی تسلی کا خواہشمند ہوں"

پادری نے تعمیل کی - اور فرڈی نینڈ نے جس کی عجیب و غریب قابلیتیں ضعیف ترین اوہام سے آلودہ تھیں۔ اور جو سیاسی حکمت عملی کے ماتحت سزا دیتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی دل میں یقین رکھتا تھا۔ کہ وہ دین داری اور خدا ترسی کی وجہ سے سزا دے رہا ہے۔ اندر جا کر انفعال کے آنسوؤں کے ساتھ اوراد و وظائف کے قضا کرنے اور دیگر فرو گزاشتوں کا اقرار کیا۔ پادری کبھی اسے سرزنش کرتا۔ کبھی نصیحت اور کبھی تسلّی دیتا تھا۔ لیکن بادشاہ اور پادری میں سے کسی کو بھی یہ خیال نہ ہوا۔ کہ اپنے ہم جنسوں کو ایذا دینے یا ساری قوم سے جھوٹے بہانوں سے روپیہ لینے کا اقرار یا اُس کی توبہ اور تلافی بجائے خود اقرارِ گناہ یا کفارہ ادا کرنے کے قابل ہے؛

ساتویں فصل

مسندِ عدالت اور معجزہ

تاریک رات کی خاموشی۔ لشکر گاہ پر نیند کا سناٹا چھایا تھا۔ کہ اتنے میں چار سپاہی جو مقدس حلقہ کے اراکین تھے۔ اپنے ہمراہ ایک اور شخص کو پابجولاں لیے ہوئے خاموشی سے بادشاہی فرودگاہ کے قریب ایک بہت بڑے خیمے میں داخل ہوئے۔ خیمے کے اردگرد ایک عمیق خندق اور مضبوط پشتہ تھا۔ اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پہرہ دار موجود تھے۔ اس سے کیمپ کے اُس حصہ کی اہمیت ظاہر تھی۔ جس خیمے کی طرف سپاہی بڑھے۔ وہ وسعت میں شاہی خیمے سے بھی بڑا تھا۔ یہ کپڑے کا ایک چھوٹا سا محل تھا۔ جس کے چاروں طرف پتھر کی سنگلاخ دیوار تھی۔ اور کلس پر تاروں بھری رات میں ایک چھوٹا سا سیاہ پھریرا جس پر لمبی چوڑی سفید صلیب بنی ہوئی تھی۔ ہوا میں لہراتا نظر آتا تھا۔ سپاہی دروازے پر جا کر رُک گئے۔ قیدی کو دو بلند قامت پہرہ داروں کے سپرد کیا۔ اور اُن کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا اور جب وہ قیدی کو لے کر اندر چلے گئے۔ تو خود چُپ چاپ اور بے حس و حرکت مقررہ مقام پر پہرہ دینے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ تشدد آمیز خاموشی اور اہل اسپارٹا کا سا

انتظام اس فرقہ (سینٹ ہرمنداد) کا دستور العمل تھا ؎

قیدی جب اس خیمے کے قریب پہنچا۔ تو ایک لحہ کو ٹھٹک گیا۔ اور اِدھر اُدھر غور سے دیکھنے لگا۔ گویا وہ اس جگہ کو ذہن نشین کرنا چاہتا ہی۔ پھر ایک خاص انداز سے بے قراری کا اظہار کرکے اپنے محافظوں کے پیچھے ہولیا۔ پہلے وہ خیموں کے دو حصّوں میں سے گذرا۔ جہاں مدھم سی روشنی اور خاموشی طاری تھی۔ ایک آدمی سیاہ ڈھیلا لباس پہنے جس کے سینے پر سفید صلیب کا نشان بنا ہؤا تھا۔ نمودار ہؤا۔ ان سپاہیوں اور اس سیاہ پوش نے گونگوں کی طرح اشاروں سے کچھ باتیں کیں۔ اس کے لحہ بھر بعد المامن نے اپنے آپ کو ایک وسیع کمرے میں پایا۔ جس کے پردے سیاہ بھاری کپڑے کے تھے ؎ اس کمرے کے بالائی حصّے میں ایک قسم کا چبوترہ بنا تھا اور اُس پر ایک لمبی میز رکھی تھی۔ جس کے گرد آدمی بیٹھے تھے۔ اور ان کے وسط میں پادری ٹارکومیڈا ٹومس کی خاموش و درشت صورت نظر آتی تھی ؎ دو شخص خیمے کے دروازے کے محافظ تھے۔ جن کے لباس وضع و قطع میں اُسی شخص کی پوشاک سے ملتے جلتے تھے جس نے المامن کو ٹومس کے حضور میں حاضر کیا تھا ؎ وہ سب لمبے لمبے بھالے اور دو دھاری تلواریں اُٹھائے تھے ؎ اس یاس انگیز و منحوس کمرے میں صرف یہی لوگ موجود تھے ؎

یہودی نے کمرہ کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہؤا تھا۔ مگر آنکھوں سے نخوت اور حقارت ٹپکی پڑتی تھی۔ اور جب اس کی آنکھیں مذہبی پیشوا ٹومس سے دوچار ہوئیں۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ کہ دونوں جو طبیعت کی تندی اور جذبات کی سختی کے سبب سے عوام سے بالاتر تھے۔ نگاہوں کے زور سے ایک دوسرے کو مرعوب کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن حقیقت میں دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے انصاف کے ساتھ پیش نہ آرہا تھا۔ اور پادری کی سرد مہری سے ملی ہوئی نفرت نے المامن کی رعونت کو بیدار کر دیا تھا ؎

ٹومس نے نظر اُٹھانے میں سبقت کی۔ اور کہا "قیدی! تیری موجودہ حالت کے لیے

مناسب یہ تھا۔ کہ تیری نخوت کسی قدر کم ہوتی۔ اور تیرے چہرے پر ضد اور سرکشی کے آثار نہ ہوتے۔ مگر اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ ہماری کلیسا حلیم اور منکسر ہی۔ ہم نے تجھے یہاں نیک اور برادرانہ مقصد سے طلب کیا ہی۔ کیونکہ اگرچہ جاسوسی اور غداری کے باعث تو گردن زدنی ہی۔ مگر توبہ کرنے پر ہم بخوشی تیرے قصور بخش دیں گے۔ اُمید کو ہاتھ سے نہ دے۔ کیونکہ ہم سب کی فطرت کمزور ہی۔ اور زندگی کی مقتضی ہی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہی"۔

یہودی نے جواب دیا "پادری۔ اگر تو پادری کہلانے کا مستحق ہی۔ تو سُن۔ پیشتر ہی جب میں گرفتار ہو کر اس لشکر گاہ میں پہنچا تھا۔ تو میں نے افواجِ مُور میں اپنے روکے جانے کی وجہ بیان کر دی تھی۔ یہ شاہ ہسپانیہ کا جوشِ خدمت تھا۔ جس نے مجھے اس بلا میں گرفتار کر دیا۔ اس آفت سے آزاد ہونے پر جس میں میں اس کی خاطر اسیر ہؤا تھا۔ کیا شاہ ہسپانیہ ہی میرا دشمن اور مدعی ہو جائے گا۔؟ اگر اس بے بہا خدمت کا صِلہ میری جان کا خواہاں ہونا ہی۔ تو میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں جو بُرے سے بُرا سلوک تو مجھ سے کرنا چاہے تجھے اجازت ہی۔ اور اپنے آقائے نعمت سے یہ کہہ دینا۔ کہ جتنی فتح وہ تیس ہزار جنگ جوؤں کی امداد سے حاصل کر سکتا ہی۔ اس سے زیادہ نقصان اسے میری موت سے پہنچا ہی"۔

ٹومس نے حقارت سے کہا "اس بے سود بیہودہ گوئی کو بند کر۔ اور اب یہ نہ سمجھ کہ فرڈی نینڈ والیِ ہسپانیہ کی اعلیٰ ذہانت تیری باتوں کی شیرینی کے فریب میں آجائے گی۔ اب تجھے جہاں پناہ (جن کی خدمت کا تو دعوے کرتا ہی) کے ساتھ دغا کرنے کے الزام سے بھی بڑھ کر سنگین جُرم کا مرتکب قرار دیا گیا ہی۔ جس کے مقابل میں تجھے اپنے آپ کو بچانا ہی۔ ہاں چونکہ تو بے دین ہی۔ یہ تیری مرضی ہی۔ کہ تو معبودِ برحق کے حق میں کفر بکنے کی بجائے جواب دہی کر۔ اس حقیقت کا اقبال کر کہ تو بنی اسرائیل کی قوم و مذہب سے ہی"۔

یہودی کا چہرہ مکدر ہو گیا۔ مگر اس نے متانت سے کہا "انسان انسان کے

افعال کا منصف ہے نہ کہ اس کے خیالات کا۔ میں تیرے سوال کا جواب نہ دونگا۔"

"صبر کر۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع ہیں۔ جن کے مقابلے میں بڑے بڑے شیر مرد اور سنگ دل بھی عاجز آ چکے ہیں۔ سوچ سمجھ لے اور اقبال کر۔"

یہودی نے کہا "تیری دھمکیاں مجھے مرعوب نہیں کر سکتیں۔ لیکن میں انسان ہوں۔ چونکہ تو حقیقت سے واقف ہونے کا خواہاں ہے۔ تو مجھے عذاب دیے بغیر ہی اس کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ میں اسی نسل سے ہوں جس سے تیرے کلیسا کے رسول تھے۔ میں یہودی ہوں۔"

"یہ اقبال کرتا ہے۔ یہ الفاظ لکھ لو۔ قیدی تو نے بہت دور اندیشانہ جواب دیا ہے۔ اور ہم خداوند سے دعا کرتے ہیں کہ تو اسی طرزِ عمل کے باعث موت اور ذلّت دونوں سے بچ نکلے۔ اور کیا تیری لڑکی نے بھی اسی عقیدے کی تعلیم پائی ہے۔ جواب دے؟"

میری لڑکی! اُس پر تو کوئی الزام نہیں ہے۔ سینا اور ہوریب کے خدا کی قسم۔ تم اُس معصوم کے سر کا ایک بال بھی بینکا کرنے کے مجاز نہیں ہو۔"

ٹومس نے سردمہری سے اپنا سوال دُہرایا "جواب دے"۔

"میں جواب دیتا ہوں کہ وہ اپنے باپ کے عقائد کے خلاف پروان نہیں چڑھی"۔

پادری بولا "اس اقرار کو لکھ لو" اور پھر کسی قدر تامّل کے بعد گفتگو شروع کی۔

"صرف چند اور سوال باقی ہیں۔ اُن کا صحیح جواب دے۔ تو تیری جان بخشی کردی جائے گی۔ اُندلس کے یہودیوں کو اقبال مند اور با اثر بنانے کے متعلق تو نے سازش کی تھی۔ اور تو نے عیاری سے ہمارے خداوند کے مقلدین کے برابر انہیں حقوق دلانے کا مطالبہ کیا تھا۔ مجھے اس بات کی کچھ جستجو نہیں۔ کہ کن ناپاک طریقوں سے تو نے ہسپانیہ کے ولی عہد کو اپنی بیٹی کے شہوت پرست عشق میں پھنسانے کی سازش کی ۔۔۔۔ دیکھ چپکا کھڑا رہ۔ کیا اُندلس کے بعض یہودیوں نے تجھے شہ دی تیری معاونت کی یا تجھے اکسایا تھا؟"

المامن نے تندی سے چلّا کر کہا "پادری زبان سنبھال۔ تو نے میری

نورِ نظر کا نام لیا۔ کیا میں یہ صحیح سن رہا ہوں۔ کہ ایک بادشاہ اور کلیسا کے مقتدا کی مقدس حفاظت میں (میں تیری منت کرتا ہوں مجھے جواب دے) شاہی نسب کے کسی فرد کے عیاشانہ خطابات سے اس کی توہین کی گئی ہے۔ جلد جواب دے میں یہودی ہوں۔ لیکن انسان ہوں۔ اور ایک بیٹی کا باپ"

پادری جو زندگی کے تمام رشتوں سے آزاد تھا۔ ان جذبات کی حدت وحرارت نہ جانتا تھا۔ اس نے جواب دیا۔

"تیرا یہ جھوٹا جوش وغضب ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں نے تجھ سے جو سوال کیا ہے اُس کا جواب دے۔ اپنے معاونین کے نام بتا؟"

"میں نے تجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تو نے میری بات کا جواب دینے سے انکار کیا۔ میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ اور تجھے ذلیل سمجھتا ہوں۔ بس سمجھ لے کہ اب میرے ہونٹ سِل گئے"

مذہبی عدالت کے پیشوا تومس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ہاتھ بلند کیا۔ اس کے نائبوں نے ایک دوسرے سے سرگوشیاں کیں۔ ان میں سے ایک اُٹھا۔ اور خیمے کی پُشت پر پردے کے پیچھے غائب ہو گیا۔ فوراً پردے سرکے۔ اور قیدی کو ایک اندرونی کمرہ دکھائی دیا۔ جس میں کئی قسم کے آلات پڑے تھے۔ جن کی ساخت ہی ان کی ماہیت کے اظہار میں دھوکا دیتی تھی۔ اور کمرے کے وسط میں ایک شکنجے کے قریب ایک بلند قامت ڈراؤنا آدمی کھڑا تھا۔ جس کے بازو برہنہ تھے۔ اور آنکھیں قیدی کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

المامن نے ان خوفناک وزاروں اور تیاریوں کو بڑے استقلال سے دیکھا۔ خیمے کے دروازے کا پہرے دار آگے بڑھا۔ قیدی کے ہاتھوں اور بازوؤں سے بیڑیاں اُتار ڈالیں۔ اور اسے تعذیب کی مقررہ جگہ پر لے گئے۔

یہودی دفعتاً ٹھہر گیا۔

اس نے ایسے عاجزانہ لہجے میں جو اس نے تمام گفتگو میں اختیار نہ کیا تھا۔ کہا۔

"پادری! تو نے میرے اُجڑے گھر کی اکلوتی بیٹی کے متعلق جو بات کہی تھی۔ اس نے مجھے تھوڑی دیر کو محبت پدری کے باعث بیتاب اور پریشان کر دیا تھا۔ مجھے صرف ایک لمحے کو ہوش سنبھالنے کی مہلت دے۔ اور پھر تو جو کچھ پوچھے گا۔ میں بلاجبر و اکراہ اُس کا جواب دونگا۔ تُو اپنے سوال کو ایک دفعہ دُہرا دے؟"

پادری خود خوف سے ناآشنا اور تمام تکالیف سے بے پروا تھا۔ اور اس وجہ سے اُسے اَوروں پر ظلم کرنا معقول معلوم ہوتا تھا۔ وہ قیدی کی کمزوری اور ظاہری تلون پر نفرت سے مُسکرایا۔ لیکن چونکہ وہ تعذیب میں صرف تعذیب ہی کے خیال سے مسرت حاصل نہ کرتا تھا۔ اس لئے اس نے محافظوں کو حکم دیا۔ کہ اسرائیلی کو چھوڑ دیں۔ اور موقع کے اثر کا خیال کر کے ایسی آواز میں جو فطرتاً نرمی اور رحم دلی کی آواز تھی بولا۔

"قیدی! اگر ہم اپنے جسم پر اذیت برداشت کر کے تجھے عذاب سے بچا سکتے تو خدا گواہ ہے۔ ہم نہایت خوشی سے وہ تکالیف برداشت کرتے جو ہم نے نہایت رحم اور رنج کے ساتھ تیرے لئے روا رکھی ہیں۔ ٹھہر جا۔ ذرا دم لے۔ اپنے پریشان خیالات کو مجتمع کر۔ ہمارے سوال کرنے سے پہلے تین منٹ تک غور کر کہ تجھے کونسا رویہ اختیار کرنا ہے۔ مگر یاد رکھ ہماری مہربانی کو حقیر نہ سمجھ لینا۔"

الماسن کی آواز میں شکر گزاری کا رنگ تھا۔ اس نے کہا "بس یہ کافی ہے۔ میں تیرا ممنون ہوں۔" یہ کہتے ہی اس کا سَر نیچے سینے پر جھک گیا۔ جب اس نے اپنی لمبی عبا کے دامن میں چھپا لیا۔ گویا کسی گہرے خیال میں ہے۔ اس کے وقت مہلت کا نصف حصہ بھی مشکل گزرنے پایا ہوگا۔ کہ اس نے پھر سر اوپر اُٹھایا۔ اور اُٹھاتے اُٹھاتے ہی اپنی قبا پیچھے ہٹا دی۔ پادری کے لبوں سے ایک بلند چیخ نکل گئی۔ اور سپاہی خوف سے سہم گئے۔ ان کے تنکار میں ایک حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کے درمیان

وہ آگ کے شعلوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔ اس کے منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ شعلے اس کی لمبی لمبی زلفوں سے کھیل رہے تھے۔ اور اس کے بازوؤں پر آتشین سانپوں کی طرح بل کھائے ہوئے تھے۔ اس کا سینہ اور ہاتھ پاؤں اس کی مغرور گردن اور پھیلے ہوئے بازو خون میں رنگے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اور جب ایک لمحے کو اس کی نگاہیں اپنے گرفتار کرنے والوں کی کانپتی ہوئی نظروں سے دوچار ہوئیں۔ تو اس کی حالت اس زمانے کے تمام توہمات کی مصداق معلوم ہوتی تھی۔ وہ لرزاں قیدی نہ تھا۔ بلکہ ایک بہت بڑا دیو یا ایک خوف ناک ساحر تھا۔

سب سے پہلا شخص جس کے ہوش و حواس بجا ہوئے پادری تھا۔ اس نے چلا کر کہا "اس جادوگر کو پکڑ لو"۔ مگر کسی شخص نے حرکت نہ کی۔ اور ابھی اس کا پورا حکم منہ سے نکل بھی نہ چکا تھا۔ کہ المامن نے اپنے لبادے میں سے ایک شیشی نکالی۔ اور اسے فرش پر زور سے دے مارا۔ اس کی سیکڑوں کرچیں پھیل گئیں۔ کمرے میں کہر پھیل گئی اور اچانک رات کا سا اندھیرا چھا گیا۔ وہ اندھیرا کثیف ہوتا گیا۔ اس قدر کثیف کہ چراغوں کی روشنی بھی اس میں بے سود تھی۔ المامن کا خوں فشاں جسم دھندلا اور ماند پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سائے میں غائب ہو گیا۔ سب کی آنکھوں پر نابینائی کا پردہ سا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ چاروں طرف موت کا سناٹا تھا۔ جس کو صرف ایک چیخ اور کراہنے کی آواز توڑ رہی تھی۔ اور جب چند لمحوں کے بعد رفتہ رفتہ کمرے کی تاریکی چھٹی۔ تو المامن جا چکا تھا۔ پہرہ داروں میں سے ایک خون میں نہایا ہوا زمین پر پڑا تھا۔ اوروں نے اسے اٹھایا۔ اس سپاہی نے قیدی کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اسے کاری زخم پہنچا تھا۔ وہ اپنا حال لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہنا چاہتا تھا۔ مگر اسی اثناء میں مر گیا۔ اس وقت گھبراہٹ اور پریشانی میں کسی نے نہ دیکھا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا

کہ قیدی مقتول سپاہی کا لمبا فرغل اُتار کرلے گیا ہی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اس قسم کے زبردست جادُو کے باوجود بھی دُنیاوی چال بازی کے بغیر لشکرگاہ سے بچ نکلنا اس کے لئے محال تھا۔

ڈمس نے دوزانو ہو کر سنجیدگی سے کہا "شیطان ہمارے درمیان آگھسا تھا۔ آؤ دعا کریں"۔

باب سوم

فصل اوّل

ازابیلا اور یہودی دوشیزہ
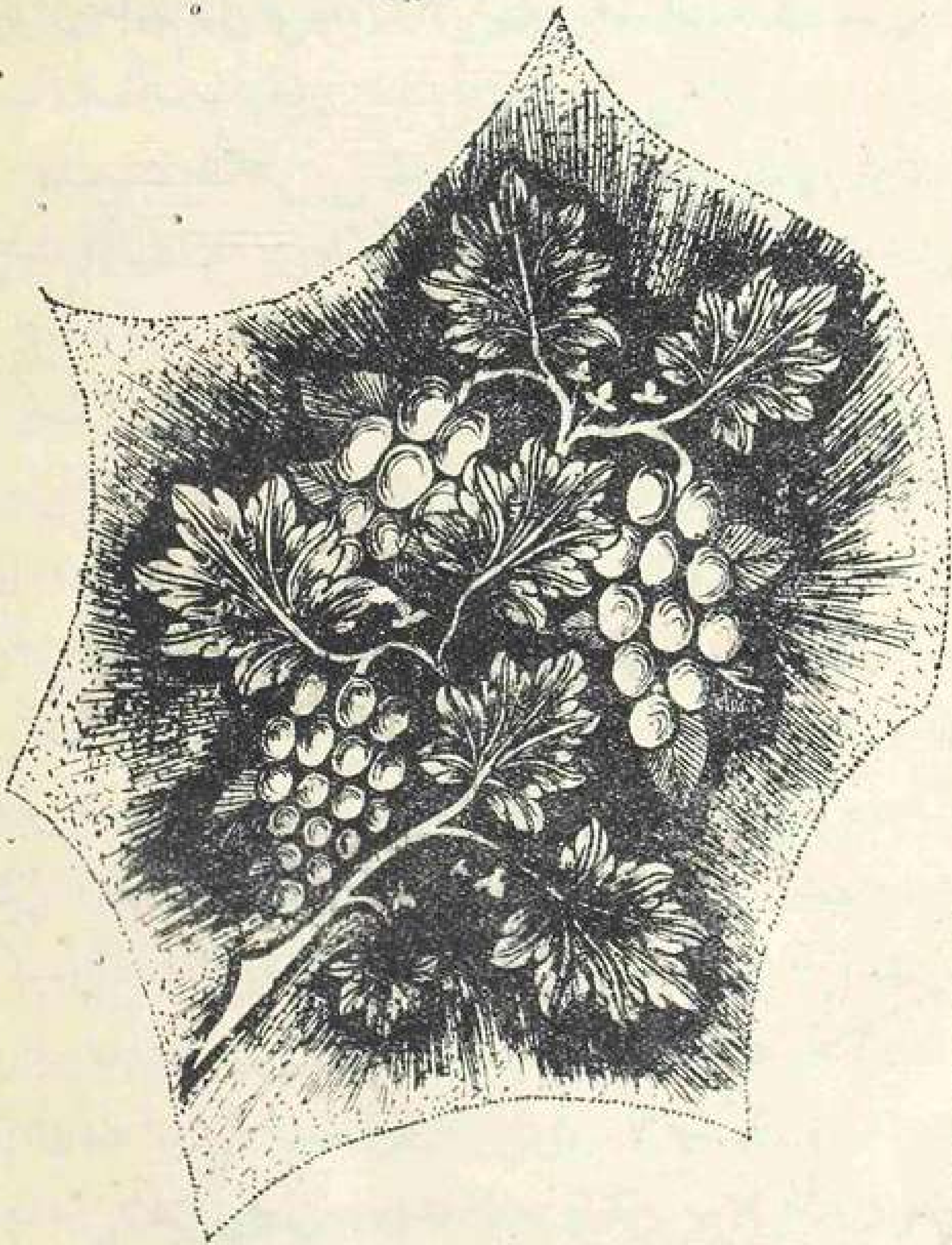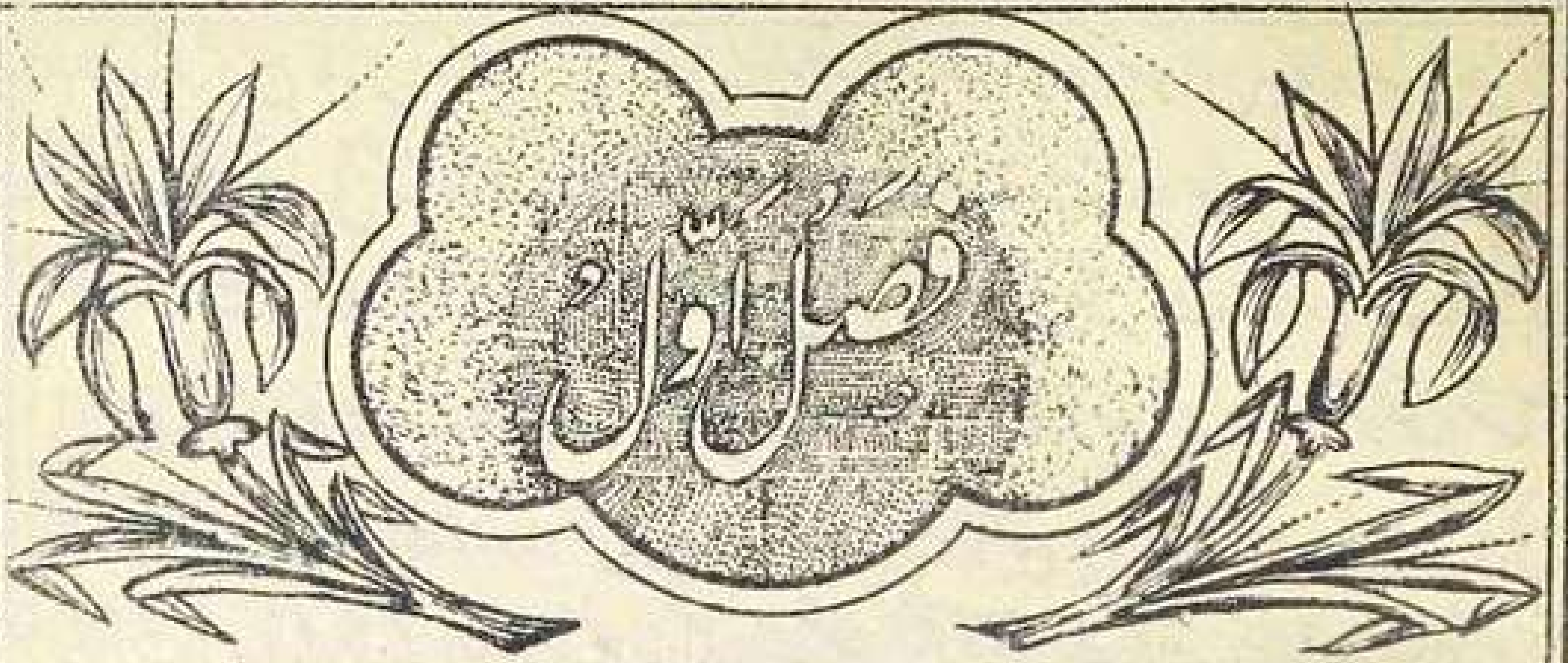
جس وقت ٹارکویمیڈا کی سندِ عدالت میں یہ منظر پیش آیا۔ ملکہ ازابیلا نے لیلےٰ کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ لیلےٰ اُمید و بیم کی ایک ایسی کشمکش میں مبتلا تھی۔ کہ اس کی نازک فطرت اور ناز و نعم کی پرورش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ عالی حوصلہ اور با استعداد ملکہ جس کے محاسن اکتسابی اور جس کے معائب بشری بہ تقاضائے عمر تھے۔ صحیح تو یہ ہے۔ کہ خود بھی اپنے تاجدار شوہر کی طرح باطل پرستی اور غیر متحمل مزاجی سے خالی نہ تھی۔ لیکن جہاں کہیں اس کا مذہب بھی کسی کی ایذا رسانی کا فتوےٰ دے دیتا۔ اس کا دل ہمیشہ رحم و کرم ہی کی جانب مائل ہوتا تھا۔ اور صرف ملکہ ہی کی آواز تھی جو ٹومس کے مجذوبانہ جوش کا ہمیشہ مقابلہ کیا کرتی۔ اور ان بدنصیبوں کی تکالیف میں تخفیف کرا دیتی تھی۔ جن پر الحاد کا شبہ ہوا کرتا تھا۔ خوش قسمتی سے اس کی طبیعت میں انصاف کا مادّہ اور رحم کا احساس بھی وافر تھا۔ اور اکثر اوقات جب وہ کسی ملزم کو بچانے میں ناکام رہتی تو اس امر میں حزم و احتیاط سے کام لیتی۔ کہ اس کے منسوبہ جرم کے نتائج کا خمیازہ اس کے خاندان یا قوم کے معصوم افراد کو نہ بھگتنا پڑے۔

فرڈی نینڈ کے ساتھ گفتگو اور المامن پر جرح کرنے کے دوران میں پادری ملکہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ اور نہ صرف المامن کی غداری ہی کو بہت بڑھا بڑھا کر ملکہ سے بیان کیا۔ بلکہ ولی عہد اور لیلےٰ کی محبت کو فسق و فجور کے رنگ میں پیش کر کے اس کے

خوف ناک نتائج نمایاں کئے۔ ان دنوں کسی عیسائی سورما اور یہودن کے درمیان کسی قسم کا
تعلق ناقابل معافی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ازابیلا نے اپنے بیٹے کے جرم کے تمام خطرات کو
اسی نظر سے دیکھا۔ جو ایک نیک خصلت ماں اور پُر نخوت ملکہ کے لیے مناسب تھا لیکن
پادری کی تمام بحث کے باوجود وہ اس بات پر رضامند نہ ہوئی۔ کہ لیلئے کو محکمۂ احتساب
ومحنہ میں پیش کیا جائے۔ اور اس ہیبت ناک عدالت کو بھی جو انہی دنوں وجود میں آئی تھی
یہ جرأت نہ ہوئی کہ ملکہ کی اجازت کے بغیر ایک ایسے شخص کو گرفتار کرلے جو اُس کے سایۂ عاطفت میں محفوظ ہو
ملکہ نے نہایت سکون و استقلال سے کہا "پادری صاحب۔ آپ فکر نہ کیجئے۔
لڑکی پر جرح قدح کرنے کا کام میں اپنے ذمے لیتی ہوں۔ اور کم از کم اسے اتنی
دُور پہنچا دوں گی۔ کہ اس بے شرم لڑکے کے ورغلانے یا ورغلائے جانے کا کوئی
امکان نہ رہے۔ لیکن یہ لڑکی میری اور جہاں پناہ کی حفاظت میں بطور یرغمال کے
سپرد ہوئی ہے۔ ہم نے اس کی نگہداشت کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہمارا شاہی ناموس
اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جادو کی جڑ شیطان ہے۔ خدا نہ کرے
کہ میں سحر کے وجود سے انکار کروں۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ جوان کی اس محبت میں لڑکی کا
اتنا گناہ نہیں۔ جتنا خود اُس کا ہوگا۔ اور پھر یقیناً میرا بیٹا اس امر سے بھی ناواقف ہے
کہ لڑکی ایک مکروہ مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر اسے یہ حقیقت معلوم ہوگئی۔ تو وہ اپنی
غلطی پر آگاہ ہوکر متنبہ ہوجائے گا۔۔۔ پادری صاحب۔ آپ اپنا سر ہلا رہے ہیں۔
لیکن میں دوبارہ کہتی ہوں۔ کہ اس معاملے کا انصرام میں ایسا کروں گی۔ جو آپ کے
اس اعتماد کے شایاں ہوگا۔ جس کی میں متوقع ہوں۔ پادری ٹومس! آپ جائیے۔ ہم نے
جو اتنے عرصے تک حکومت کی ہے۔ تو کیا ہم کو اپنی قوت پر اتنا اعتماد بھی نہیں ہے۔ کہ
ایک سیدھی سادی لڑکی کا انتظام کرسکیں۔ اور اُسے قابو میں لے آئیں"۔
ملکہ نے ایک ایسے تبسّم سے جو اس کی تمکنت میں بے حد دل فریب معلوم ہوتا
تھا۔ اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے اس انداز سے پادری کی جانب بڑھایا۔ کہ اس کا
پتھر دل بھی موم ہوگیا۔ اور وہ کچھ پس و پیش کے بعد آہ بھر کے اور ملکہ کے ارادوں کی

تکمیل کے لیے دعا مانگ کر رخصت ہوگیا +

ملکہ نے سوچا - آہ بدنصیب لڑکی! تیری نازک کلائیاں اور پھول سا جسم اس قابل نہیں - کہ سنگ دل پادری کی نگہبانی میں رہے - تیرے ہر انداز سے نجابت ظاہر ہوتی ہے - اور چہرے سے نسوانیت کا تمام انکسار و ملائمت - اگر کچھ نرمی کی گئی تو یقیناً وہ اپنے مکروہ دین کو خیرباد کہنے پر رضامند ہو جائے گی - اور کسی مقدس خانقاہ کا سایہ اسے میرے لڑکے کی عاشقانہ نگاہوں - اور ٹومس کے فولاد صفت جوش سے محفوظ و مامون کر دے گا - میں ابھی اسے بلاتی ہوں +

جب لیلےٰ ملکہ کے خیمے میں داخل ہوئی - تو ازابیلا کمرے میں تنہا تھی - اس نے لڑکی کے ڈگمگاتے قدموں کو رحم کی نظروں سے دیکھا - اور جب ملکہ کے کہنے پر لیلےٰ نے اپنا نقاب الٹ دیا - تو اس کے رخساروں کی زردی اور آنسوؤں کے نشاں ازابیلا کے دل کے لئے ٹومس کی مقدس اور طعن آمیز باتوں سے بھی زیادہ مؤثر تھے +

ازابیلا نے حوصلہ افزائی کی شان میں کہا " لڑکی! میرا خیال ہے - کہ شاہزادہ کے احمقانہ حرکات سے تجھے بہت رنج پہنچا ہوگا - لیکن اب اس تاسف کو دل سے دور کر دے - میں نے تیرے متعلق جو رائے قائم کی ہے - اور جس کو میں ظاہر کرتی رہتی ہوں - اگر وہ صحیح ہے - تو تجھے چاہئے - کہ تو بخوشی ان تمام وسائل کو منظور کرے جنھیں میں تیرے روبرو اس غرض سے پیش کرتی ہوں - کہ ایسے تمام واقعات کا سلسلہ منقطع ہو جائے - جن کا انجام تیرے لیے رسوائی اور بدنامی کے سوا اور کچھ نہیں " +

لیلےٰ ملکہ کے برابر زانو کے بل جھک کر کہنے لگی " آہ ملکہ میں آپ کی نہایت شکر گزار ہوں - اور نہایت خوشی سے ایسی جائے پناہ میں جانے کو تیار ہوں - جہاں مجھے تنہائی اور راحت قلبی نصیب ہو " +

ملکہ نے پیار سے کہا " میں جس جائے پناہ کی طرف تیری رہنمائی کرنا چاہتی ہوں وہ حقیقت میں ایسی ہے - جس کی تنہائی مقدس ہے - اور جہاں کا اطمینان جنت کا سکون ہے - مگر اس کا ذکر میں بعد میں کروں گی - مجھے پہلے یہ بتا - کہ اس سے پیشتر کہ شاہزادہ کو

آگاہی ہو۔ اور وہ تجھے تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ کیا تو اس خیمے کو چھوڑنے کے لیئے بھی آمادہ ہی؟"

"بیگم! آپ کیا فرماتی ہیں! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں کس طرح آپ کا تشکریہ ادا کروں"

ملکہ نے دل میں سوچا۔ کہ میں نے اس کے متعلق غلط قیافہ قائم نہیں کیا۔ اس کے بعد ملکہ نے اس سے کہا۔" تو پھر یوں ہی سہی۔ ہم ایک رات بھی ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ تو پچھلے خیمے سے دوسرے خیمے میں چلی جا۔ تھوڑی دیر میں تجھے پالکی تیار ملے گی۔ اور آدھی رات سے پیشتر تو ہمارے ایک شریف النفس اور بہادر نواب۔ اور سلطنت کی مایۂ ناز شریف ترین عورتوں کے درمیان امن و امان سے سو رہی ہوگی + میں تجھے ایک نامۂ تعارف لکھ دونگی۔ جس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ تیری آئندہ میزبان خاص طور پر تیری نگہداشت کا خیال رکھے گی۔ تو خود دیکھے گی۔ تیری میزبان کتنی نیک طبیعت اور رحم دل خاتون ہی + اُس کے بعد ملکہ نے جوشِ محبت کے ساتھ کہا۔ "اے لڑکی! اُس کی باتوں سے جی نہ چرانا۔ اس کے شفقت آمیز نصائح کو گوشِ ہوش سے سُننا۔ خدا اور اُس کے اکلوتے فرزند کا فضل شاملِ حال ہو۔ اور اس نیک خاتون کے پند و نصائح ایسے مؤثر ہوں۔ کہ ایک راہ گم کردہ کو غیر فانی و جاودانی مسکن و مامن نصیب ہو"+

لیلےٰ تعجب سے سب کچھ سُنتی رہی۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ خیمے کے اندرونی حصے کے دروازے پر پُہنچ کر۔ وہ دفعتاً رُک گئی۔ اور کہنے لگی:۔

"رحم دل ملکہ! مجھے معاف کرنا۔ میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں + وہ میرے متعلق نہیں ہی"+

"ہاں ہاں خوف کھانے کی ضرورت نہیں جو کچھ مدعا ہو صاف صاف کہہ دے"+

"کیا میرے باپ کے متعلق کوئی خبر ملی انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ پانچ روز گزرنے سے پیشتر وہ اپنی بچی سے آکر ملیں گے۔ افسوس وہ تاریخ گزر گئی۔ اور میں اب تک اجنبیوں میں تنہا پڑی ہوں"+

ملکہ نے اپنے دل میں کہا۔ بدنصیب لڑکی۔ تجھے نہ اُس کی غدّاری کی خبر ہی نہ اُس کے حشر کی۔ مگر تجھے اس کا علم ہی کیوں ہو + جو چیز آئندہ تیرے لیے رحمت و برکت کا باعث ہوگی۔ اُس کا علم تجھے نہیں۔ تو تو اس بات سے بھی بے خبر ہے جو یہاں تیرے لئے مصیبت کا باعث بن جائے گی + پھر ملکہ نے بلند آواز سے کہا۔ اُس میں کچھ شک نہیں کہ تمہاری ملاقات نہ ہونے کی کافی وجوہ موجود ہیں۔ مگر اغیار کے گھر میں بھی تیرے خیر خواہوں کی کمی نہیں ہے؟

,, آہ شریف ملکہ۔ مجھے معاف کرنا۔ ایک اور گزارش بھی ہے۔ کئی دفعہ ایک بوڑھا آدمی میرے پاس آیا۔ اس کی آواز میری رگوں میں خون کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ وہ مجھ سے میرے والد کے متعلق استفسار کرتا ہے۔ اور اُس کی گفتگو کا لہجہ ایسا مخاصمانہ ہے۔ گویا بیٹی کے ذریعے باپ کو کسی دام میں پھنسانا چاہتا ہے۔ معزز ملکہ! تو اُس آدمی کو جانتی ہوگی۔ اسے میرے باپ کو کسی قسم کا ضرر پہنچانے کا اختیار تو نہ ہوگا؟''

,, لڑکی! خاموش۔ تو جس آدمی کا ذکر کرتی ہے۔ وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اس کے قابل احترام مذہبی جوش سے بے گناہوں کو کسی قسم کا گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں اور تیرے متعلق میں پھر کہتی ہوں۔ کہ تو خوش ہو۔ میں تجھے جس گھرانے کو سونپتی ہوں وہاں تو اس بڈھے کی صورت بھی نہ دیکھے گی۔ میری بچی رو مت۔ حوصلہ بلند رکھ۔ دُنیا میں ہر شخص مبتلائے آلام ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اس دُنیا میں سب کچھ صبر و شکر سے برداشت کریں۔ اور اپنی اُمیدوں کو آئندہ دُنیا کے لیے اُٹھا رکھیں''

ملکہ خود دُنیا داری کی ان تکالیف سے بخوبی واقف تھی۔ جن کے سامنے شان و شوکت۔ اقتدار و تعیش بھی بے بس ہیں۔ اس کی گفتگو ایک روحانی ملال میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیلےٰ کا دل۔ جس پر ملائم الفاظ اور ملتفت نظروں کا اثر ابھی باقی تھا۔ اَور بھی متاثر ہوا۔ اور وہ اپنی اس فطرت کے تقاضے سے جس نے آداب شاہانہ کا تکلف کبھی برداشت نہ کیا تھا۔ دفعتاً آگے بڑھی اور گھٹنے کے بل گر کر اپنی محافظ کا

ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چوم چوم اُسے اپنے گرم آنسوؤں سے تر کر دیا +
وہ بولی:۔ "کیا تم بھی میری طرح ناشاد ہو؟ میں اپنے خدا سے تمہارے لئے دعا کروں گی"+
لیلےٰ کی اس حرکت سے ملکہ بہت متعجب اور متاثر ہوئی۔ لیکن اگر وہاں اَور کوئی
دیکھنے والا بھی ہوتا تو شاید (کیونکہ یہ فطرتِ انسانی کا اقتضا ہی) یہ حرکت اس کے قشطالی
تعصبات کو ناگوار گزرتی۔ مگر اس وقت اس نے اپنا ہاتھ لیلےٰ کے شکر گزار ہاتھوں
میں رہنے دیا۔ اور دوسرا ہاتھ لڑکی کی پیشانی پر بکھرے ہوئے گھنے گھونگریالے
بالوں میں رکھ دیا۔ اور پیار سے کہنے لگی:۔ "تیری دعائیں تجھ کو اور مجھے بھی اُس وقت
فائدہ پہنچائیں گی۔ جب میرا اور تیرا خدا ایک ہوگا۔ لڑکی! خدا تجھے برکت دے میں
ماں ہوں۔ تو بن ماں کی بچی ہی۔ خدا تیرا حامی و حافظ ہو"+

فصل دوم

یہودن کا اغوا۔ جس میں تاریخ بیرونی حالات کو چھوڑ کر اندرونی معاملات کی خبر لاتی ہے۔

جس وقت بلکہ تقریباً جس لحہ المامن اپنی عجیب وغریب ہنرمندی کے باعث مذہبی عدالت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ عین اُسی وقت ایک جلوس جو ازابیلا کے اپنے چند مخصوص محافظوں پر مشتمل تھا۔ ایک پالکی کے ہمراہ خیمہ گاہ میں سے گزرا اور اُس گھاٹی کے ساتھ ساتھ جو ہسپانیہ والوں کے قبضے میں تھی۔ چکر کاٹتا ہوا ایک اونچی اور دُشوار گزار ڈھلوان پر چڑھ گیا۔ اور ایک مستحکم قلعے کے دروازے پر ٹھہرا۔ جو اس جنگ کی تاریخ میں بہت مشہور ہے +

سنتری کی دُرشت پکار آہنیں جنگلوں کی سامعہ خراش جھنکار۔ صحن کے ناہموار پتھریلے فرش پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز۔ مشعلوں کے چُندھیا دینے والے بل کھاتے ہوئے بڑے شعلے۔ جو بے رحم اور ڈھیل چہروں پر اپنی روشنی ڈال رہے تھے۔ اور جن سے فصیل اور دمدموں کی سفید چاندنی میں لالی جھلک رہی تھی۔ اس ہنگامے نے لیلے کو نیند سے بیدار کر دیا۔ نیند سے نہیں۔ بلکہ اُس غنودگی سے بیدار کر دیا۔ جس میں دن بھر کی کشمکش اور کلفت کے بعد اس کے قویٰ بے حس ہو کر سو گئے تھے +

ایک کہن سال داروغہ اسے وسیع اور تاریک ایوانوں میں سے گزارتا ہوا (جو اس غرناطہ کے روشن حجروں اور عجیب وغریب مکانوں سے کسی قدر مختلف تھے) ایک عالیشان گاتھ نمونہ کے کمرے میں لے گیا۔ جو فلیمنگ قوم کے کاری گروں کی صنعت کاریوں اور شجرکاریوں سے آراستہ تھا۔ لڑکیاں سوتے سے جلد جلد بیدار کی گئی تھیں

اور چند لمحوں میں وہ لیلےٰ کے چاروں طرف ایسے ادب سے آکر جمع ہوگئیں۔ کہ اگر انھیں اس کی نسل و مذہب کا علم ہوتا۔ تو یقیناً کبھی وہ عزت و احترام بجا نہ لاتیں + وہ اس کے اجنبی لباس اور غیر معمولی حُسن کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ اور قلعے کے قلیل التعداد باشندوں میں اس نئے مہمان کو ایک خوشگوار اضافہ خیال کیا + اگر صورت حالات کچھ اور ہوتی۔ تو گرد و پیش کے منظر کی اجنبیت اور اس کمرے کی ہیبت ناک تاریکی جس میں وہ رکھی گئی تھی۔ قطعاً ایک ایسی لڑکی کے خون کو جما دیتی جس کا نصیب یوں دفعتاً عمیق ترین سکون سے تلخ ترین اضطراب میں بدل گیا ہو۔ جو لیکن لشکر کے شور و غل۔ شہزادے کی وارستہ مزاجیاں اور پادری کی ڈراؤنی صورت اور منحوس آواز کے مقابلے میں ہر تبدیلی ایک قسم کی مخلصی معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ لیلےٰ اردگرد اس احساس سے نگاہ دوڑائی۔ کہ ملکہ کا وعدہ پورا ہوا۔ اور وہ جائے پناہ میں پہنچ چکی ہے + آخر کار بہت عرصے کے بعد آج نیند اس کی آنکھوں میں بازدید کو آئی۔ اور جب وہ بیدار ہوئی۔ تو آفتاب نیمروز کی روشنی کا سیلاب کمرے میں اُمنڈ رہا تھا۔ اس کے پلنگ کے پاس ایک سن رسیدہ مگر حلیم و متین خاتون بیٹھی تھی۔ جس کے چہرے پر افسردگی و سکون حُسن برسا رہے تھے۔ وہ سیاہ پوشاک میں ملبوس تھی لیکن قیمتی ہیرے جو آستینوں اور سینے کے حصے پر ٹکے ہوئے تھے۔ مرصع صلیب جو سونے کی ایک چھوٹی سی زنجیر کے ساتھ آویزاں تھی۔ اور ان سب کے علاوہ ایک مخصوص صولت اور رعب کے انداز سے لیلےٰ کی ناتجربہ کار نگاہوں کو بھی اس کا بلند رُتبہ محسوس ہو رہا تھا +

خاتون نے ایک مروت آمیز تبسم سے کہا: بیٹی رات تو دیر سے سوئی تھی خدا کرے نیند نے تیری طبیعت تر و تازہ کر دی ہو۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ صبح تک مجھے تیری آمد کی خبر کے متعلق علم نہ تھا۔ ورنہ ملکہ محترمہ کی امانت کے استقبال کو میں خود آتی + ڈونا ائینز ڈی کویکزیڈا کے الفاظ سے زیادہ اس کی نگاہوں میں ہمدردی و تسکین کا ایک پیغام تھا۔ جو لیلےٰ کے زخمِ دل پر مرہم کا کام کر رہا تھا۔ حقیقت میں لیلےٰ اسپانیہ کی

اُس بے نظیر عورت کی مہمان بنائی گئی تھی۔ جس کی رگوں میں خالص عیسائی خون موج زن تھا۔ اور لیلےٰ کی قوم سے کسی قسم کی نفرت یا عناد نہ رکھتی تھی۔ ڈونا آئینز خود کسی یہودی کی ممنون احسان تھی۔ جس کا بدلہ وہ ساری قوم پر احسان کر کے اُتارنے کی خواہشمند تھی +

ہماری داستان جس زمانے سے متعلق ہے۔ اس سے بہت مدت پیشتر جب یہ خاتون اور اس کا شوہر نیپلز میں رہتے تھے۔ اور سیاسیات ہسپانیہ میں سلطنت کے ایک اہم مقصد پر مامور تھے۔ تو اُس زمانے میں ان کا ایک اکلوتا بیٹا جو بہت آوارہ اور آشفتہ مزاج نوجوان تھا۔ اسے سیر و سیاحت کا شوق مشرق کی جانب کھینچ لے گیا اُن گرم ممالک میں سے کسی ایک مُلک میں یہ نوجوان کو ٹکسیڈلسے ایک متموّل سیّاح کے کارواں سرائے کی بدولت قزاقوں کے ہاتھوں سے بچا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان سے اس سیّاح کا ایسا گہرا رابطۂ اتحاد قائم ہوگیا۔ جو بالعموم اس قسم کے جہاں نورد شوقین لوگوں کے درمیان پیدا ہوجایا کرتا ہے۔ اور جس کی وجہ اُفتادِ طبع کی ہم آہنگی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ بعد ازاں اس نوجوان کو معلوم ہوا کہ اس کا محسن اور دوست یہودی مذہب سے ہے۔ چنانچہ اپنی اصل اور نسل کے خیال اور زمانے کے عمومی تعصب کے باعث اس نے دوستی کے وہ تمام رشتے توڑ لئے۔ جو پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ اور اس کے تمام احسان بُھلا کر اپنے دوست سے قطع تعلق کر لیا +

آخر کار جب وہ صعوبات سفر سے نڈھال ہو کر وطن کی جانب واپس آ رہا تھا۔ تو وہ یکایک ایک خطرناک بخار میں مبتلا ہوگیا۔ جس پر وبا کا شبہ تھا۔ فرضی بیماری کی چھوت کے خیال سے سب لوگ بھاگ گئے۔ اور وہ مرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ایک شخص نے اس کی بیماری کی تشخیص کر لی۔ اس کی نگہداشت و تیمارداری کی۔ اور علم طب میں ماہر ہونے کی وجہ سے اس نوجوان کی صحت و زندگی بحال کرنے میں کامیاب ہوگیا یہ وہی یہودی تھا۔ جس نے اسے قزاقوں کے چنگل سے بچایا تھا + اس دوسرے ناقابلِ اندازہ احسان کے باعث ہسپانی کے تعصبات غائب ہو گئے۔ اور اپنے محسن سے

اسسے بہت گہرا اُنس پیدا ہوگیا + کچھ عرصہ دونوں اکٹھے رہے۔ اور آخر کار یہودی بھی کونگسیڈ کے ساتھ نیپلز کو روانہ ہوگیا۔ اس کی ماں آئنیز کے دل پر اس واقعہ نے بہت اچھا اثر ڈالا۔ اور یہ اثر نہ صرف یہودی کی اس ذاتی وجاہت اور شان سے جو اس کے زر پرست اور حریص ہم قوموں سے سراسر علیحدہ تھی۔ بلکہ اپنے بیٹے کی منکوحہ عروس کے حُسنِ یکتا اور اطوارِ شُستہ سے اور بھی گہرا ہوگیا۔ جس پر اس کا بیٹا عاشق ہوکر اسے اُس پاک سرزمین سے بیاہ لایا تھا۔ جو یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے یکساں مقدس ہے +

کونگسیڈ اسیاحت سے واپس آکر بہت دنوں تک نہ زندہ رہ سکا۔ کیونکہ طولانی مصائبِ سفر اور خوفناک مرض کے بعد نقاہت سے اس کی صحت بگڑ گئی تھی۔ بسترِ مرگ پر اس نے اپنی ماں کو جسے وہ بے اولاد چھوڑے جاتا تھا۔ اور جس کے کیتھلک تعصبات اس کے باپ کی نسبت کمزور تھے۔ وصیت کی تھی۔ کہ ایک یہودی نے مجھ پر جو احسان کئے ہیں۔ اُن کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ اور حتی الامکان ان کا معاوضہ ادا کرنا بھی وہ معاوضہ ہے۔ جو یہودی نے مجھ سے طلب کیا تھا۔ کہ زمانہ کے تعصبات کے باعث اس برباد قوم کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُس کے زائل کرنے اور انھیں امداد دینے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کروں +

ڈونا آئنیز نے اپنے گھرانے کے آخری نونہال سے جو وعدہ کیا تھا۔ اُس پر اب تک نہایت ثابت قدمی سے قائم تھی۔ اور اپنے شوہر کی طاقت اور اپنے تعلقات کی وسعت نیز ملکہ سے اپنے دیرینہ ارتباط کی وجہ سے وہ ہسپانیہ میں واپس آنے پر کئی یہودیوں کو مختلف عقوبتوں اور اُن جھوٹے مقدموں سے بچا چکی تھی۔ جو مذہب کا بہانہ درمیان میں رکھ کر اُن پر اُس لئے دائر کیے جاتے تھے۔ کہ ان کی دولت کو ہتیا لیا جائے گو اس میں وہ تمام احساسات موجود تھے۔ جو راسخ الاعتقاد کیتھولک میں ہونے چاہئیں مگر اس کی دلی تمنا تھی۔ کہ اسے یہودیوں میں جو ہر دل عزیزی حاصل ہو چکی تھی۔ اس سے فائدہ اُٹھا کر وہ اس مقدس ارادے کی تکمیل میں کوشش کرے۔ کہ ان کو

نہ صرف خسر الدنیا بلکہ خسر الآخرۃ سے بچایا جائے۔ وہ جذبہ انسانیت اور شرافت کے زیرِ اثر یہودیوں کو تبدیلِ مذہب کی ترغیب دیا کرتی تھی۔ کیونکہ جبر و اکراہ سے ایسا کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ بعض موقعوں پر اس کو بے نظیر کامیابی بھی ہوئی تھی۔ اس طرح اس شریف خاتون نے دُور و نزدیک اپنے دینی جوش کی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور ملکہ ازابیلا نے بہت ٹھیک سمجھا تھا۔ کہ لیلے کی اور کوئی ایسی محافظ منتخب نہیں ہو سکتی۔ جو اس خاتون کی نسبت زیادہ احتیاط اور محنت سے۔ اس لڑکی کے شباب کو پناہ دے سکے۔ یا اس کی نجات کے لئے ایسی دل سوزی سے کام کر سکے۔ درحقیقت لیلے کے لئے اپنے اُن عقائدِ مذہبی پر قائم رہنا نہایت دُشوار و خطرناک تھا۔ جن کی حفاظت و ترقی کے لئے اس کے شعلہ مزاج باپ کو اس قدر قربانیاں کرنی پڑی تھیں +

ڈونا آنیز جس ذہنی قلعہ میں روحانیت کی فوجیں اُتارنا چاہتی تھی۔ اُسے ایک ہی حملے سے اُڑا دینا مناسب نہ سمجھتی تھی۔ بلکہ سرنگیں کھود کھود کر آہستہ آہستہ اپنا کام سرانجام دینے کی خواہاں تھی + دورانِ گفتگو میں وہ لیلے کے مذہبی اعتقاد کی سادہ اور ارفع نوعیت سے جس سے وہ جنگ کرنے کی خواہشمند تھی سخت پریشان و متعجب ہو جاتی۔ شاید اس کا باعث یہ تھا کہ المامن جو یہودیوں کے عام رویّہ کو (جو ظلم سے پست ہمت اور استحصال بالجبر سے طامع اور زر پرست بن گئے تھے) ایک زبردست مگر پوشیدہ نفرت سے دیکھتا تھا۔ اور لیلے کو حتی الامکان اُن یہودیوں سے بچائے رکھتا تھا۔ یا یہ وجہ تھی کہ اس کا فلسفہ یہودی عقائد کے مسلمات کو باقی جماعت کے معنوں میں تعبیر نہ کرتا تھا۔ بہرحال یہودیوں کے جو مذہبی اعتقادات لیلے کے سینے میں نقش تھے۔ وہ ان یہودیوں سے مختلف تھے۔ جن سے آنیز کو اکثر واسطہ پڑتا تھا۔ یہ مذہب دہریت اور مادیت سے مبرا تھا۔ اس میں مسائل مابعد الطبیعۃ کی نسبت تصوف کا عنصر بہت زیادہ تھا۔ اور اس مذہب میں اُس عظیم ذات وحدہٗ کو بہت سی انسانی ہمدردیوں اور اوصاف کا مالک قرار دیا گیا تھا۔ توریت کی کتاب

پیدائش کے مطابق اسے عظیم الشان - پُر جلال - اور کائنات کا باپ ماننے کے ساتھ ہی اس اعتقاد پر بھی زور دیا گیا تھا۔ کہ خداوند تعالےٰ ایک گری ہوئی قوم کا خاص طور پر محافظ ہے + سطحی نگاہ سے مطالعہ کرنے والے کو اہلِ یہود کا خدا جو سخت گیر اور بے رحم معلوم ہوتا ہے۔ اور جسے مسیح کے مذہب نے نہایت رحیم اور اپنی شان میں زیادہ دل فریب قرار دیا ہے۔ اس کی طرف لیلےٰ کی توجہ کم منعطف کرائی گئی تھی۔ اور زیادہ ان آیات کی طرف مائل کی گئی تھی۔ جن میں یہ آیا ہے کہ خداوند کی محبت برگزیدہ افراد کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ان کی لغزشوں اور خطاؤں پر عفو سے کام لیتی ہے + اس کے ذہن نے اپنا عقیدہ اُس پُر اسرار اور مقدس ذریعے سے حاصل کیا تھا۔ جس سے اس وقت کہ تمام دُنیا بے شمار دیوتاؤں کی پوجا اور خود ساختہ بتوں کی پرستش میں سر تسلیم خم کر رہی تھی۔ دُنیا کے ایک مختصر اور گمنام حصے میں اپنے ہمسایوں کی نسبت بہت کم مہذب و فلسفی لوگوں کے درمیان ایک حقیقی وارفع عقیدہ الوہیت قائم رہا۔ جو زمین و آسمان کی کسی چیز کو خدا کا شریک بنانے سے متنفر تھا + لیلےٰ اپنے مذہب کے فروع اور مخصوص عقائد سے بہت کم واقف تھی۔ وہ کہنے کو یہودی تھی لیکن اعتقاد کے رُو سے موحد اور اُس توحید کی پرستار جس کا درس ایتھنز کی درس گاہوں میں افلاطون کے تخیل پسند شاگردوں کو دیا جاتا تھا۔ صرف اتنی بات تھی۔ کہ عالم عقبےٰ کی اُمیدوں پر زیادہ تاریک پردہ پڑا ہوا تھا + گو المامن صدوقیوں کی طرح قیامت سے قطعی منکر نہ تھا۔ مگر غالباً یہود کے ابتدائی زمانے کے بعض فرقوں کی مانند اس کے دل میں ایک خاموش سا شبہ تھا۔ جو اب تک اُن عقلا کی دانش کے گلے کا ہار ہو رہا ہے۔ جو الہام کے عقیدے سے منکر ہیں۔ اور گو وہ لیلےٰ کے دل میں سے مغفرت عقبےٰ کی مبہم خواہش کی بیخ کنی کا خواہاں نہ ہوا تھا۔ لیکن اس نے اپنی بیٹی کے خیالات یا خواہشات کو اس زبردست مستقبل کی کی طرف متوجہ نہ کیا تھا + اس کتاب مقدس میں جو اسے مطالعہ کے لئے دی گئی تھی۔ اور جو نہایت شدت سے قادر المطلق کی وحدت پر زور دیتی تھی۔ حیات بعد ممات

(وہ عالمِ فنا جو ایک جہانِ فراموشی ہی) کے متعلق ایسا صحیح اور واضح یقین نہ دلایا گیا تھا۔ جو اس کے زندہ اُستاد کی معلومات کی کمی کو پورا کر دیتا۔ ممکن ہی الما مَن مرد و عورت کی جُداگانہ قدر و قیمت کے ان خیالات پر یقین رکھتا ہو۔ جو قدیم الایام سے اس کے پیارے آبائی وطن میں رائج تھے۔ اور ان کی بناء پر اسے بذاتِ خود کچھ اُمیدیں ہوں۔ لیکن ان اُمیدوں کی وسعت اس کی بیٹی تک نہ تھی۔ چنانچہ اس طرح وہ رُوح کی تمام حسین قوتوں کی شگفتہ خُوشبوؤں کے ساتھ پروان چڑھی تھی۔ اور ہستی کی اس آخری منزلِ مقصود کے متعلق جس کی جانب دُنیا کے افسردہ زائرین بالآخر جانے پر مجبور ہیں۔ اس کا علم محض خیالی اور دُھندلے سے قیاس سے زیادہ نہ تھا۔ ڈونا آئنیز کی فہم رسا نے بھانپ لیا کہ لیلےٰ کا عقیدہ اس نکتہ کے متعلق خام ہی۔ اگر ایمان بالغیب ہو تو کون ہی۔ جو آئندہ دُنیا پر یقین نہ کر لے۔ لیلےٰ کا شوقِ تجسس بیدار ہو گیا۔ وہ نہایت انہماک سے اپنی نئی رہنما کی باتیں سُننے لگی۔ اور جن نتائج کو وہ دھمکی کے بجائے تحریک کے طور پر۔ لیلےٰ کے دلنشین کرتی تھی۔ وہ بخوشی ان کی جانب متوجہ ہو جاتی۔ وہ سخت گیر علائق سے آزاد۔ فرقہ بندی کے تعصبات سے ناآشنا اور اپنی قوم کے علما کے حالات اور عجیب و غریب روایات سے محض بے گانہ تھی۔ لہٰذا اسے اس صحیفے میں۔ جو اس کے خیال میں گویا اس کی قدیم مذہبی کتابوں میں ایک کتاب تھی۔ کوئی رنج دہ بات نہ ملی۔ مسیح کے تکالیف و مصائب۔ اُس کی رفیع الشان پاکیزگی۔ اُس کا انکسار آمیز عفو۔ اس کے نسوانی دل کو متاثر کر گیا۔ اس کے عقائد نے اس کی عقل کو مسحور کر کے زیادہ بلند کر دیا۔ اور اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس ربانی آغوشِ شفقت میں جو اسے مسکینوں اور سرکشوں۔ ظالم اور مظلوم کے لئے یکساں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ اور اس فردوسِ راحت میں۔ جس کے دروازے عورت کی کمزور اور بے بس ہستی کے لئے اسی طرح کھلے نظر آتے تھے۔ جس طرح ایک تاجدار کی پُر صولت شخصیت کے لئے اس ملجا و ماوا میں اس کے مضطرب شکوک و شبہات کے لئے سکون انتظار کر رہا ہی

اور مایوسی اور ناامیدی کا وہ سیاہ نقاب جس نے کچھ دنوں سے زمین کا چہرہ تاریک کر رکھا تھا۔ انوارِ رُوحانی کے سامنے چاک ہونے کو ہی وہ اپنے گھر سے محروم ہو چکی تھی۔ اس کے شباب کے عمیق و حسین عشق پر بجلی گر چکی تھی۔ اس موقعہ پر ایک ایسے مذہب کی کشش کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ جو پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ رنج و غم کی زندگی یک روزہ ہی۔ لیکن راحت و مسرّت کا زمانہ ابد تک پھیلا ہوا ہی۔ یہودیت کے جن تلقینی خیالات پر اس کو فخر تھا۔ اُن کو صدمہ پہنچانے کے بجائے ارضِ اسرائیل میں مسیح کی پیدائش ایک ایسا امر تھا۔ جسے وہ اپنی اعلےٰ درجہ کی فتحمندی سمجھتی تھی کیونکہ یہ خداوند یہواہ کے برگزیدہ ہونے کی نشانی تھی۔ وہ اس امر پر رنجیدہ تھی۔ کہ یہودیوں نے نجات دہندہ کو مصلوب کیا۔ لیکن اسے ان پر فخر بھی تھا۔ جنہوں نے داوٗد کی اولاد کے نام اور طریق عبادت کو دُنیا کے انتہائی گوشوں تک پہنچا دیا تھا۔ کبھی کبھی وہ فاضل آنہز کو یہ کہہ کر پریشان کر دیا کرتی تھی۔ کہ آپ کا عقیدہ ایسا ہی ہی جیسا میرا۔ آپ کے عقیدے میں صرف اتنی بات زیادہ ہی کہ آپ غیر فانی زندگی پر بھی اعتقاد رکھتی ہیں مسیحیت یہودیت کی تعبیر ہی +

مگر لیلے کے عقائد کو بدلنے والی دانشمند خاتون اپنے مخصوص کیتھولک خیالات کو اپنے سینے میں اس ڈر سے چھپائے رکھتی تھی۔ کہ مبادا ان کی بلند آہنگی سے اس فاختہ کی پرواز کا رُخ بدل جائے۔ اس نے مصلحتاً مختلف فرقوں کے عقائد کا فرق بھی بیّن طور پر ظاہر نہ کیا۔ بلکہ دیدہ و دانستہ ایک کو دوسرے سے مطابقت دینے میں محنت صرف کی +

لیلے عیسائی بن چکی تھی۔ لیکن وہ اپنے آپ کو یہودی سمجھتی تھی۔ جذبات فانی کی دل فریب اور لطیف کمزوریوں میں ایک دردانگیز خیال رہ رہ کر تڑپتا تھا۔ اور رہ رہ کر اس کے اس سکون کو مضطرب کر دیتا تھا۔ جو ہلکے ہلکے اس کی رُوح پر چھا رہا تھا وہ باپ جس کی دُرشت مزاجی اور پُر اسرار قسمت کو تسلی دینے والی صرف وہی تھی۔ اس کے مسیحی ہو جانے کو کس قدر رنج و اندوہ کے ساتھ سُنے گا۔ اور ہوسے اس کے

شباب کا وہ شجیع اور درخشندہ تصور۔ کیا وہ موڑی قوم کے اُس بے نظیر فرد سے اپنی اُمیدوں پر جُدائی کی آخری مہر ثبت نہ کر رہی تھی۔ لیکن افسوس کیا وہ اس سے پیشتر ہی اُس سے جُدا نہ ہو چکی تھی۔ اور کیا شروع ہی سے ان کے عقائد میں اختلاف نہ تھا؟ یہ خیالات اس کے لیے آہوں اور آنسوؤں کا پیغام لاتے۔ اس کے سامنے صلیب کھڑی تھی۔ جو اس کے کمرہ میں پہنچا دی گئی تھی مسیح مصلوب کا بُت۔ روحانی تسلیم و رضا کی یہ شاندار مثال۔ فنا کر دینے والے رنج و الم و کرب کی یہ زندہ تصویر۔ عقل و فہم و ہوش کو مٹا دینے والی قربانی کی یہ درخشندہ نظیر۔ الفاظ سے مستغنی وہ کونسی خاموش فصاحت ہے۔ جو ہمارے غم و ملال کو تسکین دے سکتی ہے۔ اور جو ہمیں اس سے نصیب نہیں ہوتی۔ آواز سے بے نیاز وہ کونسی پند و موعظت ہے۔ جو ہماری تمناؤں کی نخوت اور ہماری حرص و آز کی سرکشیوں کے لیے تازیانہ بن سکتی ہے۔ اور جو اس مقدس نشان سے۔ ہر لحظہ ہمارے کانوں میں نہیں پڑ رہی +

جب رفتہ رفتہ لیلے کا نیا ایمان تقویت پکڑتا گیا۔ تو حقیقی استغراق سے راحتِ قلبی۔ اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے کے اُن تصورات پر غور کرنے لگی۔ جو آتش‌زا اس کے دائرۂ بصیرت کے سامنے لا کر کھڑے کر دیا کرتی تھی۔ رجعتِ خیالات اور مایوسی بہبودِ دُنیاوی کے عالم میں۔ تنہائی اور یکسوئی اس دوشیزہ کے لیئے ایک ایسی دلاویز و لطیف فضا تھی جسمیں وہ اپنے آپ کو محبت انسانی کے بندھنوں سے آزاد۔ اور مقدس تصورات اور غیر فانی اُمیدوں کے دروازہ پر سر بسجود دیکھتی تھی +

اس خود غرضی کے ساتھ ایک فیاضانہ اور شریفانہ جذبہ بھی وابستہ تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ شاید ایک تازہ مذہب بدلنے والے کی دعائیں۔ اپنے تاریکی میں پڑے ہوئے عزیزوں کے لیے سُن لی جائیں۔ اور اس کی خانہ بدوش قوم جس لعنتِ آسمانی کے نیچے خمیدہ قامت ہو رہی ہے۔ اس کا بوجھ۔ ایک دل درماندہ کی بے قرا

دعاؤں سے ہلکا ہو جائے + ہر زمانہ اور ہر مذہب میں یہ خیال چلا آیا ہے۔ کہ تمام قوم کی نجات کے لئے۔ ایک فردِ واحد کے ایثار کا اثر عظیم الشان ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ جو مشرق کے مذاہب پارینہ میں موجود تھا۔ مسیحی مذہب میں اور بھی زیادہ مضبوط ہو گیا۔ کیونکہ مسیحیت خود ایک سب سے بڑے مہتم بالشّان تاریخی ایثار پر مبنی ہے اور جس کے بلند اصول اگر درست طور پر سمجھ لئے جائیں۔ تو ہر معتقد کے دل میں ایثارِ نفس کا فرض۔ اور قوتِ دعا کا اثر باقی رہ جاتا ہے۔ خواہ مقصد کتنا ہی بڑا اور ملتجی کتنا ہی ذلیل ہو +

ان خیالات پر لیلیٰ نے غور کیا۔ یہاں تک کہ خیالات نے جذبات کا جوش اختیار کیا۔ اور آخر ہیوون کے مذہب کا تغیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا +

فصل سوم
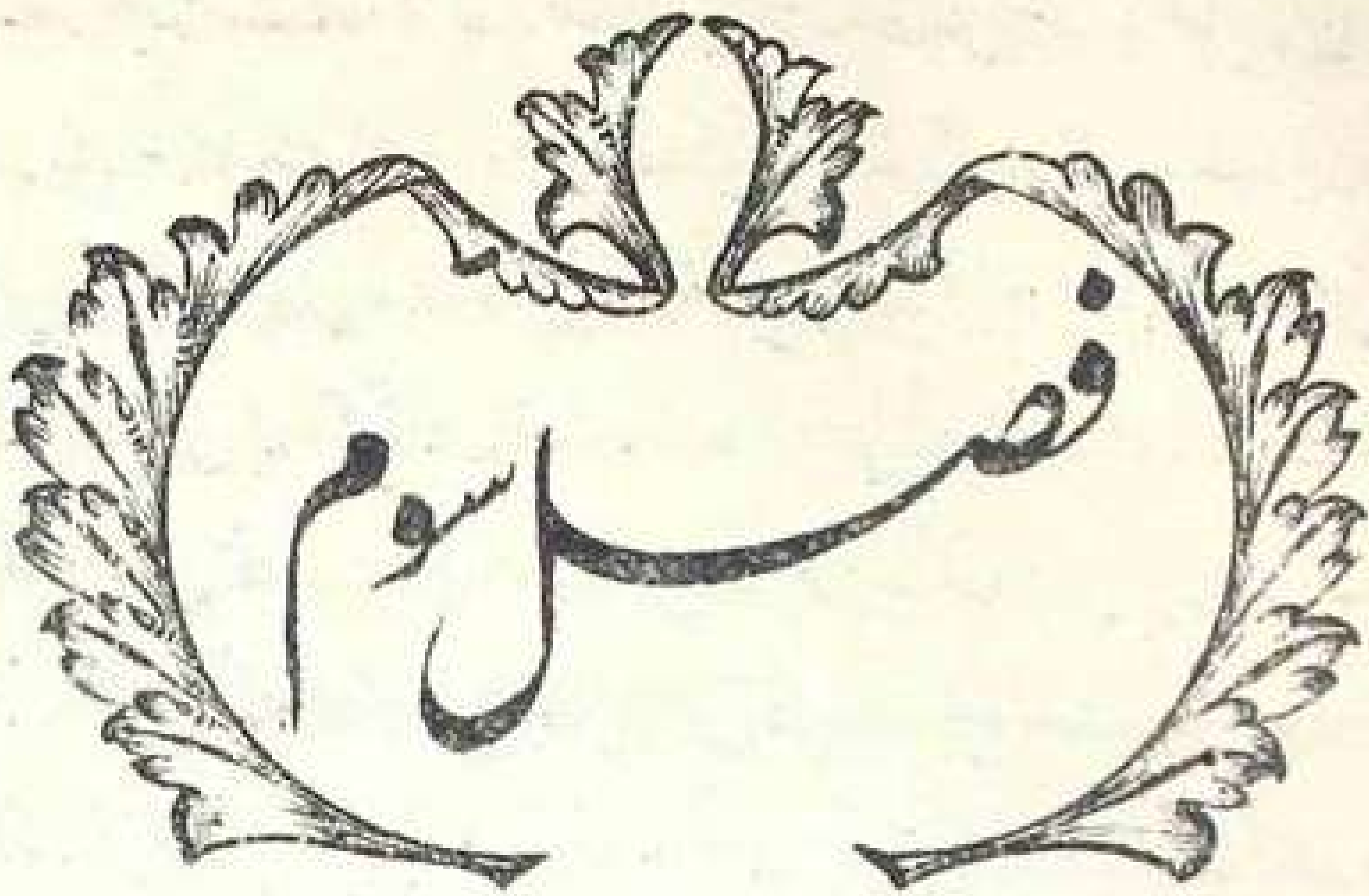
ساعت مقررہ۔ اور مرد میدان

جس روز شاہِ غرناطہ کی اپنی رعایا کے ساتھ مصالحت ہوئی تھی۔ اور اُس نے دیوار مبلا کے میدان میں اپنی بہادر فوج کا معائنہ کیا تھا۔ اس کے تیسرے روز وہ اپنے سرداروں اور امیروں کے حلقہ میں رونق افروز ہو کر ایسی تجاویز پر غور کر رہا تھا۔ کہ ایک ہی حملہ کر کے ایک فیصلہ کن لڑائی ہو جائے + دفعتاً ایک جاسوس محل کے دروازہ پر بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اور وہ مضطرب تھا۔ کہ یہ غیر مترقبہ اور مسرت انگیز خبر سُنائے۔ کہ فرڈی نینڈ نے اپنا محاصرہ توڑ دیا۔ اور کوہستان طے کر کے۔ قرطبہ کی طرف کوچ کر گیا + درحقیقت بعض ایسی زبردست سازشیں ہو رہی تھیں۔ کہ فرڈی نینڈ کا کسی اور مقام پر موجود ہونا۔ لازمی ولابدی قرار دیا گیا تھا۔ اور جن خفیہ سازشوں کی بخشش و بز وہ المامن کے ساتھ کر رہا تھا۔ وہ ملیامیٹ ہو چکی تھیں۔ اس لیئے ہسپانی بادشاہ نے یہ ارادہ کیا۔ کہ دیگا کو فتح کرنے کے بعد غرناطہ کا باقاعدہ اور طولانی محاصرہ جس کے بغیر سقوطِ غرناطہ ناممکن تھا۔ ایسے وقت پر اُٹھا رکھے۔ جب اس کے دل و دماغ کو باقی تفکرات سے فراغت نصیب ہو۔ اور جب اس کا خالی خزانہ پھر معمور نظر آئے

اس نے تارکو میڈا کے ساتھ جبر و تشدد کی وہ عظیم الشان تجویز تکمیل کر لی تھی۔ جو نہ صرف یہودیوں ہی کے بلکہ ایسے عیسائیوں کے بھی خلاف تھی۔ جن کے آباؤ اجداد یہودی الاصل تھے۔ اور جن پر یہودیوں کے مذہبی رسوم کی پابندی کا شبہ تھا۔ اس عظیم الشان تجویز کے دونوں مجوز مختلف مقاصد سے اس کے محرک ہوئے تھے۔ ایک جرائم کی بیخ کنی کا خواہاں تھا۔ اور دوسرا اس کے وسیلہ گناہوں کی مغفرت فروخت کرنا چاہتا تھا۔ تارکو میڈا شاہ ہسپانیہ کی اس ظالمانہ طمع سے۔ اس لیئے اغماض کرنا چاہتا تھا۔ کہ یہی طمع تارکو میڈا اور جدید محکمۂ احتساب و محنہ کو طاقت و قدرت بخشنے کا ذریعہ تھی۔ اور پادری نے اپنی پیش بینی سے سمجھ لیا تھا۔ کہ محکمۂ احتساب و محنہ کی قوت شاہی اقتدارات سے بھی زیادہ طاقتور بن جائے گی۔ اس کا خیال تھا۔ کہ زمین پر یوں بلائیں اور آفتیں نازل کرنے سے آسمانی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے +

جب کمرۂ تعذیب کے سامنے سے المامن عجیب و غریب طور پر غائب ہو گیا تو ضعیف الاعتقاد ہسپانیوں نے اس واقعہ کو نہایت مبالغہ کے ساتھ اور عجیب و غریب شکل دے کر ایک نہایت مہیب قسم کی کرامات مشہور کر دیا + اُندلس کے متمول یہودیوں اور نیز یہودی النسل ہسپانیوں کے خلاف شہادتوں کا سلسلہ مکمل ہو گیا تھا۔ بادشاہ یہ سمجھ بیٹھا تھا۔ کہ اسے اس طرح سے یہودیوں کی ہدایت کی دولت ہاتھ آئے گی۔ اور پادری اس شعلہ کو بھڑکا رہا تھا۔ جو یہودیوں کے لیئے جہنم کے رستہ کو واضح اور روشن کر دے +

شاہ ہسپانیہ کے محاصرہ سے دست بردار ہونے کی خبر کو پہلے تو ابو عبداللہ اور اُس کے سرداروں نے مشکوک سمجھا۔ مگر بعد ازاں یہ شُبہ نہایت خوشگوار فاتحانہ مسرتوں میں غائب ہو گیا۔ ابو عبداللہ نے فوراً وہی مستعدی اور تندہی ظاہر کرنی شروع کی۔ جو اگرچہ اب بھی کبھی کبھی دفعتاً اور خاص حالات میں ظاہر ہوا کرتی تھی۔ لیکن جس کے لیئے اس کا عہد شباب خاص طور پر مشہور تھا +

ابو عبداللہ نے کہا۔ اللہ اکبر اب ہم یہاں اس طرح نہ بیٹھے رہیں گے۔ کیا عظیم

پھر عقاب کو اُس کے گھونسلے کے اندر بند کرنے کا موقعہ پائے۔ انھوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ ہم ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ ہمارے فقہا کو طلب کرو۔ ہم جہاد کا اعلان کریں گے۔ مُوروں کی آخری سلطنت کا بادشاہ میدان میں اُترا ہے۔ جس شہر میں ایک بھی مسلمان ہے۔ اُس کے پاس ہمارا فرمان جائے گا۔ اور مذہبِ مقدس اسلام کے تمام فرزند جوق جوق علم سلطانی کے نیچے جمع ہو جائیں گے"۔

اہلِ مجلس نے یک زبان ہو کر کہا "جہاں پناہ کا سایہ ابدالآباد تک قائم رہے"

ابو عبداللہ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا "ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ دیوار اسپلا کی جانب بڑھو۔ فوجوں کو صف آرا کرو۔ موسیٰ رسالہ کی اور ما بدولت پیادوں کی افسری کریں گے۔ سورج کی کرن سامنے کے جنگل میں نہ چمکنے پائے۔ کہ اس سے پیشتر ہی ہماری سپاہ کوچ کر جائے"۔

جب تمام سردار محل سے رخصت ہو گئے۔ اور ابو عبداللہ تنہا رہ گیا۔ تو حسبِ عادت تذبذب میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک تشویش کے عالم میں ٹہلتا رہا۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً ایوانِ مجلس سے رخصت ہو گیا۔ اور محل کے ایسے کمروں میں سے ہوتا ہوا جہاں غیروں کی آمد و رفت ممنوع تھی۔ ایک دروازہ پر جا پہنچا۔ جس کے اِردگرد آہنی چادریں لگی ہوئی تھیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی کنجی کی مدد سے جو اس کے کمر بند میں لٹک رہی تھی۔ دروازہ بآسانی کھل گیا۔ اور ابو عبداللہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں جا پہنچا۔ جس میں کوئی اَور دروازہ یا باہر جانے کا راستہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن احتیاط سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد اس نے دیوار میں ایک خفیہ کمانی کو چھُوا۔ دیوار سرک گئی۔ اور ایک طاق سا دکھائی دیا۔ جس میں خالص ترین نفطے کا ایک چھوٹا سا چراغ جل رہا تھا۔ اور ایک زرد چمڑا کاغذ کی طرح گول لپٹا ہوا رکھا تھا۔ جس پر عجیب و غریب تصویری حروف منقوش تھے۔ وہ کاغذ اس نے اپنے سینہ پر کپڑوں میں چھپا لیا۔ اور چراغ ہاتھ میں اُٹھا کر طاقچہ کے اندر ایک اَور کمانی دبائی۔ دیوار پیچھے سرک گئی۔ اور ایک تنگ اور گول

زینہ نظر آنے لگا۔ بادشاہ دروازہ بند کر کے نیچے اُترا۔ زینہ ناہموار اور مرطوب غلام گردشوں میں ختم ہوتا تھا۔ اور پانی بہنے کی ہلکی ہلکی آواز جو سنگین دیواروں کی دوسری طرف سے اس کے کانوں میں آ رہی تھی۔ یہ ظاہر کرتی تھی کہ زینہ زمین کے نچلے طبقات کو کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ وہاں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کی روشنی صاف اور مسلسل تھی۔ اور ابوعبداللہ نے کچھ ایسے مضطربانہ انداز سے قدم اُٹھائے۔ کہ وہ فاصلہ جو حقیقت میں زیادہ تھا۔ اس نے بہت جلد طے کر لیا + آخر کار وہ ایک وسیع غار میں پہنچا۔ اس غار کے دروازے بھی متذکرہ بالا کمرہ کے سے تھے۔ اب وہ شاہان غرناطہ کے عالی شان قبرستان کے ایک گنبد میں تھا۔ اور اس کے روبرو وہی ڈھانچہ جس کے متعلق بادشاہ نے دورانِ ملاقات میں موسٰے سے ذکر کیا تھا۔ شاہی تاج اور خلعت پہنے کھڑا تھا۔ اور اس کے سامنے وہ طلسمی لوح چمک رہی تھی +

ابوعبداللہ نے ڈھانچے کے سامنے دوزانو ہو کر کہا "اے مہیب اور دہشت ناک! اے اس کے ہمزاد جو کبھی تدبر میں دانشمند اور جنگ میں خوفناک بادشاہ تھا۔ اگر تیری کھوکھلی ہڈیوں میں پوشیدہ اور غیر محسوس رُوح باقی ہو تو اپنے نائب بیٹے کی معروض سُن! اس کے جوشِ شباب کی سرکشی کو بخش دے۔ کہ ابھی وقت باقی ہے۔ اور اپنی دلاور رُوح کو اجازت دے۔ کہ اس کی خامیوں اور اوہام میں ایک تازہ جوش پھونک دیں + جس نشان کے اظہار کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ میں اُس کا انتظار نہ کر کے میدانِ کارزار کو جاتا ہوں۔ اس عجلت شعاری کا الزام جس پر مقدر مجھے مجبور کر رہا ہے میرے ملک کے بجائے میری ذات سے منسوب کر۔ اور اگر میں میدان میں شہید ہو جاؤں۔ تو میرا بخت بد بھی ساتھ ہی قبر میں مدفون ہو جائے۔ اور کوئی مجھ سے زیادہ لائق بادشاہ میری غلطیوں کی تلافی کر کے غرناطہ کو بچا لے +

جب بادشاہ نے۔ نگاہ اوپر اُٹھا کر دیکھا۔ تو بھیانک مردہ جیسے تاج اور شاہی لباس نے اَور بھی بھیانک بنا دیا تھا۔ اِس طرح ساکت وجامد کھڑا تھا۔ کہ بادشاہ کے دل کا جوش اور غم فی الفور پھر برف کی طرح منجمد ہو گیا + وہ لرز گیا۔ ایک گہری آہ بھر کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور جب اس کی نگاہیں بے اختیار ڈھانچے کے بلند ہاتھ کی حرکت پر پھرنے لگیں۔ تو اُس نے خوف و مسرت سے طلسمی لوح کی ساکن سوئی کو دیکھا۔ کہ وہ آہستہ آہستہ سرکی۔ اور آخر اس لفظ پر جا ٹھہری۔ جس کا اُسنے عرصہ سے اور ایسی بے صبری سے اشتیاق کیا جا رہا تھا + بادشاہ چیخ اُٹھا۔ "مسلّح ہو جاؤ" کیا میں صحیح پڑھ رہا ہوں ؟ کیا میری دعاؤں کی شنوائی ہو گئی-؟ ایک مدھم اور گہری آواز جیسے زمین کے نچلے طبقوں میں توپیں گرج رہی ہوں۔ کمرہ میں گونجی۔ ایک لمحہ میں دیوار ہٹی اور المامن ساحر کی شکل دکھائی دی۔ جس کا بادشاہ مدت سے منتظر تھا۔ اس کے شاہانے جسم پر مشرقی درویشوں کا سا ڈھیلا ڈھالا۔ اور امن کے زمانے کا لباس نہ تھا۔ بلکہ اس کا فراخ سینہ اور قوی ہیکل بازو۔ زرہ بکتر میں چھپے ہوئے تھے۔ صرف اس کا سر برہنہ تھا۔ اور اس کے چہرہ کے نمایاں اور مؤثر نقش ونگار صوفیانہ یا ساحرانہ جوش کے بجائے جنگ جو قوت اور طاقت سے روشن تھے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ اور بائیں ہاتھ میں برف سا سفید اور روشن عَلم تھا +

المامن کی صورت ایسی دفعتاً ظاہر ہوئی تھی۔ اور بادشاہ جوش سے اس قدر آشفتہ ہو رہا تھا۔ کہ شاید کسی فوق العادت ہستی کا نمودار ہونا بھی اسے اس سے زیادہ مرعوب و متحیر نہ کر سکتا +

المامن نے کہا "شاہ غرناطہ! آخر کار ساعت آن پہنچی۔ جا۔ اور غنیم کو فتح کر۔ عیسائی فرماں رواسے عہد و پیمان اور صلح کی کوئی اُمید نہیں۔ تیرے کہنے پر میں نے اُس سے ملاقات کی اور صرف میرے سحر ہی نے تیرے فرستادہ کی

جان سلامت رکھی + آج خوش ہو۔ کہ تیری رُوح پر سے بختِ بد کا سایہ اسی طرح ہوا ہو گیا۔ جیسے آفتاب کی درخشانی کے سامنے بادل اُڑ جاتے ہیں + مشرق کے جنات نے نیک فال ستاروں کی شعاعوں سے یہ سفید جھنڈا تیار کیا ہے۔ میدان کارزار میں یہ تیرے سامنے لہرائے گا۔ اور مسیحی خون کے دریاؤں پر بلند ہوگا۔ جس طرح ماہتاب لہروں کے سینہ پر حکمراں ہے۔ اسی طرح یہ میدانِ جنگ میں صفوں کی موجوں پر اثر ڈالے گا۔ اور اُن پر حکومت کرے گا"+

"اے پر اسرار شخص! تو نے مجھے نئی زندگی دی ہے"+

المامن نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ میں تیرے پہلو میں کھڑا ہو کر لڑوں گا۔ اور اراگون اور قشطالہ کی بربادیوں سے تیرے لئے ایک نئے تخت کی شان و شوکت استوار کرنے میں مدد دوں گا۔ مسلّح ہو۔ اے شاہ غرناطہ مسلّح ہو۔ میں ہزاروں زرہ پوش بہادروں کے درمیان تیرے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنتا ہوں۔ مسلّح ہو"+

باب پنجم
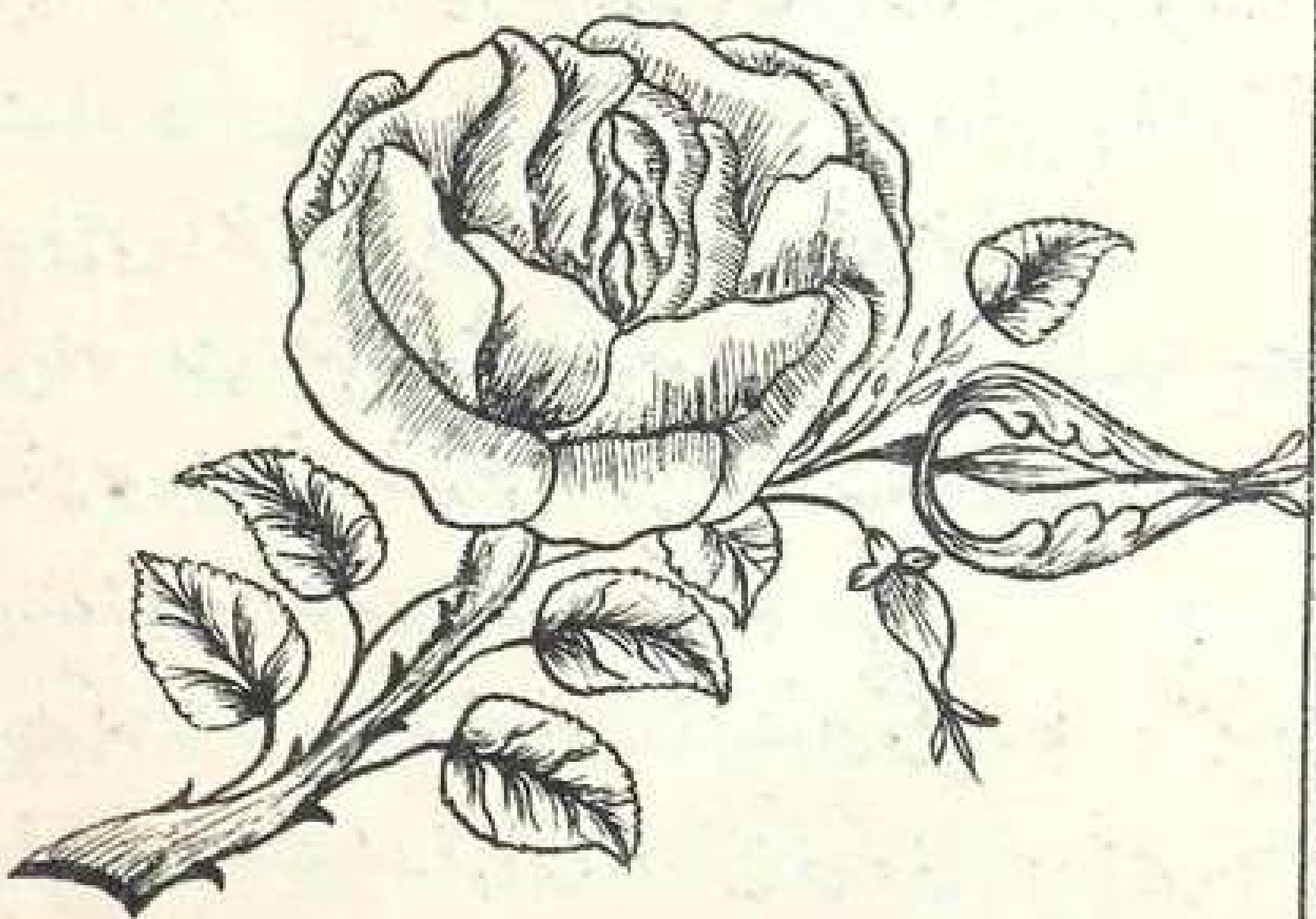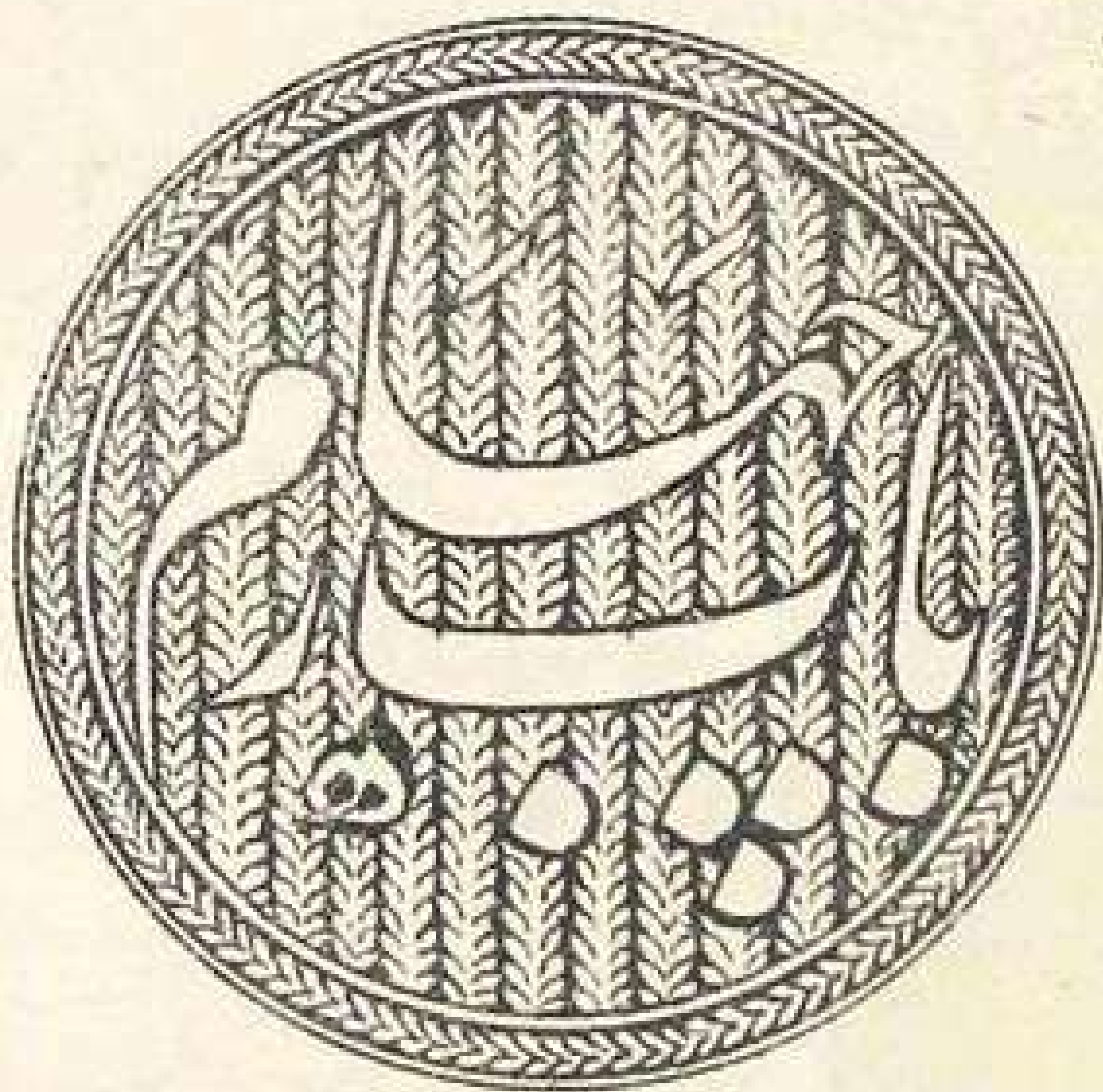
فصل اوّل

لیلیٰ قلعہ میں ۔ محاصرہ

لیلیٰ کے پُر اطمینان خیالات اور مقدس تفکرات کا سلسلہ آخرکار ایک ایسی خبر سے منقطع ہوگیا۔ جس کی خوف ناک دل چسپی نے ساکنین قلعہ کی تمام تر توجہ اپنی جانب منعطف کرلی + سلطان ابو عبداللہ ایک عظیم الشان لشکر لے کر میدان میں اُتر آیا تھا۔ اس نے نہایت سرعت کے ساتھ قرب وجوار کے علاقہ میں چکر لگایا۔ اور یکے بعد دیگرے ان قریب کے قلعبند شہروں پر جا دھمکا۔ جنھیں فرڈی ننینڈ نہایت مضبوطی سے مسلح کر گیا تھا۔ اس کی کامیابی فوری اور بے نظیر تھی۔ ایک بار پھر اس کی معرکہ آرائیوں کی دہشت دور و نزدیک پھیل گئی۔ ہر روز اس کے لشکر میں نئے رنگروٹوں کی شرکت سے معتدبہ اضافہ ہونے لگا۔ اور سیرا نواد اکی برف پوش چوٹیوں سے ایک تُند خو کوہستانی قوم کے جتھے کے جتھے اُتر آئے۔ سرمائے مدام کے عادی لوگ۔ اپنے تُند چہروں اور بھدے کپڑوں کے باعث غرناطہ کی شائستہ اور جگمگاتی سپاہ کے مقابلہ میں ایک عجیب تضاد پیدا کرتے تھے

جن موری شہروں نے فرڈی ننینڈ کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ اُنھوں نے اطاعت کا جُوا اُتار ڈالا۔ اور اپنے جوشیلے جوانوں اور کار آزمودہ بہادروں کو کلید و ہلال کے علم کی نصرت کے لیے بھیجنے لگے۔ اہل ہسپانیہ اس بلائے ناگہانی سے ہراساں تو تھے ہی۔ اس خبر سے اور پریشان ہوگئے۔ کہ موروں کی فوج میں ایک طاقتور ساحر اچانک نمودار ہوا ہے۔ جس میں انسانی شجاعت کے بجائے جنات کا جوش و خروش

کام کرتا ہی + جس بُرج یا مستحکم مورچہ سے اُبلتا تیل پھینکا جاتا۔ یا محصورین کا مہلک توپخانہ گولے برساتا۔ اور مُور سپاہی اس کی جانب بڑھنے سے خوف کھاتے۔ یہ ساحرہ اُن کی کمزور صفوں میں جا پہنچتا۔ اور وحشیانہ اشاروں سے ایک سفید علم لہراتا۔ جسے مُور اور عیسائی دونوں فوق الفطرت اعجاز ساحرانہ سمجھتے تھے + وہ بڑے بڑے خطرات میں بے خوف کود پڑتا۔ اور ہر حملہ سے صحیح وسلامت نکل آتا۔ اور اشتعال انگیز تقریر۔ دعا۔ اور اپنی نظیر سے مُوری سپاہیوں میں ایسا جوش وخروش پیدا کر دیتا کہ اسلام کی ابتدائی فتوحات کا نقشہ آنکھوں میں کھیچ جاتا تھا + قلعوں کے عظیم الشان کوہ نما سلسلہ میں بُرجوں پر بُرج اس ظفر مند پرچم کی چمک اور لہک سے ناپاک ہو چکے تھے۔ البتہ جری فیرنڈو ڈی کونگسٹڈا جو صرف ڈھائی سو نوجوانوں کے ساتھ قلعہ الہندرین پر قابض تھا۔ ابو عبداللہ کی مسلسل فتوحات سے نڈر اور بے خطر تھا + وہ جانتا تھا کہ موری افواج کا مہیب طوفان اس کی جانب بڑھ رہا ہی۔ چنانچہ جو اطمینان کے دن اسے فی الحال نصیب تھے۔ وہ اس نے متوقع محاصرہ کے مقابلہ کی تیاریاں مکمل کرنے میں صرف کیئے۔ فرڈی نینڈ کے پاس پیغام بر روانہ کیئے گئے۔ قلعوں میں نئے استحکامات بڑھائے گئے۔ اشیا خوردنی کے ذخائر جمع کیے گئے۔ اور اس قلعہ کو ہسپانیوں کے قبضہ اقتدار میں قائم رکھنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ جو غرناطہ کے قریبا درمیگا اور الفجارہ کی وادیوں پر حاوی ہونے کے باعث مُوری قوت کے پہلو میں ایک تیز کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا +

ایک دن صبح صبح لیلئے اپنے بلند عالی شان کمرہ کے دریچہ کے قریب کھڑی تھی۔ اور غرناطہ کے دور اُفتادہ بروج کو جو سورج کی خاموش روشنی میں محو خواب تھے طرح طرح کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت اس کا دل اپنے وطن کے خیالات سے بھرا ہوا تھا۔ اور موجودہ خطرات اور کاوشیں بالکل فراموش ہو گئی تھیں +

بہت دور سے فوجی باجہ کی آواز آئی۔ اور اس کی محویت کا طلسم ٹوٹ گیا + وہ چونک اُٹھی۔ اور اپنے تیز تنفس کو روک کر اس آواز کو غور سے سُننے لگی +

باجہ کی آواز دم بدم زیادہ واضح اور صاف ہوتی گئی۔ ڈھالوں اور تلواروں کی جھنکار۔ افریقی دمامہ کی گرج۔ اور مُوری قرنا کی وحشت انگیز چیخ۔ اور ہر آواز اب ایک دوسرے سے تمیز کی جا سکتی تھی۔ وہ کھڑی حیرت سے انھیں سُن سُن کر نظریں دوڑا رہی تھی۔ کہ اتنے میں مسلم ہراول کے پھریرے اور درخشاں نیزے ڈھلوانوں پر دکھائی دینے لگے۔ ایک لمحہ میں تمام قلعہ میں بے چینی اور اضطراب سے ہل چل مچ گئی +

ینڈو کونگسنڈا فوراً مسلّح ہو کر شہر پناہ پر جا پہنچا۔ اور لیلے نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ کہ وہ تھوڑی دیر بعد اپنی مٹھی بھر فوج کو بہترین موقعوں پر متعین کر رہا ہے + چند لمحے بعد ڈونا آنیز اور قلعہ کی اَور عورتیں بھی لیلے کے پاس آ پہنچیں۔ خوف کے مارے وہ اپنی مخدومہ کے گرد جمع ہو گئی تھیں۔ کہ منجملہ اور باتوں کے دریچہ سے موروں کی شان دار فوج کو ایک نظر دیکھ کر اپنے جذبۂ نسائیت کو محظوظ کریں +

لیلے کے حجرہ کا دریچہ ایسے رُخ پر واقع تھا۔ کہ وہاں سے غنیم کے لشکر کی نقل و حرکت بخوبی دکھائی دیتی تھی۔ اور دیکھنے والا محظوظ ہو سکتا تھا۔ لیلے قلعہ کی عورتوں کی آوازوں سے بے خبر تھی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ رُخسار تمتما رہے تھے۔ وہ سواروں کے درمیان ایک تیز رفتار اور سفید پوش شخص کو دیکھ رہی تھی۔ اور اُسے موسےٰ سمجھ رہی تھی +

اس کے دل و دماغ کی عجیب کیفیت تھی۔ اب وہ عیسائی تھی۔ کیا وہ بے دینوں کی کامیابی کی تمنا کر سکتی تھی؟ لیکن عورت کیا اپنے عاشق کی شکست کی خواہاں ہو سکتی ہے؟ غور و فکر کے لئے اس کو بہت کم وقت ملا۔ مُوری رسالہ کا ایک دستہ اس شہر کی فصیل کے باہر پہنچ چکا تھا۔ جو قلعہ کے چاروں طرف آباد تھا۔ اور نقیبوں کے قرنا کی بلند چیخیں اہلِ قلعہ کو اطاعت قبول کرنے کا اشارہ کر رہی تھیں +

کونگسنڈا نے یہ مختصر جواب دیا۔ "جب تک قلعہ کی دیواروں میں ایک اینٹ بھی سلامت ہے۔ ہم اطاعت قبول نہ کریں گے"۔ چنانچہ دس منٹ کے بعد فصیلوں اور بُرجوں کی توپوں نے حملہ آوروں پر آگ برسانی شروع کر دی +

اس وقت عورتوں نے محاصرہ کرنے والی فوج کو لیلٰے کے کمرہ میں سے دیکھا۔ کہ شجاعانِ لشکر اپنی پوری شان و قوت کے ساتھ آہستہ آہستہ چڑھائی کے لیئے باقاعدہ تیار ہو رہے ہیں + گنجان صفوں کے پرے کے پرے اور دستے کے دستے دشوار گذار ڈھلوانوں پر پھیلتے گئے۔ سمندر کی موجوں کی طرح جب وہ آگے پیچھے ہٹتے بڑھتے تھے تو سُورج کی شعاعیں مجلے ہتیاروں پر چمک کر چکاچوند کا عالم پیدا کر دیتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ابوعبداللہ کے چتر پر علم لہراتا ہوا نظر آنے لگا + سلطان جو اپنے نقرئی اور جواہرات میں غرق گھوڑے پر سوار تھا۔ پیدل فوج کے درمیان ممتاز نظر آتا تھا۔ اس کا کام حملہ کے وقت پیش قدمی کرنا تھا +

آئینز نے گھٹنے ٹیکتے ہوئے لیلٰے سے کہا "بیٹا ہمارے ساتھ دعا میں شامل ہو" مگر آہ لیلٰے کس بات کی دعا کرتی؟

چاندراِن دنوں پورا تھا۔ حملہ آور رات کو بھی خاموش نہ بیٹھتے تھے۔ چنانچہ اس ماندگا محاصرہ کو جتے ہوئے چار دن اور چار راتیں گذر گئیں + چونکہ محاصرین کی تعداد زیادہ تھی اور غرناطہ قریب۔ اس لیئے اُن کو مسلسل امداد پہنچنے کا فائدہ حاصل تھا۔ دستہ پر دستہ چلا آتا تھا۔ اور مضمحل و درماندہ محصورین کو ہمیشہ تازہ دم حملہ آوروں کی قوت سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ پانچویں روز قلعے کے قلب گاہ کے سوا (جو بہت وسیع و مستحکم بُرج تھا) باقی تمام قلعہ پر موروں کا قبضہ ہو گیا۔ اور آخر اس آخری جائے پناہ میں مختصر اور درماندہ قلعہ گیر فوج بہادرانہ یاس سے لڑنے کی آخری اُمید میں آ جمع ہوئی +

کونگسڈا خاک و خون میں آلودہ ہو رہا تھا۔ وہ بُرج کے اس ایوان میں گیا جہاں عورتیں دہشت سے نیم جان تھیں۔ اس کی آنکھوں سے خُون برس رہا تھا۔ رُخسار پژمردہ اور بے رونق تھے اور اس کے سر کے بال یکایک سفید ہو گئے تھے +

وہ چلا کر بولا "کھانا لاؤ۔ کھانا اور شراب۔ یہ شاید آخری دسترخوان ہی جس پر ہم اکٹھے کھانا کھا رہے ہیں"+

اس کی بیوی نے اپنے بازو اس کے گلے میں ڈال دیئے۔ وہ چیخ اُٹھا۔

ابھی نہیں - ابھی نہیں - جدا ہونے سے پیشتر ہم ایک بار ضرور ہم آغوش ہونگے"
گوآئینز کے رخسار زعفرانی ہو رہے تھے مگر اس کی آنکھوں میں استقلال موجود تھا - وہ بولی
"تو اب کوئی اُمید باقی نہیں ؟"
"اگر کل صبح تک فرڈی نینڈ کی افواج کے نیزے ان سامنے کے پہاڑوں پر چمکتے نظر نہ آئے تو کوئی اُمید نہیں - ہم شاید کل صبح تک اور غنیم کی مزاحمت کر سکیں گے"
اس نے باتیں کرتے کرتے چند لقمے زہر مار کیئے شراب کا ایک بڑا سا قدح چڑھایا - اور دفعتاً کمرے سے رخصت ہو گیا +
اس وقت عورتوں نے واضح طور پر موروں کے نعرے سُنے + لیلے لوہے کی سلاخوں والے دریچہ کے پاس گئی - تو اسے ایسا دکھائی دیا جیسے متحرک دیواریں بڑھتی آرہی ہیں +
محاصرین نے لکڑی کے تختوں پر چمڑا منڈھ کر اپنی ہنرمندی سے عجیب و غریب دیواریں بنائی تھیں - انھیں اپنے سامنے رکھ کر وہ برج کی جانب بڑھ رہے تھے اور اُن کے پیچھے رہ کر اس اُبلتے ہوئے تیل کی دھاروں سے نسبتاً محفوظ تھے - جو ابھی تک دیواروں پر سے نہایت زور شور سے برس رہی تھیں + وہ مور جو پیچھے زیادہ فاصلہ پر تھے عقب میں سے تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ برسا رہے تھے - جس سے نہ صرف فوجی انجنیروں کی ان اختراعات کی حفاظت ہوتی تھی - بلکہ تیر برج کی ہر درز اور شگاف میں گھس رہے تھے +
اس اثنا میں برج کا بہادر افسر انجنیروں کی تیاریوں کو دیکھ کر نہایت مایوس و ہراساں ہوا - جو لکڑی کے تختوں کی پناہ میں ہر قسم کے ہتیاروں کے حملوں سے محفوظ تھے +
وہ دانت پیس کر کہنے لگا " روضۂ مقدس کی قسم - وہ برج کے نیچے سرنگیں لگا رہے ہیں - اب ہم برج کے کھنڈر کے نیچے زندہ در گور ہو جائیں گے + گنسالو ! تجھے اس سامنے کے پہاڑ پر بھالے تو چمکتے ہوئے نظر نہیں آتے ؟ دیکھتے دیکھتے میری تو بینائی تاریک ہو گئی ہے"

"آہ بہادر مینڈوا! وہ تو سورج کی شعاعیں ہیں۔ جو برف کی سطح پر سے منعکس ہو رہی ہیں۔ مگر اب بھی اُمید باقی ہے"۔

سپاہی پُورا فقرہ کہہ نہ چکا تھا کہ اس نے دفعتاً درد و کرب سے بیتاب ہو کر چیخ ماری اور تیورا کر ٹوگنسڈا کے پاس گر پڑا۔ کسی مُوری سپاہی کی گولی سے اس کا دماغ پاش پاش ہو گیا تھا۔

ٹوگنسڈا بولا "آہ میرے بہادر سردار! تیری رُوح پر رحمت ہو۔ آہ وہ نڈر بے دین سرنگ لگانے والوں کو عجلت سے کام لینے کی تاکید کر رہا ہے۔ عرشِ معلےٰ کی قسم یہ وہی سفید جھنڈے والا ساحر ہے۔ اس پر گولیاں سر کرو۔ وہ تختوں کی آڑ کے باہر تکلے باندھے اور بے حوصلہ سپاہیوں کی کمانوں سے بیس تیر چھوٹے لیکن المامن کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے بغیر اس کے اردگرد زمین پر جا گرے اور وہ اپنا پُرسحر بلند علم ہلاتا ہوا پھر تختوں کی پناہ میں غائب ہو گیا۔

ہسپانی سپاہیوں کو کچھ ایسا خیال ہوا۔ جیسے انھیں اس کے فاتحانہ قہقہہ کی وہ گونج سُنائی دی ہو۔ جس میں ایک دیو کی ہنسی کی ہیبت بھی شامل تھی۔

محاصرہ کا چھٹا دن شروع ہوا۔ اور محاصرین کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ گئیں۔ برج کے نیچے سرنگیں بارود سے بھری جا چکی تھیں۔ اس کی بنیادیں صرف لکڑی کے چند پایوں پر کھڑی تھیں۔ جو ابو عبداللہ کی فطری شرافت کے باعث اس غرض سے وہاں رکھ دی گئی تھیں۔ کہ قلعہ کے رہنے والے برج کے کامل طور پر اُڑائے جانے سے پیشتر اگر اپنی آخری جائے پناہ سے فرار ہونا چاہیں تو ہو سکیں۔

دوپہر کا وقت تھا۔ کہ تمام موری فوج میدان سے بڑھ کر برج کے نیچے کی ڈھلوان پر قابض ہو گئی۔ حکم کے انتظار میں ان فوجوں کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ سرنگیں بنانے والے دُور کھڑے تھے۔ قلعہ گیر سپاہی فصیلوں پر تکان سے نڈھال مُنہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کی حالت اُن اہل جہاز کی طرح تھی جو سخت طوفان کے مقابلہ میں اپنے بس کی تمام کوششیں کرنے کے بعد راضی بقضا ہو کر

بے غرضی سے آخری تباہ کن تھپیڑے کے انتظار میں بیٹھ جائیں ⁂

دفعتاً فوجوں نے ہٹ کر درمیان میں راستہ بنا دیا۔ اور ابو عبداللہ اپنے دہنے بازو پر موسےٰ اور بائیں پر المامن کو لیے ہوئے بُرج کی طرف بڑھا۔ حبشی غلام مشعلیں ہاتھ میں لئے ہوئے آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ ان کے درمیان شاہی نقیب تھا۔ جس نے آخری مرتبہ صدائے تنبیہہ بلند کی + عظیم الشان سپاہ کا کامل سکوت۔ مشعلوں کی روشنی ، جو مشعل برداروں کے سیاہ چہروں اور قوی ہیکل جسموں پر پرتو ڈال رہی تھی۔ بادشاہ کا شاہانہ اقدام۔ موسےٰ کی بہادرانہ شکل وصورت۔ المامن کا برہنہ سر اور درخشاں علم۔ ان تمام چیزوں نے صورتِ معاملات سے مل کر منظر کو کچھ عجیب وغریب طور پر ہیبت ناک بلکہ کسی قدر ممتاز بنا دیا تھا ⁂

کونکسیڈا نے خاموشی سے اپنے بہادر سپاہیوں کے بھیانک چہروں پر نگاہ ڈالی مگر پھر بھی کچھ اشارہ نہ کیا۔ اس کے ہونٹوں کو کچھ جنبش نہ ہوئی۔ آنکھیں روشن ہو گئیں کہ دفعتاً اسے پیچھے سے عورتوں کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اسے آئینز کا خیال آیا۔ جو اس کی جوانی کے دنوں کی چہیتی اور بڑھاپے کی رفیق غمگسار تھی۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ہسپانیہ کا وہ جھنڈا جو ابھی تک نیچا نہ ہوا تھا۔ سرنگوں کر دیا۔ نیچے جو سپاہ کھڑی تھی۔ اس کی خاموشی ایک ایسے بلند نعرۂ مسرت میں ٹوٹ پڑی کہ بھیانک الجح کی ناپائدار اور عارضی بنیادیں تھرا گئیں ⁂

کونکسیڈا ایک دردانگیز آہِ سرد بھر کر کہنے لگا "میرے دوستو! اٹھو ہمنے جوانمردوں کی طرح مقابلہ کیا ہے۔ ہمارا ملک ہمارے طرزِ عمل سے نادم نہ ہوگا"

وہ گول زینہ سے نیچے اُترا۔ اس کے سپاہی ڈگمگاتے قدموں سے اس کے پیچھے پیچھے اُتر آئے + بُرج کا دروازہ کھلا۔ اور ان بہادر عیسائیوں نے اپنے آپکو موروں کے حوالے کر دیا کونکسیڈا نے ابو عبداللہ کے گھوڑے کے قدموں میں کنجیاں رکھ دیں۔ اور کہا "ہمارے ساتھ آپ جیسا سلوک چاہیں کیجئے۔ مگر قلعہ میں عورتیں ہیں جو ......"

ابو عبداللہ نے قطع کلام کر کے کہا "جو قابل احترام اور واجب التعظیم ہیں۔

ہم اسی وقت اُن کو آزادی دیتے ہیں۔ اگر وہ کہیں جانا چاہیں۔ تو اُن کے سفر کے اخراجات اُنھیں معاف ہیں۔ بتاؤ وہ کونسے مقام پر پہنچادی جائیں؟"

کونگسیڈا نے اپنے ہاتھ کی پُشت سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "اے دریادل بادشاہ تیری فیاضی ہماری حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ جس حوصلہ افزائی سے یہ عنایت کی گئی ہے ہم اس کو شکریہ کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ کوہستان کے الغدیر کے میدان کے کنارے پر ایک چھوٹا سا قلعہ میری ملکیت ہے۔ اس کے گرداگرد نہ تو استحکامات ہیں نہ فوج اُس کی حفاظت کے واسطے متعین ہے۔ اگر جنگ کا رُخ ادھر تبدیل ہو جائے تو مستورات وہاں سے بآسانی اور حفاظت کے ساتھ قرطبہ میں ملکہ کے پاس جاسکتی ہیں"۔

ابوعبداللہ نے کہا "ایسا ہی ہوگا"۔ پھر بادشاہ نے ایشیائی تہذیب کے لحاظ سے چند کہن سال افسروں کو منتخب کیا۔ اور اُنھیں ہدایات دیں۔ کہ وہ بُرج میں داخل ہوں۔ اور ایک زبردست دستہ ساتھ لے کر کونگسیڈا کے حسب ہدایت مستورات کو بحفاظت تمام منزل مقصود پر پہنچا دیں۔ ہسپانی قیدیوں کو اس نے اپنے ایک دوسرے افسر کے سپرد کیا۔ اور اپنی سپاہ کو اس مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ صرف چند آدمیوں کی جماعت باقی رکھی۔ کہ بُرج کی بربادی کو تکمیل تک پہنچا دیں۔

ملامن اور چند اعلےٰ افسروں کی ہمراہی میں ابوعبداللہ جلد غرناطہ واپس آگیا۔ ادھر کونگسیڈا اور اُس کے ہمراہی بھی ایک مضبوط دستہ کے زیر حفاظت آہستہ آہستہ ویگا کو عبور کرنے لگے۔ دفعتاً ایک سڑک پر وہ مُڑے۔ تو اُن کی نظر اس بُرج پر پڑ گئی جس کے لئے وہ اس بہادری سے لڑے تھے۔ وہ بُرج ابھی تک شکستہ عمارات اور افواج کے درمیان ایک شان غرور و تمکنت سے استادہ تھا۔ نیلے آسمان کے مقابل میں اس کی بلندی تاریک اور ہیبت ناک معلوم ہو رہی تھی۔ ایک لمحہ گذرا ہوگا کہ ایک زور کا دھماکا کانوں میں گونجا۔ اور گرد اور دھوئیں کے بادلوں کے درمیان بُرج زمین پر گر پڑا۔ اس صدمہ کے باعث کنکر پتھر اُڑ کر وہاں تک پہنچے جہاں سے وہ پُرحسرت قیدی اپنے اس مایۂ ناز بُرج پر حسرت کی آخری نگاہیں ڈال رہے تھے۔ جس پر غرناطہ کے مُور اپنے شہر کی فصیلوں سے قسطالہ اور اراغون کا جھنڈا لہراتا دیکھا کرتے تھے۔ عین اُس وقت لیلےٰ جو ایسے عجیب غریب طریق سے اپنے باپ اور عاشق کی رسائی میں پہنچکر بھی اپنے پُراسرار مقدر کے باعث دونوں سے جُدا رہی۔ ڈونا آئینز اور قلعہ کی دیگر مستورات کے ہمراہ کوہستان کے بلند و پست میں اپنا پُرملال سفر طے کر رہی تھی۔

فصل دوم

الماسن کی مجوزہ مہم۔ تین اسرائیلی۔ صورتِ حالات ہر شخص پر مختلف اثر کرتی ہے

ابو عبد اللہ نے اپنی تازہ فتح کے بعد قریبی قلعوں پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ جن میں سے ہر جگہ کامیابی حاصل ہوئی۔ غرناطہ کی حالت گویا ایک ایسے شہ زور کی سی تھی۔ جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو۔ اُس نے یکے بعد دیگرے اُن بندھنوں کو توڑ ڈالا۔ جو اس کی قوت اور آزادی کو مفلوج کر رہے تھے۔ اور آخر کار جب بادشاہ نے ملک کا ایک معقول حصہ دوبارہ فتح کر لیا۔ تو اس نے سلوبرنیا کی بندرگاہ کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا + اگر اس بندرگاہ پر قبضہ ہو جاتا۔ تو ابو عبد اللہ غرناطہ اور سمندر کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قائم کر کے اپنے افریقی اتحادیوں سے امداد پانے کے قابل بن جاتا۔ اور اگر ہسپانی پھر اس کا محاصرہ کر لیتے۔ تو ہسپانیوں کو رسد بند کر دینے سے باز رکھ سکتا تھا موسٰے کی ہمراہی میں مُوری بادشاہ اپنا لوائے فتح لے کر اسی جانب روانہ ہو گیا +

مگر روانگی سے قبل شام کے وقت الماسن بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جب سے فرڈی نینڈ رخصت ہوا تھا۔ اس مصنوعی درویش میں بے انتہا تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی وضع قطع میں جو نخوت و شوکت تھی وہ رخصت ہو گئی تھی + اس کی آنکھیں دُھندلی ہو کر اندر کو دھنس چکی تھیں۔ اور اس کے اطوار میں بہت کچھ بےچینی اور خود فراموشی پیدا ہو گئی تھی + حقیقت یہ ہے کہ اس کے مزاج میں جو کچھ حلم تھا وہ صرف بیٹی کی محبت کے

باعث تھا۔ مگر وہ بیٹی اب اُس فرڈی نینڈ کے پاس تھی۔ جس نے باپ کو مذہبی عدالت کی دستبُرد کے حوالے کر دیا تھا + تو پھر مذہب تبدیل کرانے والوں کے جوش نے بیٹی پر کیا کچھ مصائب روا نہ رکھّے ہونگے۔ اور کیا اس کا نازک بدن اور نازک دل عذاب کے شکنجوں کی بھیانک صورت کو برداشت کر سکا ہوگا + اس نے سوچا۔ اس مکروہ مذہب کو قبول کرنے سے یہی بہتر ہے۔ کہ وہ عذاب اُٹھا اُٹھا کر ہلاک ہو جائے + وہ ان دو ممکنات کا خیال کر کے بیتابی سے دانت پیسنے لگا۔ اس کے منصوبے۔ اس کی زندگی کے مقاصد۔ اس کے مُوروں سے انتقام لینے کے ارادے اور تمام حوصلے کافور ہو گئے تھے۔ فقط ایک اُمید اور ایک خیال نے اس کے طوفانی جذبات اور جوشیلی فراست پر قابُو پا رکھا تھا +

اس حالت میں جبلی درویش نے ابو عبداللہ سے ملاقات کی۔ عساکر شاہی کی شاندار فتوحات کے سبب سے اس نے بادشاہ کی نظروں میں بے حد قدر و منزلت حاصل کر لی تھی۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ دُور فاصلہ پر فرڈی نینڈ کی افواج پر حملہ کیا جائے۔ اور اس تجویز کے متعلق اس نے اس امر پر اپنی آمادگی ظاہر کی کہ وہ مُوروں کی قدیم سلطنت قرطبہ میں جا کر خفیہ خفیہ وہاں کے مُوروں کو بغاوت کے لئے تیار کرے۔ جو ہسپانیہ کی غلامی کا جُوا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور جن کا ابو عبداللہ کی تازہ فتوحات سے مشتعل ہو جانا قرین قیاس ہے + المامن نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ کچھ نہیں تو کم از کم وہ ایسی ہلچل مچا دے گا جس کے باعث بادشاہ کو کافی مہلت مل جائے گی۔ کہ وہ اپنے منصوبوں کو تکمیل تک پُہنچا سکے + اس کے علاوہ اتحادی طاقتوں کی امداد سے فوج میں کافی بھرتی ہو سکے گی +

بادشاہ ایسے مقدس مشیر کو اپنے سے جُدا کرنے پر رضامند نہ تھا۔ مگر المامن کی تجویز بادشاہ کی نارضامندی پر غالب آئی۔ اور انجام کار یہ تصفیہ ہؤا کہ المامن فوراً شہر سے رخصت ہو جائے +

جب المامن تن تنہا اپنے گھر کی جانب جا رہا تھا۔ تو دفعتاً کسی نے اسے عبرانی

زبان میں مخاطب کیا۔ المامن نے جلدی سے مڑ کر دیکھا تو ایک بڈھا آدمی نظر پڑا۔ جس نے یہودیوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ المامن نے پہچان لیا کہ یہ شخص الیاس نامی ہے۔ جو اسرائیلیوں کی قوم میں نہایت دولتمند اور ذی عزت شخص تھا۔

الیاس نے زمین دوز سلام کر کے کہا "اے دانشمند ہموطن معاف کرنا میں ایک ایسے آدمی سے اپنا تعلق ظاہر کرنے کی خواہش پر غالب نہ آسکا جس کے وسیلہ سے اسرائیل کا قرنا فاتحانہ پھونکا جائے گا"۔

المامن نے جلدی سے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا "خاموش میں تیرا ہموطن! تیری زبان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تو اسرائیلی ہے! کیا میرا قیاس صحیح ہے؟"

یہودی نے جواب دیا "ہاں میں اُس قبیلہ سے ہوں۔ جس سے تیرے والد مرحوم تعلق رکھتے تھے۔ اُن کی ہڈیوں پر خدا کی رحمت ہو۔ گو جس وقت تو خاک غرناطہ کو الوداع کہہ گیا تھا۔ تو ذرا سا بچہ تھا۔ مگر مجھے تو یہ اب تک اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو تیری واپسی پر میں نے تجھے فوراً پہچان لیا۔ لیکن میں نے تیرا راز محفوظ رکھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تیری ہمت اور طباعی کے طفیل تیری پست حال قوم بدن پر سے پھٹے پرانے کپڑے اُتار کر علانیہ امن و سکون کی ضیافتیں اُڑائے گی۔

المامن نے اس ضعیف شخص کے نمایاں اور کھرے کھرے عربی خط و خال کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور آخر کار جواب دیا "بنی اسرائیل کا اقتدار کیونکر عود کر سکتا ہے۔ کیا تو اُن کے لئے لڑے گا؟"

"اسحٰق کے فرزند میرا ضعف پیری اب اسلحہ کا بار برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ لیکن ہمارے قبیلے بہت سے ہیں۔ ہمارے نوجوان قوی ہیں۔ ان کنتو کنتوں کی جنگ میں ...."

المامن نے قطع کلام کر کے تندی سے کہا "شیر اپنا شکار اُڑا سکتا ہے ہمیں اس اُمید پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ کیا تو نے اس جور و ستم کی داستان سُنی ہے۔ جو حال ہی میں دغاباز شاہ نصاریٰ نے قرطبہ کے یہودیوں پر ڈھانا شروع کیا ہے۔ اس کی

کیفیت سُن کر کلیجہ مُنہ کو آتا ہی۔ اور خُون جم جاتا ہی"۔

"ہاں ان دہشت انگیز واقعات سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ اور اسے میرے عزیز پیارے اور قریبی عزیز۔ ہمارے متمول اور معزز آدمی تمام سرزمین میں منتشر ہیں"

المامن نے جوش سے کہا "اور کیا یہ بہتر نہ ہوتا۔ کہ وہ عذاب کے شکنجوں میں مرنے کے بجائے میدان کارزار میں جان دیتے۔ اے میرے بزرگوں کے خدا! اگر تیرے مخصوص بندوں میں غیرت کی ایک چنگاری بھی باقی رہ گئی ہی تو اپنے خادم کو قوت عطا کر۔ کہ وہ اسے شعلہ زن کرے۔ اور وہ چنگاری یوں بھڑکے۔ جیسے آگ جھاڑیوں کو پھونک ڈالتی ہی۔ اس شعلہ کے سامنے سب کچھ جل کر خاک سیاہ ہوجائے۔ اور روئے زمین عُریاں و برہنہ رہ جائے"۔

الیاس اپنے ہمراہی کے جوش پر مشتعل ہونے کی بجائے کچھ رنجیدہ ہوگیا۔ اور بولا "نہیں ابن اسحٰق عجلت اچھی نہیں۔ فضول اور بے موقعہ جوش مناسب نہیں۔ اس طرح غالباً حکام کا غصہ بھڑک اُٹھے گا اور ہمارا تمام مال و متاع برباد ہوجائے گا"۔

المامن ذرا پیچھے ہٹا۔ آہستہ سے اپنا ہاتھ بڈھے کے کندھے پر رکھکر اس کے چہرہ کی طرف گھُورنے لگا۔ اور پھر آہستہ سے ہنسکر پیچھے مڑ گیا۔

الیاس نے اس کو روکنے کی کوشش نہ کی اور آہستہ سے کہنے لگا۔ "اُس کی تجویز غیر ممکن العمل ہی اور نہ صرف غیر ممکن العمل۔ بلکہ خطرناک بھی۔ میرا ہمیشہ سے یہی خیال ہی۔ کہ ہمیں اس شخص سے نقصان پہنچنے کا بہت احتمال ہوسکتا ہی۔ اگر وہ اس قدر طاقتور اور تُند مزاج نہ ہوتا۔ تو میں خود اُس کی بائیں پسلی میں اپنا خنجر بھونک دیتا۔ درحقیقت زر بڑی چیز ہی۔ اس وقت چونکہ ضعیف الیاس گھر سے باہر ہی۔ اس لئے گھر میں بدمعاش تیل ضائع کر رہے ہونگے"۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے لبادہ اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لیا۔ اور جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا چل دیا۔

اس اثناء میں المامن اُن تاریک اور زمین دوز راستوں میں سے ہوتا ہُوا جن کا صرف اُسی کو علم تھا۔ اپنے گھر کو روانہ ہوگیا۔ رات کا بڑا حصّہ اس نے

تنہائی میں صرف کیا۔ لیکن ابھی ستارۂ سحر نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر طلوع آفتاب کا
اعلان نہ کیا تھا۔ کہ وہ اپنے خفیہ حجرہ کے زمین دوز راستہ میں چلنے کو تیار ہو گیا۔ ضعیف
شمین اس کے قریب کھڑا تھا +

المامن نے کہا "شمین! میں ایک مہم پر جاتا ہوں جس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں
کہ وہ کیا ہو گی۔ ممکن ہے کہ میں اپنی بیٹی کو تلاش کر سکوں اور اسے نصلانیے کی ناپاک
گرفت سے رہا کرانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دشمنوں کے جال
میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاؤں + دونوں صورتوں میں میرے غرناطہ واپس آنے کا
مساوی امکان ہے۔ اگر ایسا ہوا تو جو دولت میں یہاں چھوڑے جاتا ہوں۔ اس کا
وارث تو ہو گا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ جب تیری آنکھیں سونے کی چمک دیکھیں گی
تو تو اولاد سے محروم ہونے کا رنج بھول جائے گا"+

شمین نے جھک کر زمین دوز سلام کیا۔ اور منہ ہی منہ میں تکلف اور شکریہ کے
فقرے کہہ گیا + المامن حجرہ کو دیکھ کر سرد آہیں بھر رہا تھا۔ آخر وہ غم آمیز لہجہ میں
بولا "میرے دل میں طرح طرح کے منحوس اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور میری کتابوں
میں سے بُری پیشینگوئیاں ظاہر ہیں" اس نے کنپٹیوں کو انگلیوں سے ٹھونک کر کہا "
مگر بدترین خطرہ یہاں ہے۔ رسّی تن چکی ہے۔ صرف ایک صدمہ اس کے توڑ ڈالنے کو کافی ہے"
یہ کہتے کہتے اس نے دروازہ کھولا۔ اور غلام گردشوں کی اس بھول بھلیاں کے
درمیان غائب ہو گیا۔ جس کے ذریعہ وہ جب چاہتا تھا کسی کو نظر آئے بغیر الحمرا یا شہر کے
دروازوں کے باہر والے باغ میں پہنچ جایا کرتا تھا +

شمین کچھ دیر تک وہیں کھڑا گہرے خیالات میں پڑ گیا۔ اور کہنے لگا "اگر یہ مر جائے
تو یہ سب کچھ میرا ہے۔ یا اگر یہ واپس نہ آئے۔ تو ان سب چیزوں کا میں مالک ہوں۔
یہ سب دولت میری ہے۔ یہ کُل مال میرا ہے۔ اور میرا کوئی عزیز یا وارث نہیں۔ جو اس کو
مجھ سے چھین لے" اس نے زمین دوز حجرہ کو قفل لگا دیا۔ اور اوپر کی منزل میں
واپس آ گیا +

فصل سوم
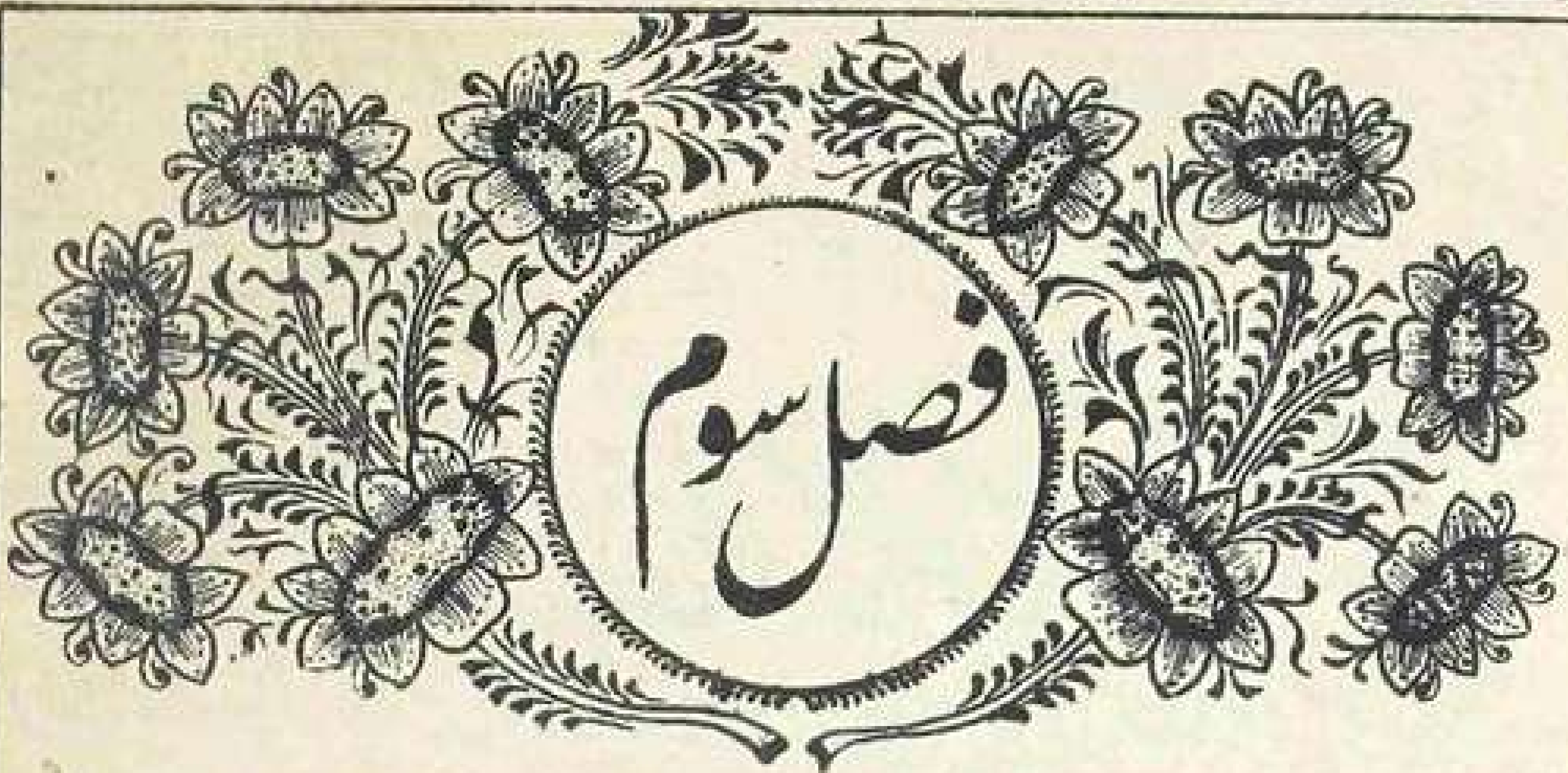
مفرور اور اتفاقی ملاقات۔

دونوں حریف بادشاہ اپنے اپنے مقاصد میں یکساں کامیاب ہوئے + سلوبرنیا میں جسے تھوڑا عرصہ پیشتر ہی عیسائیوں نے فتح کیا تھا۔ جب ابو عبداللہ کا عَلَم دکھائی دیا۔ تو ایک عجیب اضطراب مچ گیا + جمہور نے سر اُٹھایا۔ اپنے عیسائی محافظوں کو مار کر بھگا دیا۔ اور اپنی قوم کے آخری بادشاہ کے لیے شہر کے دروازے کھول دئے + تمام ہسپانی قلعہ میں واپس جا گھُسے۔ اور اب صرف یہ قلعہ تھا۔ جس نے ابو عبداللہ کی افواج کی مزاحمت کی۔ اور چونکہ فصیلیں ناقابلِ تسخیر تھیں۔ اس لئے توقع تھی کہ وہاں ایک زبردست اور خونریز محاصرہ قائم ہوگا :-

اس اثناء میں فرڈی نینڈ کے قرطبہ میں داخل ہوتے ہی استحصال بالجبر اور مذہبی ایذا رسائی شروع ہوگئی + نہ صرف پانسو سے زیادہ یہودی مذہبی عدالت کے پیشوا کے چنگل میں پھنس کر ہلاک ہوئے۔ بلکہ سینکڑوں بے انتہا متمول عیسائی خاندان بھی جن کے خون میں یہودی آبا و اجداد کی آلودگی پائی گئی قید خانوں میں مقید کر دیئے گئے۔ ان میں جو بہت متمول تھے۔ انھوں نے اپنی نصف دولت قربان کر کے اپنی زندگی خرید لی + اس موقعہ پر دفعتًا ایبیریا کے علاقہ اسپاڑیا میں تباہ حال رعایا نے زبردست بغاوت شروع کر دی۔ عالمگیر یاس نے یہودیوں کو

ذلت کی طویل زندگی سے ایسا اُبھارا کہ صرف ایک ہی چنگاری اس کے قدیم جوش کی راکھ پر گری اور فلسطین کے خوفناک جنگجوؤں کی اولاد میں بغاوت کی آگ مشتعل کرنے کو کافی ہوگئی + یہودیوں کے ساتھ جن یہودی الاصل عیسائیوں پر ظلم ٹوٹا تھا اُنھوں نے بھی اُن کی حوصلہ افزائی کی - اور اُنھیں ہر طرح کی امداد دی - ان سب باغیوں کا ایک سرغنہ تھا - جو دفعتاً ان کے درمیان نمودار ہوا تھا - اور جس کی شعلہ انگیز فصاحت اور جنگی جوش نے ان کے درمیان بے حد سرگرمی پیدا کر دی تھی - مگر بدقسمتی سے اس عجیب و غریب سرکشی کی تفصیلی کیفیات سے ہم محروم ہیں + صرف ہسپانی وقائع نگاروں کے محتاط اشاروں اور محفوظ رمزوں میں ہمیں اس کے وجود اور اس کے خطرات کا ثبوت ملتا ہے + یہ صاف ظاہر ہے - کہ چونکہ اس واقعہ کی مکمل داستان اوروں کے لیئے بھی خطرناک محرک بن سکتی تھی - علاوہ ازیں ہسپانی بادشاہ کے غرور سربلند - زر پرستی اور کلیسا کے دینی جوش اور عدم سلامت کے حق میں مہلک تھی - اس وجہ سے اس کی کیفیت صفحۂ تاریخ سے معدوم کر دی گئی - اور مذہبی عدالت کے وحشتناک مظالم نے اس بغاوت کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا - کیونکہ اس بغاوت کے سرغنے اسی عدالت کے حوالہ کر دیئے گئے تھے + جو کیفیت بالواسطہ پہنچی ہے اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مفسدوں نے بہت بہادری اور استقلال سے آزادی کے لیئے ہاتھ پاؤں مارے - مگر آخرکار شاہی افواج ان پر فتحیاب ہوئیں اور فتنہ و فساد بالکل فرو ہو گیا +

ایک روز شام کا وقت تھا - سینٹ ہرمنداد کے مقلد ایک مفرور کا تعاقب بے حد سرگرمی سے کر رہے تھے - کہ وہ ایک سنسان چٹان کی کھڈ سے برآمد ہوا - جس کے عین مقابل میں ایک مختصر سے قلعہ کا برج تھا - جو استحکامات اور سنتریوں کے نہ ہونے کی وجہ سے بظاہر ویران معلوم ہوتا تھا + اس انتہائی سکوت میں جس کے لیئے ہسپانیہ کے اوقات شفق خصوصیت رکھتے ہیں - اسے اپنے عقب میں کسی قدر زیادہ فاصلہ پر گھوڑوں کی ٹاپ اور قرنا کی آواز سنائی دی + اس کے متعاقب سپاہی کئی دستوں میں

منقسم تھے اور اس کے چاروں طرف یوں منڈلا رہے تھے۔ جیسے ماہی گیر تالاب کے کناروں پر جگہ جگہ اس خیال سے جال کھینچتے ہیں۔ کہ جونکا، ان کے جال کے پھندوں سے بچ نکلتا ہی۔ آخر کار ان کے ہاتھ سے سلامت نہ رہے گا + مفرور تذبذب کی حالت میں رُک گیا۔ اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھاگتے بھاگتے تقریباً بے دم ہو گیا تھا۔ اس آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا پیشانی پر پسینہ کے موٹے موٹے قطرے ڈھلک کر بہ رہے تھے۔ اس کا تمام جسم اُس بارہ سنگے کی طرح لرز رہا تھا۔ جس کے لیئے جان بچا کر بھاگنے کے تمام راستے بند ہوں۔ قلعہ کی دوسری جانب جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی چٹیل میدان پھیلا ہوا تھا۔ جہاں اس کے چھپ رہنے کو کوئی جھاڑی یا غار نہ تھا + یہ میدان جو اس کے تعاقب کرنے والوں کے مفید مطلب تھا۔ اس میں سے گذر کر فرار ہونے کی کوشش ظاہر ہی کہ فضول تھی + اس کے لیئے اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ جس راستہ سے سوار گذر رہے تھے۔ اُسی پر اُلٹے پاؤں واپس پھر جاتا۔ یا قلعہ کے باغ کی جھاڑیوں کی مختصر اور پُر خطر جائے پناہ پر اکتفا کرتا + آخر اُس نے مؤخر الذکر جائے پناہ کو ترجیح دی۔ املاک کے گرد جو ایک نیچی دیوار کھنچی ہوئی تھی۔ وہ اُس پر چڑھ گیا۔ اور اندر شاہ بلوط اور بن کھوڑ کی شاخوں کے گنجان جھنڈ میں کود پڑا +

اس باغ میں اس وقت ایک چھوٹے سے فوّارہ کے کنارہ دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پختہ عمر اور سن رسیدہ تھی۔ اور دوسری دوشیزگی شباب پھول۔ لیکن پھول کھلنے سے پہلے مرجھا چکا تھا۔ اس کے حسین چہرہ کی مرمریں سفیدی اور متفکر خاموشی میں وہ شگفتگی اور چمک یا شوخی اور چلبلاہٹ نام کو نہ تھی۔ جو اس کی عمر کے موزوں ہو +

ان میں سے سن رسیدہ عورت بولی :۔ میری پیاری زندگی کی ناپائداری سے ہم کچھ ایسی خاموشی اور تنہائی ہی کی ساعتوں میں متاثر ہو سکتے ہیں۔ میری پیاری ہم مذہب۔ اب تو میں تجھ پر ترس کھانے کی بجائے تجھ پر رشک کرتی ہوں۔ اور مجھے

قطعی یقین ہے۔ کہ مادر کلیسا کے آغوش میں تیری رُوح پوری راحت حاصل کرے گی"
مبارک ہیں وہ جو نوجوان مرجاتے ہیں۔ مگر وہ لوگ بہت ہی مبارک ہیں۔ جو نفس کو
مارتے ہیں وہ گناہ کی جانب سے مردہ ہیں۔ مگر نیکیوں کی طرف سے نہیں۔ وہ
خوف اور تشویش کے لحاظ سے بے جان ہیں۔ مگر اُمید کے اعتبار سے نہیں انسان
کی نظروں میں وہ مرجاتے ہیں۔ مگر خدا کی نگاہوں میں زندہ رہتے ہیں"

حسین لڑکی نے افسردگی سے کہا "میری پیاری رہنما! اگر میں اس دُنیا میں
تنہا ہوتی۔ تو خدا گواہ ہے۔ کہ دلی خواہش اور تسلیم و رضا سے رہبانیت کی مقدس
زندگی بسر کرنے کا عہد اُٹھا لیتی۔ اور اپنی گذشتہ زندگی کے لیے توبہ کرتی۔ خواہ کتنی
ربانی اُمیدیں اور روحانی تمنائیں دل میں پیدا کرلی جائیں۔ آخر وہ انسانی جذبات سے
لبریز رہتا ہے۔ اور بعض اوقات تو چونک اُٹھتی ہوں۔ جب مجھے اپنے گھر اور زرچین
اور اپنے متلون مزاج مگر پیارے باپ کا خیال آتا ہے۔ جو ضعیفی کے عالم میں اپنی
بچی سے جُدا ہو گیا ہے"

سن رسیدہ خاتون نے کہا "لیلےٰ ہماری تقدیر میں جو رنج و غم لکھے ہیں
تجھے بھی وہی نصیب ہیں۔ اگر موت یا عدم موجودگی ہماری محبت میں تفرقہ ڈالتی ہے
تو کیا مضائقہ ہے۔ تو اپنے باپ کی جُدائی کا رنج کرتی ہے۔ میں اپنے اُس بیٹے کا جو عین
حسن و شباب کے عالم میں مرگیا۔ اور اپنے اُس شوہر کا جو موری زنجیروں میں
بیہوش ہے۔ تو اس خیال سے اپنے دل کو تسلی دے کہ رنج و غم انسان کو ترکے
میں ملے ہیں"

لیلےٰ جواب نہ دینے پائی تھی کہ جن نارنگی کی شاخوں نے ان پر سایہ ڈال
رکھا تھا وہ جُدا ہوئیں۔ اور فوارے اور ان عورتوں کے درمیان وحشت زدہ
المامن کھڑا تھا۔ لیلےٰ اُٹھی ایک چیخ ماری اور باپ کے سینہ سے چمٹ کر بیہوش ہوگئی
المامن نے ایک گہرے درد کی آواز میں کہا "اے بنی اسرائیل کے خدا!
کیا آخرکار مجھے اپنی بچی مل گئی؟ کیا میں اُسے ہی اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہوں؟

اور کیا یہ صرف اتنے مختصر عرصہ کے لئے مجھے ملی ہے کہ میں ساحلِ اجل پر کھڑا ہوں۔ لیلےٰ میری بچی۔ میری طرف تو دیکھ! اپنے باپ کو دیکھ کر مسکرا تو سہی۔ میری گرم گرم اور جنوں پیما پیشانی اپنی قوم کے آخری فرد کا شیریں تنفس محسوس کرنے کی خواہشمند ہے۔ کہ میں کم از کم ایک روشن اور مقدس تخیل کے ساتھ قبر کی تاریکی میں داخل ہوں"

لیلےٰ ہوش میں آکر پیچھے ہٹ گئی۔ تاکہ اپنے آپ کو زیادہ یقین دلائے۔ کہ یہ وہی چہرہ ہے جس سے وہ اس قدر آشنا تھی۔ وہ کہنے لگی "میرے ابا سچ مچ میرے ابا ہیں۔ ابا یہ تمہیں تو ہو۔ تمہیں تو ہو۔ آہ کیسے حسنِ اتفاق سے ہماری باہم ملاقات ہوگئی"

الماسن نے رنج سے کہا "یہ اتفاق میرا مقسوم ہے جو مجھے قبر میں دھکیل رہا ہے۔ دیکھ سُن۔ کیا تجھے گھوڑوں کے دوڑنے اور اُن کے بے قراری سے بولنے کی آواز سُنائی نہیں دیتی۔ اب تو وہ سر پر آن پہنچے"

"کون؟ تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟"

"میرے متعاقب دُشمن ہسپانیہ کے سوار"

ڈونا آئینز کو اب تک دونوں باپ بیٹیوں نے فراموش کر رکھا تھا۔ لیکن وہ الماسن کو تعجب اور شوق کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیلےٰ اب اس کی طرف پھری اور چلا کر بولی "میرے ابا کو بچا لیجئے۔ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ شاید قلعہ کے تہ خانوں میں وہ محفوظ رہ سکیں جلدی سے اُدھر چلیئے"

ڈونا آئینز لرزتی ہوئی یہودی کی طرف بڑھی اور کہنے لگی "ذرا ٹھہر۔ میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہی ہیں۔ کیا امتدادِ زمانہ اور ابتلاؤں کی تاریک تبدیلیوں کے درمیان میں اس شاہانہ صورت کو دیکھ رہی ہوں جس نے ایک مرتبہ ماں کی غمگین نظروں کو اس کے اکلوتے بیٹے کے مرجھائے اور اترے ہوئے چہرہ کا دیدار کرایا تھا؟ کیا تو وہی شخص نہیں جس نے میرے بیٹے کو وبا سے بچایا تھا۔ اور اُس کے ساتھ نیپلز کے ساحل تک آکر اُسے اِن بازوؤں کے سپرد کر گیا تھا؟ میری طرف دیکھ کیا تجھے اپنے دوست کی ماں یاد نہیں رہی؟"

یہودی نے جواب دیا " ہاں مجھے تیری صورت کچھ ایسی یاد پڑتی ہے۔ جیسے کبھی خواب میں دیکھی ہو۔ اور جب تو گفتگو کرتی ہے۔ تو میرے شباب کے تصورات میری آنکھوں میں پھر جاتے ہیں۔ اور مجھے اُس سرزمین کا خیال آتا ہے۔ جہاں لیلےٰ نے پہلی مرتبہ روشن دن کی صورت دیکھی تھی۔ اور اس کی ماں غروب آفتاب کے وقت دریائے فرات کے کنارہ قدیم کھنڈروں کے روبرو مجھے گیت گا کر سُنایا کرتی تھی + تیرا بیٹا اب مجھے یاد آگیا۔ اُس وقت ایک عیسائی کے ساتھ میری دوستی تھی۔ کیونکہ میں اُن دنوں نوجوان اور ناتجربہ کار تھا "+

لیلےٰ ابھی تک بے قراری سے اپنے باپ کے سینہ سے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ بولی " پیارے ابا۔ اور اے خاتون اب وقت ضائع نہ کرو "+

" ہاں تم درست کہتی ہو۔ اور اے ضعیف شخص تم جو میرے فرزند کے دوست ثابت ہوئے تھے۔ میں حتےٰ الامکان تمھیں یوں تباہ و برباد نہ ہونے دونگی "+

آئینز قلعہ کے عقب میں ایک چور دروازہ سے اپنے اس عجیب و غریب مہمان کو اندر لے گئی۔ اور کئی کمروں میں سے گذر کر آخر کار اپنے مخصوص کمرہ کے برابر ایک حجرہ میں اسے جگہ دی جس کا دروازہ مشجر پردوں کے پیچھے پوشیدہ تھا۔ آئینز کا یہ خیال درست تھا۔ کہ نہ خاتون کی نسبت وہ کمرہ چھپنے کے لیئے زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ ملکہ ازابیلا سے ڈونا آئینز کی گہری ملاقات اور مشہور عام بے تکلفی تمام ایسے شبہات دُور کرنے کو کافی تھی۔ کہ وہ کسی مفرور کے فرار میں اُس کی معاون ہو سکتی ہے۔ اور وہ اپنے اُن بیج کے مکانات کو جن میں اُس کی امداد کے بغیر یہودی کسی طرح خُفیہ پناہ نہ پا سکتا تھا۔ زیادہ محفوظ رکھ سکتی تھی +

چند لمحوں کے بعد کئی سوار قلعہ میں آپہنچے۔ لیکن مالک قلعہ کا نام معلوم ہونے کے بعد اُنھوں نے صرف باغات اور قلعہ کے بیرونی حصہ ہی میں تلاش کرنے پر اکتفا کی اور ملازموں کو احتیاط سے نگہداشت کرنے کی تاکید کر کے پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اُس وسیع میدان میں جس پر اب رات کا سایہ اور ستاروں کی مدھم روشنی کا

نزول ہو رہا تھا۔ جستجو کرنے کو روانہ ہو گئے +

آخرکار جب لیلےٰ دبے پاؤں اُس حجرہ میں پہنچی۔ جس میں اُس کا باپ چھپا ہوا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے لبادہ پر لیٹا ہوا گہری نیند سو رہا ہے + دن کے وقت وہ اپنے دشمنوں کے آگے بھاگتے بھاگتے بے انتہا تھک گیا تھا۔ اور پھر دفعتاً اپنی بچھڑی ہوئی بیٹی سے ملنے کی جو فوری خوشی ہوئی اُس سے اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ چنانچہ وہ شعلہ مزاج اور بادیہ پیما شخص ایک معصوم بچے کی سی میٹھی نیند سو گیا + اس وقت باپ بیٹی کا تعلق برعکس معلوم ہو رہا تھا + بیٹی ایسی شفیق ماں کی طرح تھی۔ جو اپنے نونہال کو محبت آمیز غور و خوض سے دیکھ رہی ہو + لیلےٰ آہستہ سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو ڈبڈبا آتے تھے اور وہ اُنھیں بار بار پونچھ ڈالتی تھی + نگاہیں باپ پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور وہ اُس کے فرسودہ چہرہ کے اُن بے حس و حرکت خط و خال کو غور سے دیکھ رہی تھی جو دریچہ میں سے جھلملاتی ہوئی خاموش روشنی میں اور بھی ساکن و جامد معلوم ہوتے تھے + اس طرح رات کی خاموش ساعتیں گذرتی گئیں۔ باپ اور بیٹی۔ ایک منکسر مزاج توسیجی۔ اور دوسرا کینہ ور جنونی۔ دونو ایک ہی چھت کے نیچے موجود تھے +

فصل چہارم

"الماس سُنتا ہی اور دیکھتا ہی۔ مگر یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ تفکرات کی کثرت بے انتہا فہیم دماغ کو بھی کُند کر دیتی ہی۔"

سپیدۂ سحر آہستہ آہستہ اُس کمرہ میں نمودار ہوا۔ جس میں الماس سو رہا تھا + آج عیسائیوں کا یوم السبت تھا۔ وہ دن جب عیسائیوں کا نجات دہندہ (یسوع مسیح) مُردوں میں سے زندہ اُٹھا۔ اسی وجہ سے ابتدائی زمانہ کے کلیسا نے اس قدر شد و مد اور بلند آہنگی کے ساتھ اس دن کو روز خداوند کے نام سے موسوم کیا تھا + شعاع آفتاب مشرق میں چمکتے ہی مسیح مصلوب کے اُس بُت پر فخر و ناز اور رونق و جلال سے پڑنے لگی۔ جو اس حجرہ میں ایک گہرے طاقچہ کے اندر رکھا تھا وہ چہرہ جس میں گاتھ قوم کے معمولی سے معمولی بُت تراش بھی جاں کنی کی بے قراری اور یزدانی صبر کی پُر اسرار و دہشت انگیز آمیزش قایم رکھنے میں بہت کم ناکام رہتے تھے۔ لیلےٰ کو حیرت انگیز طریق سے نظر آنے لگا۔ وہ چہرہ لیلےٰ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور گو اس کو دیکھنے سے جسم میں ایک لرزش پیدا ہوتی تھی۔ اور انسان اطاعت پر مجبور ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں دل کشی اور حوصلہ افزائی بھی تھی + وہ آہستہ سے اپنے باپ کے پاس سے دبے پاؤں اُٹھی۔ طاق کے قریب گئی۔ اور اُس متبرک بُت کے سامنے دو زانو ہو کر دعا مانگنے لگی + "اے نجات بخشنے والے میری مدد کر۔ تو اپنی کنیز کو ہمت بخش۔ اس کے قدموں میں اتنی طاقت دے۔ کہ وہ صراطِ مستقیم پر گام زن ہو۔ خواہ اس کے باعث سے

دُنیا کی عزیز ترین چیزوں سے قطعی طور پر جُدا ہونا پڑے۔ اور اگر تیری کنیز نے اس مقدس ارادہ کے انتخاب میں کچھ ایثار سے کام لیا ہے۔ تو اے مصلوب خداوندا سے اس کی سرکش قوم کے جرائم کے ایک ادنے کفارہ کے طور پر قبول کر۔ اور اس کے بعد اگر ایک یہودی لڑکی یہ التجا کرے۔ کہ جو سخت لعنت اس کی قوم پر بجا طور سے پڑی ہے اُس میں تخفیف ہو جائے۔ تو اے خداوندا اس کی دعاؤں کو رائگاں نہ جانے دے"۔

لیلے کے آنسو بہ رہے تھے۔ وہ ہلکی ہلکی سسکیاں بھر رہی تھی۔ اور رنج وغم کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ دعا مانگ رہی تھی۔ کہ وہ کراہنے کی ایک بلند آواز سُن کر چونک اُٹھی اُس نے سراسیمگی سے پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو المامن بیدار ہو چکا تھا اس نے اپنے بازو پر ٹیک لگا رکھی تھی۔ اور اپنی سیاہ آنکھیں اپنی بیٹی کے چہرہ پر گاڑ رکھی تھیں۔ جن سے ایک بار پھر حسب معمول آگ کے شعلے نکل رہے تھے +

لیلے نے سہم کر اپنا چہرہ چھپا لیا وہ بولا "بتا بتا مجھے بتا ورنہ ایک مہیب خیال سے میں پتھر بن جاؤں گا۔ کہیں تو اس بُت کے سامنے تو پرستارانہ انداز میں دو زانو نہیں تھی؟ اگر مجھے اس امر کا علم ہوا۔ کہ تیرے شکستہ الفاظ کفر اور شرک کی عبادت کا اظہار کر رہے تھے۔ تو میرے حواس پراگندہ ہو جائیں گے۔ مجھے بتا۔ خدا کے لیئے مجھے بتا"

لیلے بولی "ابا" وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے لبوں سے اس مؤثر و مقدس نام کے سوا اور کوئی لفظ نہ نکل سکا +

المامن اُٹھ کھڑا ہوا اور لیلے کے ہاتھ اس کے چہرہ سے علحدہ کر کے کچھ دیر اسے گھورتا رہا گویا اس کی رُوح کے عمیق ترین حصوں تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اس اثنا میں رفتہ رفتہ لیلے کے دل میں بھی کچھ قوت اور دلیری پھر عود کر آئی۔ اس نے بے باکانہ انداز سے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں + اس کا پاک اور معصوم چہرہ اپنے باپ کی طرف متوجہ تھا۔ اس پیارے چہرہ کی ہر شکن سے گناہ کی بجائے رنج وغم مترشح تھا +

المامن نے آخر مہر سکوت کو توڑا اور بولا "تو خائف نہیں ہے۔ میں نے تجھے

جس جُرم کا مرتکب سمجھا تھا وہ تو نے نہیں کیا۔ مجھے دھوکا ہُوا۔ آ۔ میرے سینے سے لگ جا!"
لیلےٰ ایک طبعی تحریک سے مغلوب ہو کر اس کے فرسودہ سینے سے لپٹ گئی۔ اور
کہنے لگی:"کم از کم مجھ میں اپنے خدا کی ہستی سے منکر ہونے کا حوصلہ نہیں۔ ابا! ہماری
قوم پر خدا کی لعنت پڑی ہے۔ اس کے سبب سے ہم بے خانماں اور ناتواں ہیں۔ اور
تمام ملکوں میں ہماری حالت اجنبیوں اور مردودوں کی سی ہے + جو ظلم وستم اور دردوکرب
ہم نے برداشت کیا ہے۔ اُن سے تو اپنے اعلےٰ وارفع دل کو یہ سبق سکھا۔ کہ جس شخص نے
اپنے مبارک قدموں سے ہماری زادبوم کو متبرک بنایا تھا۔ اُسے عذاب دینے کی پاداش
میں ہم کو واجب سزا مل رہی ہے + تاریخ عالم میں سب سے پہلے سنگدل یہودیوں ہی نے
محض اختلاف رائے کے باعث بنی نوع انسان کو ایذا پہنچانے کا گناہ کیا + جو بیج
ہم نے بویا تھا وہ اب بارور ہُوا ہے۔ اور ہم اُس کا پھل کھا رہے ہیں۔ اسی کے عوض
ہم پر ظلم ہوتے ہیں۔ میں نے اُمید اور راحتِ قلبی کی التجا کی تھی۔ میں نے اس سامنے
والی صلیب پر نگاہِ استمداد اُٹھائی تھی۔ اور مجھے یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوگئیں + اپنے
دل کو پتھر نہ بنا۔ اپنی بیٹی کی بات کو غور سے سُن۔ گو تو دانشمند ہے۔ اور اگرچہ میری
طبیعت میں نسوانیت کی تمام کمزوریاں ہیں۔ مگر میری بات توجہ سے سُن"+

المامن چلّا اُٹھا۔ اس کی دہشت زدہ آواز ایسی بھیانک تھی۔ گویا مردہ جسم کی
کھوکھلی ہڈیوں میں سے گونج کر نکل رہی ہو "چُپ رہ۔ گنگ ہو جا!" وہ چند قدم پیچھے
ہٹ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کنپٹیوں پر رکھ لئے اور کہنے لگا:"جنون جنون!
ہاں ہاں یہ ہذیان اور دیوانگی ہے۔ شیطان مجھے آزما رہا ہے" پھر اس کی آواز دفعتاً
ناقابل بیان طور پر عجز ورقت سے بھرّا گئی۔ اور وہ پھر بولا:"میری بچی! میں بے انتہا
تھک گیا ہوں۔ میں نے جوشِ انتقام کا ایک پھونک ڈالنے والا خواب دیکھا ہے۔ کاش
تیرے ہونٹ اور تیرے تسکین دینے والے ہاتھ مجھے اس نیند سے بیدار کریں +
آ۔ ہم اس قابل نفرت زمین سے بھاگ جائیں۔ اور ان بدبخت کفار کے انجام سے
بے گانہ ہو جائیں۔ ان کو اپنی خوں ریزیوں میں مصروف چھوڑ جائیں۔ آ ہم یکہ ایسے

خطے کو چل دیں۔ جہاں فوجوں کے آہنی قدم نہیں گونجتے۔ ایک ایسی فضا میں پہنچیں جہاں خاموشی کے عالم میں انسان کی دعا و التجا سیدھی اعظم تک پہنچتی ہے۔ آؤ کہ ہم جلد جلد اپنے درماندہ قدم بڑھائیں۔ اہل قلعہ خواب نوشیں میں ہیں۔ کوئی دیکھنے والا نہیں۔ باپ اور بیٹی یہاں سے نکل جائیں گے۔ اور اثنائے مسافت میں اطمینان سے پیاری پیاری باتیں کرینگے"۔ اس نے دفعتاً ہلکی سی آواز میں کہا "اور دیکھ اے لیلے! اس سامنے کے بت کا ذکر مجھ سے نہ کر۔ کیونکہ تیرا خدا ایک غیور خدا ہے۔ وہ تراشیدہ بتوں سے بالکل مشابہ نہیں"۔

اگر المامن ایک مدت دراز کی مشقت اور پریشان کن خیالات سے اس قدر تھکا ہوا نہ ہوتا۔ تو اس جیسے تند خو آدمی کی گفتگو مختلف ہوتی۔ مگر مصائب سخت سے سخت مزاج کو بھی نرم بنا دیتے ہیں۔ ذکاوت طبعی اور نخوت و تکبر کے باوجود بے بسی اور اقتدار۔ جذبۂ جوش اور تہیۂ مقصود کی طوفانی حالتوں میں اتنی انسانیت شاید اور کسی میں نہ ہو۔ جتنی اس عجیب و غریب شخص میں ہوتی تھی۔ جس نے اپنے پُراسرار علوم کے مطالعہ اور فرعونی ارادوں کے ذریعہ انسان سے بالاتر بننے کی خواہش کو دل میں آباد کر رکھا تھا۔

لیلے کو مسیحیت قبول کئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے درحقیقت یہ ایک نازک وقت تھا۔ باپ کی غیر متوقع نرمی نے اسے بالکل موہ لیا۔ وہ کیتھولک لوگوں کی اس نفس کشی کے جوش سے بھی کافی طور پر بہرہ یاب نہ تھی۔ جس کے زیر اثر انسانی تعلقات اور دنیاوی فرائض زہد و اتقا کی قربان گاہ پر بارہا بھینٹ چڑھا دئے گئے ہیں۔ لیلے کی رائے کچھ بھی ہو۔ اس کا عقیدہ کوئی ہی ہو۔ اسے راہبہ بننے کی جو خواہش تھی۔ اس کی تہ میں یہ عالی مگر باطل اور لاحاصل خیال مضمر تھا۔ کہ اس کی تبدیلی مذہب اور ایثار سے اس عظیم الشان ہستی کی نظر میں قوم یہود کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ جس کی موت اہل دنیا کے گناہوں کا ایک عظیم کفارہ تھا۔ بہر حال وہ کیسے ہی بلند خیالات و احساسات تھے لیکن عزیزوں کے

تعلقات اور فرائضِ فرزندانہ کے احساس کی ناقابل برداشت تحریک کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ میں اپنے باپ کو چھوڑ دوں؟ کیا یہ علیحدگی مستحسن ہے؟ یہ سوال فوراً اس کے دل نے کیا اور اس کا جواب بھی دے لیا۔ وہ المامن کے قریب گئی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔ اور سکون و استقلال سے کہنے لگی: "ابا! تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے میں تمہارے ساتھ چلونگی"۔

اگر باپ بیٹی کی تجویز کارگر ہوتی تو حالت دگرگوں ہو جاتی۔ مگر آسمان نے ان دونوں کے مقسوم میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ المامن جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ قلعے کے دروازے پر ایک قرنا کی صاف اور تیز آواز سُنائی دی۔

وہ یہ سمجھ کر چونک اُٹھا کہ خطرات سر پر آپہنچے ہیں۔ وہ خنجر کے دستے پر ہاتھ رکھ کر بولا: "میرے دشمن۔ میرے قاتل آپہنچے۔ مگر ان اعضا کا تقدس اس لئے نہیں کہ گرفتاری کے شکنجے سے ناپاک ہو"۔

خطرے کی یہ بدشگون آواز بھی لیلے کے لئے ایک صدائے مخلصی تھی وہ بولی۔ "میں جاکر معلوم کرتی ہوں کہ اس آواز سے کیا مطلب ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ ہوشیار رہنا۔ میں ابھی واپس آتی ہوں"۔

لیلے کئی منٹ کے بعد واپس آئی۔ لیکن جب آئی تو اس کے ساتھ ڈوناآئینز بھی تھی۔ جس کے چہرے کی زعفرانی رنگت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اسے بہت کچھ خوف ہے۔ قلعے کے دروازے پر ایک خاص سوار یہ خبر پہنچانے آیا تھا۔ کہ ملکہ ازابیلا عنقریب آنے والی ہے۔ اور ایک کافی فوج ساتھ لے کر فرڈی نینڈ سے متحد ہونے کو جارہی ہے۔ فرڈی نینڈ نے حسب معمول سرعت کے ساتھ ایک ایسے مُوری شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جس نے اس سے اتحاد منقطع کر لیا تھا۔ چنانچہ المامن کے لیے بالکل محفوظ رہنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اور بچ نکلنے کی اُمید صرف اسی صورت میں تھی کہ وہ فوراً بھیس بدل کر وہاں سے رخصت ہو جائے۔

آئینز کہنے لگی: "میرا ایک معتبر اور وفادار ملازم قلعے میں موجود ہے۔ میں نہایت

بے فکری سے آپ کی حفاظت کا کام اُس کے سُپرد کر سکتی ہوں۔ اگر اثنائے مسافت میں کچھ شبہ بھی ہوُا۔ تو میرا نام اور میرے ملازم کی ہمراہی تمام مزاحمتوں کو دُور کر دے گی ۔ کیڈز کا شہر جو باغی ہو کر مُوروں سے مِل گیا ہے۔ یہاں سے کچھ بہت فاصلے پر نہیں۔ جب تک فرڈی نینڈ کی افواج اُس کی فصیلوں کا محاصرہ کریں۔ آپ وہاں بحفاظت پناہ میں رہیں گے "۔

کچھ دیر تک المامن ایک مغموم خاموشی میں ڈوبا رہا لیکن آخر کار اس نے تجویز سے اتفاق کیا۔ اور ڈونا آنیز فوراً مجوزہ بدرقہ کو ہدایات دینے کے لیے رخصت ہو گئی۔
المامن جب لیلے کے ساتھ اکیلا رہ گیا تو بولا " لیلے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف اپنی جان بچانے کے خیال سے تیرے پاس سے فرار ہونے کو تیار ہو گیا ہوں۔ آہ! نہیں جب میں نے ایک غیر آدمی پر ضرورت سے زیادہ اعتبار کر کے تجھے ہاتھوں سے کھو دیا تھا۔ تو اس سے پہلے مجھ کو کبھی علم نہ ہوُا تھا۔ کہ تو اپنی ماں کی تنہا یادگار میرے پاس رہ گئی ہے۔ تو میری نسل کی آخری بیٹی ہے۔ اور مجھے جان سے زیادہ عزیز۔ تو مجھے دوبارہ مل گئی ۔ تو دُنیا میری آنکھوں میں نئی نئی اور زیادہ حسین دکھائی دینے لگی۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی فوری انقلاب نے دُنیا کی زمستانی افسردگی کو بہار کی متبسم رنگینیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں صرف تیری خاطر اپنے دشمنوں سے بچنے کو ان تجاویز پر عمل کرنے کو آمادہ ہو گیا ہوں۔ جن کے وضع کرنے کی صلاحیت دماغ انسانی میں ہے۔ اس اثناء میں میری رُوح یہیں موجود رہے گی۔ خواہ مجھے کیسے ہی مصائب کا سامنا کرنا پڑے ۔ میں آج سے ایک ہفتہ بعد اسی جگہ واپس آؤں گا اور تجھے اپنا وعدہ ایفا کرنے کو کہوں گا۔ میں اپنے فرار ہونے کے تمام انتظام کر لوں گا اور تجھے سفر میں کوئی تکلیف پیش نہ آئے گی۔ میری بیٹی! اسرائیل کا خدا تیرے ساتھ ہو اور تیرے دل کو تقویت دے "۔ نتیجۃً میں کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے لیلے کو اپنی آغوش سے جدا کر دیا۔ اور کہنے لگا " گو میں تجھ پر دل و جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ مگر یہ خیال نہ کر کہ میں اس دیوانہ وار اُلفت پدری میں تیرے اور اپنے

فرائض سے چشم پوشی کرلونگا۔ یہ نہ سمجھ کہ میری محبت درندوں کی مانند اور ان احمقانہ احساسات پر مشتمل ہے جو کسی عورت کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ میں تیری ماں کے سبب تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ خود تیری وجہ سے تجھ سے پیار کرتا ہوں۔ اور سب سے زیادہ بنی اسرائیل کے باعث تجھے عزیز رکھتا ہوں + اگر تو نابود ہو جائے۔ یا ہم تجھ سے قطعی محروم ہو جائیں۔ تو اے خاندان اسخر کی آخری دختر! خدا کے برگزیدہ اور عظیم الشان دودمان کی شمع گل ہو جائے گی"+

اس موقعہ پر ڈونا آئینز دروازے پر آ موجود ہوئی۔ مگر الماسن کا بیتابانہ اور حاکمانہ اشارہ پاکر پچھلے پاؤں واپس لوٹ گئی۔ اور یہودی نے اپنی تقریر کے پھر منقطع ہو جانے کا خیال چھوڑ کر سلسلۂ گفتگو شروع کیا+

"میں تجھ سے اور تیری نسل سے یہ توقع رکھتا ہوں۔ کہ تو بنی اسرائیل کی اُس حیات تازہ کا باعث ہوگی۔ جس کے متعلق میں نے نادانی سے سمجھ لیا تھا۔ کہ میری زندگی ہی میں ظہور پذیر ہو جائے گی + خیر اسے جانے دے۔ تو نصاریٰ کے زیر سایہ ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ کہ ہم نے تلوار اور آگ کے سامنے جن عیاریوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ تجھے ورغلا سکیں۔ لیکن اگر میں غلطی پر ہوں تو سُن رکھ۔ کہ تو اس کا سخت دہشتناک خمیازہ اُٹھائے گی۔ اگر کبھی مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ تُو نے اپنے آبا و اجداد کا عقیدہ ترک کر دیا ہے۔ تو خواہ تیرے پاس کوئی جنگ جُو یا پادری بھی کھڑا ہو۔ خواہ ہزاروں اور لاکھوں شخص تیری امداد کو موجود ہوں۔ یہ فولاد کا ٹکڑا اسخر کی نسل کو ذلت و رسوائی سے بچائے گا۔ خبردار رہنا۔ تو روتی ہے۔ میری بچی میں تجھے دھمکاتا نہیں۔ بلکہ آگاہ کر رہا ہوں۔ خدا تیرے شامل حال ہو"+

اس نے جوش سے لیلے کا سر دبا دیا۔ دروازے سے نکل گیا۔ اور اس مختصر وقت میں جیسا بھیس بدلا جا سکتا تھا بدل کر اپنے ہسپانی بدرقہ کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ گو ملازم کو کچھ شبہ تھا۔ لیکن چونکہ وہ اپنی مخدومہ کا خیر خواہ تھا۔ اس لئے اس نے بلا چون و چرا اس کے احکام کی تعمیل کی +

ایک تہائی گھنٹہ بھی نہ گذرا ہوگا۔ اور سورج ابھی پہاڑ کی چوٹیوں ہی پر چمک رہا تھا۔ کہ ملکہ ازابیلا کی سواری قلعے میں آپہنچی +

وہ یہ بتانے کے لئے آئی تھی۔ کہ قرب و جوار کے موری شہروں کی بغاوت کے باعث اس کی سہیلی کا غیر مستحکم قلعہ کچھ محفوظ مقام نہ تھا۔ ملکہ نے اپنے اس حکم سے ہسپانی خاتون کی عزت افزائی کی کہ وہ اپنے ساتھ کی تمام مستورات کو لے کر اس کے ساتھ فرڈی ننینڈ کے خیمہ گاہ کو رخصت ہو +

لیلےٰ نے جب یہ خبر سُنی تو اس پر بدحواسی کا عالم طاری ہوگیا۔ باپ کے ساتھ اس کی جو گفتگو ہوئی تھی۔ اُس کے باعث اس کے جذبات میں ایک تند اور خوفناک کشمکش ہو رہی تھی۔ اس کے حواس بے انتہا متاثر ہو گئے تھے۔ اور ابھی کا سر چکرا رہا تھا۔ جب شفق کا ستارہ نمودار ہوا۔ تو وہ ملکہ ازابیلا کے اہلِ جلوس کے زمرے میں موجود تھی۔ اس وقت اس کے متحیر و بدحواس دماغ میں رہ رہ کر صرف یہ احساس پیدا ہو رہا تھا۔ کہ دستِ قدرت نے اسے ایک ایسی آزمائش سے بچا لیا۔ جس کے متعلق عالم الغیب کو علم تھا۔ کہ یہ آزمائش ایک عورت اور پھر بیٹی کی برداشت سے باہر ہے +

اپنی رخصت کے پانچویں روز بعد جب المامن واپس آیا تو قلعہ ویران پڑا تھا۔ اور اُس کی بیٹی وہاں سے رخصت ہو چکی تھی +

فصل پنجم

طوفانِ حوادث ہیں عروجِ خاشاک

یہودیوں نے اپنی کشمکشِ آزادی کو صرف ان خفیہ ریشہ دوانیوں تک ہی محدود نہ رکھا جن کی جانب اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بلکہ بعض موری شہروں میں جنھوں نے فرڈی نینڈ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ انھوں نے اپنی غیر جانبداری کا وہ رویّہ چھوڑ دیا۔ جو وہ اب تک مسیحیت اور اسلام کے درمیان قائم رکھتے آئے تھے۔ ان کے مشتعل ہونے کا باعث خواہ فرڈی نینڈ کے خوفناک جور و ستم اور مذہبی عدالت کی ایذا رسانیاں ہوں یا ان کے کسی ہم قوم ہی نے جو ان کے مقدس ترین خاندان کا فرد ہو۔ انھیں تحریک دی ہو۔ اغلب یہ ہے۔ کہ ان دونوں باتوں کے اتفاق سے انھوں نے مسلمانوں کی حمایت پر کمر باندھی + بہرحال اُنھوں نے یقیناً ایک ایسا رویّہ اختیار کیا۔ جو اس امن پسند قوم کی عادت اور معمول کے سراسر خلاف تھا + انھوں نے بہت سا روپیہ موروں کے خزانۂ عامرہ میں داخل کر دیا۔ اور ہتھیاروں کا مطالبہ کیا۔ اور گو مسلمانوں کے حسد اور حزم و احتیاط کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ مگر انھیں اپنے ہی سرداروں کے ماتحت متکبر و مغرور مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے کی اجازت دے دی گئی +

جب فرڈی نینڈ نے دو قوموں کو یوں اپنے خلاف متفق پایا تو اس نے اپنی پرانی حکمت عملی اور تدبیر سے کام لیا + یعنی المامن سے جو معاہدہ کیا تھا اُسے مشتہر کر دیا

اور یہ ظاہر کیا کہ اہلِ یہود حصولِ آزادی کے ایسے خواہشمند ہیں کہ انھوں نے مُوروں کے شہروں اور نیز غرناطہ کو عیسائیوں کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا ہی + المامن کے اصرار سے فرڈی ننیڈ نے خود جس کاغذ پر دستخط کیئے تھے۔ وہ کاغذ المامن کی گرفتاری کے وقت اس سے چھین لیا تھا۔ یہ دستاویز اب اس نے ایک جاسوس کے سپرد کی۔ اور اُسے یہودیوں کا بھیس بدلا کر ایک باغی شہر میں روانہ کر دیا +

مُوروں کے سرغنہ کو اس سفیر کی آمد کی خبر بخ کے طور پر مل گئی۔ وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اور اُس کے پاس سے وہ دستاویز برآمد ہو گئی + اس عہدنامہ میں المامن کا نام نہ تھا۔ اس نے دُوراندیشی سے نہ اس میں اپنا موجودہ نام ہی درج کرایا تھا۔ اور نہ اپنی اصل ونسل درج کی تھی۔ اس نے جو عبارت لکھی تھی۔ اُس سے محض یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اگر دو ہفتہ کے اندر اندر ایک یہودی غرناطہ کا شہر ہسپانی بادشاہ کے سپرد کر دے گا تو یہودیوں کو خاص حقوق ومراعات حاصل ہو جائیں گے +

جس شہر میں یہ جاسوس آیا تھا۔ وہاں مُوروں کو جب اس دستاویز کا علم ہوا تو اُنھیں اس قدر غصہ آیا کہ بیان سے باہر ہی + یہودیوں کی طرف سے وہ پیشتر ہی بدگمان تھے۔ اس لیے معاً یہ خیال گزرا۔ کہ یہودیوں کے فوری جوش اور مطالبہ اسلحہ کا حقیقی مقصد یہی تھا۔ جمہور نے یک لخت سر اُٹھایا۔ سربرآوردہ یہودی گرفتار کیے گئے۔ اور بغیر کسی بازپرس کے بعض کو عوام نے اور بعض کو قاضیوں نے اذیتیں دے دے کر ہلاک کر ڈالا + تمام باغی شہروں میں اور خصوصاً غرناطہ میں قاصد روانہ کئے گئے۔ کہ مسلمانوں کو اپنی دُشمن جماعتوں کی چالوں سے خبردار کر دیں + مُوروں کی تُندی اور زبردستی کا کیا ٹھکانا تھا۔ انھوں نے مظالم میں مذہبی عدالت اور رشوت ستانی میں فرڈی ننیڈ کو بھی مات کر دیا +

جو حُریت پسند رہنمایانِ قوم مظلوموں اور مجبوروں کو آزادی دلانے کی قبل از وقت کوشش کیا کرتے ہیں اُن کا جو کچھ انجام ہُوا کرتا ہی۔ وہی حشر المامن کی مساعی جمیلہ کا ہُوا + بدبختی دیکھئے کہ اپنی قوم کو آفتوں اور مصیبتوں سے چھڑانے کے بجائے وہ ان کے

مصائب کو دوچند کرنے کا باعث ہو گیا۔ ابو عبداللہ ابھی تک برسلونا کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس نے وہاں سے وزیر سلطنت یوسف کو حکم بھیجا۔ کہ چونکہ فوجی مصارف کے باعث خزانے جلد جلد خالی ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے انھیں پُر کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے۔ وزیر کو ابو عبداللہ کا حکم اور یہودیوں کے متعلق تنبیہ ایک ہی وقت میں موصول ہوئی۔ وزیر حیران تھا۔ کہ مُوروں سے اور روپیہ کس طرح وصول کیا جائے۔ چنانچہ اسے یہودیوں سے بے شمار روپیہ حاصل کرنے کا بہانہ ملا۔ تو اس نے اسے تائیدِ غیبی سمجھا۔ عوام متمول یہودیوں کا مال و متاع لوٹنے کے لئے بپھرے پھرتے تھے۔ اس نے انھیں لوٹ مار سے باز رکھا۔ کیونکہ عمال کی دُور اندیشی اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ سلطنت کو جس مال غنیمت کی ضرورت ہے۔ اُس میں کوئی دوسرا حصہ دار نہ ہو۔ چنانچہ ضبطی جائداد اور لوٹ مار ایسی باقاعدگی و اطمینان کے ساتھ جاری ہوئی۔ کہ ایک طرف تو یوسف کو حسن کارگذاری پر شاہی خوشنودی حاصل ہوئی۔ اور دوسری طرف شاہی خزانے معمور ہو گئے۔

ایک روز شام کا بہت سا حصہ گذر چکا ہو گا۔ کہ شیمن المامن کے گھر میں حسبِ معمول کمروں کی دیکھ بھال کرتا پھرتا تھا۔ جب اس کی نگاہ عیش و عشرت کے سامانوں اور بیش قیمت چیزوں پر پڑتی تھی۔ تو وہ بار بار مارے خوشی کے دیوانہ سا ہو جاتا اپنے مرجھائے ہوئے ہاتھوں کو ملتا۔ اور فرطِ مسرت سے کہتا "اے کاش میرا آقا مر جائے اے کاش میرا آقا مر جائے"۔

وہ اسی قسم کے خیالات میں مستغرق تھا۔ کہ کچھ فاصلہ پر سے ایک ہلکا سا نعرہ سُنائی دیا۔ غور سے سُننے لگا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وہی نعرہ تھا۔ جو کچھ عرصہ سے بہت عام ہو گیا تھا "زندہ باش یوسف عادل۔ یہود نیست و نابود ہوں"۔

شیمن کا چہرہ طرفۃ العین میں متغیر ہو گیا۔ وہ بولا "ہماری قوم پر کوئی نئی آفت نازل ہوئی ہے۔ اسحٰق کے بیٹے! یہ تیرا کارنامہ ہے۔ تو دیوانہ تھا۔ اپنے آپ کو بزرگوں سے دانا تر سمجھتا تھا۔ اور بُت پرستوں کو مُلک گیری اور جنگ آزمائی کی تعلیم دینے کی کوشش کرتا تھا

جس میں وہ ایسے ماہر ہیں۔ جیسے ہم تجارت اور سوداگری کے معاملات میں + کس کو علم ہے۔ کہ مصنوعی مگر جبید درویش دغاباز یہودی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں۔ میں چاہوں تو تجھ کو پھانسی پر لٹکوا سکتا ہوں۔ اور اگر تو مر جائے۔ تو تیری تمام دولت زر و جواہر تیرے طویلہ میں بندھا ہوا خچر تک شمین کی ملکیت ہوگا !

اس خیال کے آتے ہی اس کے خیالات کی رَو رُک گئی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور تخیل نے اس کی توقعات پر جو افسوں سا پھونک دیا۔ اس پر وہ مسکرا پڑا۔ اور تمام کمروں کی دیکھ بھال سے فراغت پاکر اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ جو ایک چھوٹے سے دروازہ کے ذریعہ سے پچھلے صحن میں جا کھلتا تھا + اپنے کمرہ میں پہنچا ہی تھا کہ بیرونی دروازہ پر دستک کی دھیمی سی آواز سُنائی دی۔ اور جب تین مرتبہ یہ آواز دُہرائی گئی تو اسے یقین ہوگیا۔ کہ کوئی یہودی بھائی ہے + اگرچہ ضعیفی۔ عزلت گزینی اور حرص و طمع سے نیکی کا وہ بیج جو اس کی فطرت کی بنجر سرزمین میں پڑا تھا۔ سر بکر انقلاب طبع کی نذر ہو چکا تھا۔ مگر ابھی اُس میں اپنے ہم جنسوں کی ہمدردی کا کچھ انسانی احساس باقی رہ گیا تھا۔ یہ وہ رشتہ جو مظلوموں کو ایک دوسرے سے ملا دیتا ہے + شمین کو یہودیوں سے محبت تھی۔ کیونکہ نہ وہ لوگ شاداں تھے اور نہ شمین اُن سے حسد کرتا تھا + شمین کو اپنے آقا کی طاقت اس کے علم اور اس کے بلند مگر بے سود ارادوں سے سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ اور وہ اپنے آپ کو نہایت عاجز محسوس کرتا تھا + وہ پوشیدہ طور پر المامن سے نفرت کرتا تھا۔ کیونکہ یہ اس کے اختیار کی بات نہ تھی۔ کہ اسے رحم دل اور حلیم بنا دے۔ لیکن وہ جھکا ہوا ڈھانچہ۔ وہ غلامی کے بوجھ سے دبی ہوئی آواز اور وہ ضعیف اعصاب جو اس کی پامال قوم کی خصوصیات تھیں۔ کچھ ایسی چیزیں نہ تھیں۔ کہ بڈھے کی خوشی اور اُس کے فخر کو برانگیختہ کرسکیں۔ گو وہ ذلیل کہن سال اور تنہا تھا۔ مگر پھر بھی اس خیال سے اس کے دل کو نہایت خوشگوار احساس ہوتا تھا کہ اس میں بھی دوسروں کی حفاظت کی قدرت ہے +

چنانچہ اسی طرح اس نے اپنے اسرائیلی بھائیوں سے راہ و رسم قائم کر رکھی تھی۔

اور خطرات کے موقعوں پر اکثر انھیں اپنے آقا کے تہ خانوں اور اندھیری کوٹھریوں
میں چھپا لیا کرتا تھا۔ جس کے کھنڈر اب تک اس پُر اسرار مکان کی اُجڑی بنیادوں کے
نیچے نظر آتے ہیں + چونکہ اس شاندار عمارت کے متعلق یہ خیال تھا۔ کہ کسی ایسے امیر کی
ملکیت ہے جو کہیں باہر چلا گیا ہے۔ اور چونکہ ابو عبداللہ نے قاضیوں کو اس کی حفاظت
کی اس وجہ سے خاص تاکید کر رکھی تھی۔ کہ تمام مُورّوں میں سے صرف اسی کو علم تھا۔ کہ اس میں درویش
المامن رہتا ہے۔ جسے بظاہر محلوں کے اندر چند کمرے رہنے کو ملے ہوئے تھے۔ اس لئے
تمام غرناطہ میں یہی ایک ایسی جگہ تھی۔ جہاں مظلوم یہودی کسی قسم کے شک وشبہ کے بغیر
بحفاظت تمام پناہ پانے کی اُمید کر سکتے تھے +

شمیمن نے دروازہ پر مخصوص دستک پہچان لی۔ وہ گھستا ہوا دروازہ کھولنے
کے لئے گیا۔ اس نے احتیاطاً عبرانی زبان میں ایک خفیہ لفظ کہا۔ اور جب اسی زبان
میں اس کا جواب ملا۔ تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور بلند قامت وخمیدہ پُشت تونگر
الیاس کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی +

دروازہ بند کر کے شمیمن بولا "اے لائق ومہربان آقا! ایسی کونسی ضرورت
تھی جو متمول الیاس کو اس مفلس غلام کے کفش خانہ میں لے آئی؟"

یہودی نے جواب دیا "میرے دوست مجھے دولتمند اور معزز کہہ کر خطاب نہ کر
برسوں سے میں شہر میں عزت سے رہتا آیا ہوں۔ اور محفوظ رہا ہوں۔ یہاں تک
کہ مسلمان بھی میری عزت کرتے تھے۔ کیونکہ زروجواہر نذر کرنے سے میں نے بادشاہ
اور بڑے بڑے ارکان دولت کی نظر عنایت حاصل کر لی تھی۔ لیکن افسوس کہ کفار جو
ہمیشہ نئی تجاویز اختراع کرتے رہتے ہیں۔ اس کے فوری عتاب کے باعث
مجھے اب امام کے روبرو طلب کیا گیا تھا۔ اور میں نے ایک اتنی رقم کثیر ادا کر کے
عذاب سے نجات حاصل کی ہے۔ جو میری دس سال کی محنت شاقہ اور کفایت شعاری
سے بھی پوری نہیں ہو سکتی + شمیمن! تمام باتوں سے زیادہ تکلیف دہ یہ امر ہے۔ کہ
ہمارے ہی ایک ہم قوم بھائی کی مجنونانہ ناعاقبت اندیشی اور نادانی سے یہودیوں کیلئے

یہ تباہی نازل ہوئی ہے"
شمین نے اپنی بے نور آنکھوں میں مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔ اور بولا "حضور کی گفتگو ایک معما ہے"
یہودی نے سر ہلا کر کہا "تو کیوں بات میں حجت اور طول پیدا کرتا ہے۔ تجھے بخوبی علم ہے۔ کہ میرے الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ مصنوعی المامن تیرا آقا ہے۔ وہ شخص بھی اسرائیلی کہلانے کا مستحق ہے۔ جس نے اپنے آبا و اجداد کے رسم و رواج کو ترک کر دیا ہو؟ اسی گمراہ اسرائیلی نے قرطبہ اور کبڈز کے یہودیوں کو سرکشی پر آمادہ کیا تھا اور اسی کی حماقت ہم سب پر یہ روز بد لائی ہے۔ مقدس ابراہیم کی قسم اس یہودی نے مجھے اتنا نقصان پہنچایا ہے جو پچاس ناصری اور سو مور بھی نہ پہنچا سکتے"
شمین خاموش رہا۔ الیاس اپنے افسوس ناک نقصان پر سخت برانگیختہ ہو رہا تھا۔ آخر وہ بولا "شروع شروع میں جب اسحٰر کا لڑکا دوبارہ یہاں آیا۔ اور اس نے دربار شاہی میں بہت رسوخ پیدا کر لیا۔ تو میں نے اس کی آواز اور آنکھوں سے فوراً پہچان لیا کیونکہ میں اسے بچپن میں ہیکل میں لے جایا کرتا تھا۔ اور ضعیف اسحٰر سے میرے برادرانہ تعلقات تھے۔ مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔ کہ اس نے ایسی ہوشیاری سے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے عظیم الشان کارنامے سر انجام دے گا۔ اور اپنے والد کے دوست کو اس بات کا اجارہ دلا دے گا۔ کہ شاہی بیگمات اور بادشاہ کی محبوبوں کے لئے بیش قیمت پوشاکیں اور دیگر آرائشی سامان بہم پہنچایا کرے۔ مگر اتنے سال گذر گئے اور اس نے ہمارا کچھ بوجھ بھی ہلکا نہ کیا۔ اور کچھ عرصہ سے جو اس کو یہ دیوانگی ہو رہی ہے۔ کہ وہ غیر قوم کے لشکروں کا سرگروہ بنا ہوا ہے۔ اور ہماری قوم کو مصیبت اور ہلاکت کے منہ میں ڈال رہا ہے اس کے باعث وہ ہیکل کی لعنت اور ہماری تمام قوم کی حقارت کا مستحق ہے۔ ہمارے جو بھائی اپنی دولت نذر کر کے مذہبی عدالت کے عذاب سے بچ نکلتے ہیں۔ اُن کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ اسی کی احمقانہ اور مجنونانہ تجاویز راستبازوں پر نصرانیوں کے عذاب کا باعث

ہوئی ہیں۔ اور پھر انھیں تجربوں کے سبب سے ٹوروں کا یہ عذاب ہم پر نازل ہوا ہے؛ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اس کا نام و نشان تک مٹ جائے"؛

شمین نے آہِ سرد بھری مگر خاموش رہا۔ وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا۔ کہ اس تمام لعن وطعن کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ وہ زیادہ دیر تک پریشان نہیں ہوا۔ کچھ تامل کے بعد الیاس نے مختلف لہجہ میں بے اعتنائی سے کہا "وہ بہت ہی دولتمند ہے۔ اسحٰق کے بیٹے کے پاس بے انتہا زر و مال ہے"؛

شمین بولا "اس کی دولت ایشیا اور افریقہ کے ہزاروں شہروں میں بکھری پڑی ہے؛ دوست! اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارے آقا نے مجھے کتنا شدید نقصان پہنچایا تھا۔ میں اس کے راز کا محرم ہوں۔ میں اسے عتابِ شاہی کے سپرد کر سکتا تھا۔ مگر میں راست باز اور حلیم الطبع ہوں۔ اگر وہ میرا نقصان پورا کر دے۔ تو میں تمام غم و غصہ سے درگذر کروں گا"؛

اس ادائیگی کے خیال سے شمین کو بے انتہا فکر ہوا۔ کیونکہ اس کے باعث المامن کی غرناطہ کی جائداد میں قابلِ افسوس کمی واقع ہونے کا احتمال تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو المامن کا وارث سمجھے بیٹھا تھا۔ وہ کہنے لگا "جنابِ والا! آپ شاید میرے آقا کی فطرت سے بخوبی واقف نہیں ہیں"؛

"اگر میں اسے افشاءِ راز کی دھمکی دوں!"

شمین نے قطع کلام کر کے کہا "تو آپ کا جسم ڈارو کی ندی کی مچھلیوں کی شکم پری کرے گا۔ بلکہ اگر اس وقت المامن کو معلوم ہو گیا۔ کہ آپ اس کے حسب و نسب سے واقف ہیں۔ تو اپنا فکر کیجیے۔ کہ آپ کی زندگی کے دن گنتی کے ہونگے"؛

الیاس نے سہم کر کہا "تو درحقیقت میں جال میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ کیونکہ میرے لبوں سے یہ راز پہلے ہی فاش ہو چکا ہے"؛

"تو راست باز الیاس کی خیریت نہیں۔ المامن کے غرناطہ واپس آنے کے دس روز کے اندر اندر آپ اپنا خاتمہ سمجھ لیجیے۔ میں اپنے آقا کی طبیعت سے خوب

واقف ہوں وہ خون کو پانی کے برابر سمجھتا ہے"۔

الیاس نے برہم ہوکر زمین پر پاؤں مارے اس کی سیاہ آنکھوں سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ کیونکہ تحفظ حیات کے خیال سے وہ بہت غضبناک ہو گیا تھا وہ کہنے لگا "لیکن میرے ذریعہ سے"، اور پھر کسی قدر سکون سے بولا "اُسے کسی قسم کا خدشہ نہیں۔ مگر سُن رکھ۔ شہر میں سو سے زیادہ یہودی ہیں۔ جنھوں نے اسے قتل کر ڈالنے کا حلف اُٹھایا ہے۔ اور یہ وہ مفرور یہودی ہیں۔ جو قرطبہ سے یہاں آئے ہیں۔ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے والدین کو قتل ہوتے اور اپنی دولت کو لُٹتے دیکھا ہے۔ اور وہ اسحٰق کے بیٹے کو اپنی تازہ مصیبت اور بربادی کا حقیقی باعث سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اس فریبی کا سُراغ لگا لیا ہے۔ اور اب بھی سو خنجر اس کا سر قلم کرنے کے لئے تیز کئے جا رہے ہیں وہ اپنے آپ کو ان سے بچا لے تو غنیمت ہے۔ شمین! میں نے تجھ کو بیوقوفوں کی طرح سب کچھ صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اگر تو چاہے تو اپنے آقا سے میری غیبت کر سکتا ہے۔ مگر میں نے اپنے بھائیوں سے تیری نسبت جو کچھ سُنا تھا۔ اس کی بنیاد پر میں نے اپنا دل تیرے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ بتا۔ تو اسرائیل کو دغا دے گا۔ یا دغا باز کو نیست و نابود کرنے میں ہمارا معاون ہوگا؟"

شمین نے کچھ دیر غور کیا۔ اس کے تخیل نے آقا کے خزائن کا افسوں اس پر پھونک دیا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ الیاس کی جانب بڑھا دیا۔ اور جب دونوں یہودی جُدا ہوئے تو ان کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے۔

فصل ششم

ابوعبداللہ کی واپسی - فرڈی نینڈ پھر غرناطہ کے سامنے نمودار ہوتا ہے۔

الیاس اور حسین کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس کے تین روز بعد صبح ہی صبح شہر غرناطہ میں یہ خبر اُڑتی اُڑتی پہنچی۔ کہ سلوبرنیہ پر حملہ کرنے میں ابوعبداللہ کو ہزیمت ہوئی۔ سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ ہرنندو ڈل پلگار ایک کافی کمک کی امداد سے شہر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اور فرڈی نینڈ اپنا لشکر لئے مقابلہ کرنے کو چلا آرہا ہے + ان افواہوں کے باعث ایک اضطراب اور تہلکہ مچ گیا تھا۔ کہ اتنے میں ایک ہرکارہ آن پہنچا۔ اور اُس نے ان سب افواہوں کی تصدیق کے ساتھ بادشاہ کی مراجعت کا بھی اعلان کر دیا +

رات کے وقت بادشاہ اپنے لشکر کے آگے آگے شہر میں داخل ہوا۔ اور نہایت سُرعت سے الحمرا کی جاءِ پناہ میں دم لینے کو گھس گیا۔ دل شکستہ بادشاہ حرم سرا کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ راستہ میں اپنی عالی حوصلہ اور سخت گیر ماں سے سامنا ہو گیا +

وہ تلخ انداز سے بولی "میرے بیٹے تو واپس آ گیا۔ اور ہزیمت خوردہ ؟"

وہ جواب دینے ہی کو تھا۔ کہ درخشاں محرابوں کے درمیان کسی تیز اور نازک قدم کی آہٹ سنائی دی۔ اور امینہ شادمانی کے آنسو بہاتی ہوئی ایشیائی آداب کی

تمام بندشیں توڑ کر اس کے سینہ سے لپٹ گئی "میرے محبوب! میرے سلطان! میری آنکھوں کی روشنی! تو واپس آگیا خدا کا شکر ہی کہ تو محفوظ ہی"

اس تضاد نے ابو عبداللہ کے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ وہ بولا "اماں تو دیکھتی ہی کہ جو لوگ ہمیں دلی محبّت کے باعث پیار کرتے ہیں اور جو محض شوکت و سطوت کی وجہ سے عزیز رکھتے ہیں۔ ان میں کتنا بڑا فرق ہی + اماں مصیبت کے عالم میں اللہ تیری زبان سے پناہ دے"

امینہ نے آہستہ سے کہا "میں تجھ سے شوکت و سطوت کے باعث بھی محبت کرتی ہوں۔ اور اسی وجہ سے تیری مصیبت مجھے عزیز ہی۔ کیونکہ یہ تجھے تمام دُنیا سے علیحدہ کر کے صرف میرا ہی بنا دیتی ہی۔ اور میں اُن مصائب پر فخر کرتی ہوں۔ جن میں میرا دلدار اپنی کنیز کو بھی شریک کرتا ہی"

بادشاہ نے اپنی مغرور ماں کی طرف سے مُنہ پھیر لیا "ہاں خُوب چراغاں ہو۔ ضیافت کا سامان کرو۔ جب تک ہمارے بس میں ہی ہم دعوتیں اُڑائیں گے۔ اور عیش کرینگے۔ میری پرستیدہ امینہ مجھے ایک بوسہ دے"

ابو عبداللہ مغرور تھا۔ افسردہ تھا۔ حساس تھا۔ لیکن سوختہ اختری کی اس منحوس ساعت میں کہ گردش گردوں نے اس کے منصوبوں کو پلٹ دیا تھا۔ اس کا دل رنج و غم کے حسیات سے خالی تھا۔ کیونکہ اگرچہ وہ بدنصیب تھا۔ لیکن محبوب تھا۔ اس کی قسمت نے اس سے مُنہ پھیر لیا تھا۔ لیکن وہ امینہ کا اب بھی منظور نظر تھا۔ اور جب ایک حسینہ کا عشق نیاز اور ملائمت و تسکین کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہو۔ تو وہ کونسا درد ہی جو بے درماں رہ جاتا ہی + اور اگرچہ مشرقی زندگی کے آئین و قوانین نے امینہ کی حسین شخصیت کے خوشگوار اثرات کو حرم کی تنگ چار دیواری تک ہی محدود کر رکھا تھا۔ اور اگرچہ فطرت نگاری کا تقاضا ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہی۔ کہ اس کی شوخ اور درخشاں رنگینیاں افسانہ عشق کے اوراق پر بھی ایک مدھم اور بے رنگ سے خاکے کی شکل اختیار کرلیں۔ لیکن پھر بھی اس کی ارفع و اعلےٰ حسین و جمیل خصوصیات نسوانی قلم طرازی کے لئے باقی ہیں۔ عورت کا

وہ شاندار جذبہ جو ہمارے بیکار ہاتھوں میں ایک زبردست قوت پیدا کر دیتا ہی۔ عورت کی وہ پُرسکون ملائمت جو اُفتاد و آلام کے وقت ہماری تسکین کا باعث ہوتی ہی۔ کس طرح فراموش کی جاسکتی ہی +

فوج کا بڑا حصہ اور ابوعبداللہ تو شہر میں رہے۔ مگر موسےٰ نے چیدہ چیدہ جوانوں کا ایک دستہ لے کر قرب وجوار کے علاقے میں دَورہ کیا۔ تاکہ نو مقبوضات کا معائنہ کرے۔ اور اُن کی حوصلہ افزائی کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے +

لیکن جب فرڈی ننیڈ کے لشکر نے ویگا کی وادی میں اُتر کر وہاں کی فصیلوں کو بالکل برباد کر دیا۔ اور پھر باغی شہروں کی پائمالی میں مصروف ہو گیا۔ تو موسےٰ کو اپنی مہم سے واپس لوٹنا پڑا + اس دوڑ دُھوپ کے بعد امن وسکون کا تھوڑا سا وقفہ آیا + جیسے طوفان سے کچھ دیر پہلے چاروں طرف سناٹا چھا جاتا ہی + التوائے معرکہ آرائی سے مستفید ہو کر ہسپانیہ کے ہر حصے سے مستقل مزاج شجاع مُور غرناطہ میں آ آ کر جمع ہونے لگے۔ اور یہ شہر اِن تمام شجاع اور عالی حوصلہ غیر اقوام کا مرجع بن گیا۔ جو یورپ میں باقی رہ گئی تھیں +

آخر کار جب فرڈی ننیڈ اپنی فتوحات کو تکمیل تک پہنچا چکا۔ اور اُس کے خزانے پھر بھرپور ہو گئے۔ تو اس نے اپنی مملکت کی تمام فوج فراہم کی جو چالیس ہزار پیادہ سپاہیوں اور دس ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ اور آخری مرتبہ پھر غرناطہ کی فصیل کے سامنے آ نمودار ہُوا + محاصرین اور محصورین دونوں میں ایک عجیب قسم کا زبردست ارفع جوش پھیلا ہُوا تھا۔ دونوں نے سمجھ رکھا تھا کہ اس آخری معرکے میں ان کی قسمتوں کے قطعی فیصلے کا وقت آ پہنچا ہی +

فصل ہفتم

آتش زدگی۔ ہزاروں دشمنوں کے درمیان ایک جذبۂ واحد کا جلال

عیسائی لشکر کے سرداروں نے نہایت حزم و احتیاط سے غرناطہ پر چاروں طرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ باندھا۔ رات کا وقت تھا۔ کل حملہ ہونے والا تھا۔ ہسپانی فوجوں کی فرودگاہ پر (جو مسیحی دُنیا کا سب سے زیادہ شان دار کیمپ تھا) رفتہ رفتہ خاموشی اور سکون طاری ہوگیا۔ تاریکی اَور بھی گہری ہو رہی تھی۔ ستاروں کی روشنی زیادہ تیز اور مستقل تھی۔ نیلگوں آسمان کے نیچے شاہی خیمے پھیلے ہوئے تھے۔ جو طرح طرح کے سامانِ نمائش سے جگمگا رہے تھے۔ اور زرق برق پرچم ان کے کلسوں کی "تاج پوشی" کرتے تھے۔ اور جب پہاڑ کی تیز اور سنسناتی ہوئی ہوا ان میں بھر جاتی۔ تو وہ اپنی سُنہری چوبوں پر بہت خُوب صورتی سے لہراتے تھے۔ لشکر کے وسط میں ملکہ ازابیلا کا خیمہ کھڑا تھا۔ جو بجائے خود محل معلوم ہوتا تھا۔ نیزے اور بھالے اس کے ستونوں کا کام دے رہے تھے۔ دیواروں کی بجائے زردوزی اور مشجّر کے پردے تنے ہوئے تھے۔ اور جو قبہ اس کے

مختلف حصّوں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک معمولی قلعے کے ایوانوں اور استحکامات کے برابر تھا۔ اس لشکر گاہ کے طمطراق میں اہل گاتھ کے نازک ترین تخیّل ایشیائی شان وشوکت کے ساتھ زندہ موجود تھے۔ ٹاسو[1] کے بلیغ و لطیف تصوّر کی وضع کردہ شان اس کا نقشہ کھینچ سکتی تھی۔ یا بکفرڈ[2] جیسا شوکت پسند فسانہ نگار اسے معرض تحریر میں لاکر زمانے کو حیرت میں ڈال سکتا تھا۔ چاروں طرف سپاہیوں کے خیمے پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان میں سے اکثر ایسی شاخوں کو کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ جن میں اب تک پتے لگ رہے تھے۔ لیکن ان کے محیط ہونے کے باعث شاہی خیمہ گاہ کی عظمت و شوکت کا اثر کچھ زائل نہ ہوتا تھا۔ بلکہ سپاہیوں کی یہ خوب صورت اور سادہ جھونپڑیاں دیکھ کر گمان ہوتا تھا۔ کہ جنگل کے رہنے والے وحشیوں نے بھی پرانی روایات سے جوش میں آکر صلیب اٹھالی ہے۔ اور ان عیسائیوں کے ہمراہ مقلدین ٹرماگونٹ[3] اور ماہونڈ[4] کے سیلاب سے مقابلہ کرنے کو آئے ہیں + جب آدھی رات کے وقت سبزہ زار پر خیموں کے کوچہ و بازار کا طویل و تاریک سایہ پڑنے لگا۔ تو عظیم الشان لشکر گاہ راحت کی آغوش میں محوِ خواب معلوم ہوتا تھا + یہ وقت تھا جب ملکہ ازابیلا اپنے خیمے کے کسی خفیہ ترین گوشے میں بیٹھی اپنے شوہر کی سلامتی اور جنگ مقدس میں فتحمند ہونے کے لئے دعا مانگنے میں مصروف تھی + اس میدان جنگ کی عبادت گاہ میں قربان گاہ کے سامنے وہ جھکی ہوئی تھی۔ اور ایسی بے خودی اور جوش کے عالم میں دعا مانگ رہی تھی۔ کہ اس کی روح شاہی رعونت کو خیرباد کہہ کر خاکسار بن گئی تھی + اس اتنے بڑے خیمہ گاہ میں سنتریوں کے سوا صرف نیک ملکہ کی آنکھیں ہی محروم خواب تھیں + ہر طرف انتہائی خاموشی و سکون چھایا ہوا تھا۔ اس کے خیمے کے سپاہی اور خدّام سب سو گئے تھے۔ اور عظیم الشان خیمہ گاہ کے باہر سے سنتری کے قدموں کی آواز ریشمیں پردوں کی دیواروں میں سے

[1] Tasso.
[2] Beckford.
[3] Termagaunt.
[4] Mahound.

اندر نہ آئی تھی +

ازابیلا قربان گاہ کے سامنے دوزانو ہو کر دعا مانگ رہی تھی۔ تو اسے ایسا معلوم ہوا جیسے دو مضبوط ہاتھوں نے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا ہے + ملکہ کے ہونٹوں سے ایک دھیمی سی چیخ نکل گئی + پلٹ کر دیکھا تو کسی مشرقی جنگجو کا خنجر خمدار اس کی آنکھوں کے سامنے کوندر ہا ہے +

"خبردار خاموش۔ اگرچہ تو ملکہ ہے اور ہزاروں بہادروں کے درمیان موجود ہے۔ لیکن اگر تو نے آواز نکالی۔ یا دم بھی مارا۔ تو میں تجھے قتل کئے بغیر نہ رہوں گا"

یہ الفاظ ایک ایسے شخص نے قشطالی ملکہ سے کہے۔ جو گو غضبناک اور حاکمانہ طبیعت کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کا چہرہ پژمردہ اور مصیبت زدہ تھا +

ملکہ جو شاید اب زندگی میں پہلی مرتبہ کسی انسانی ہستی کے سامنے کانپ رہی تھی۔ بولی "آخر تیرا منشا کیا ہے۔ کیا تو مجھے جان سے مارنا چاہتا ہے؟"

"اگر تو مجھے ٹالنے یا دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرے گی۔ تو تجھے کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا۔ وقت بہت تنگ ہے۔ میرے سوال کا جواب دے۔ میں المامن یہودی ہوں۔ جو یرغمال تیرے سپرد کی گئی تھی۔ وہ اب کہاں ہے۔ میں اپنی بیٹی مانگ رہا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ تیرے ساتھ ہے۔ بتا کہ وہ لشکر گاہ کے کس کونے میں ہے؟"

ازابیلا کچھ سنبھلی اور ہمت کر کے بولی "اے بدتہذیب اجنبی! تیری بیٹی ہمیشہ کے لئے تیری ناپاک گرفت سے دور کر دی گئی ہے۔ وہ اس خیمے میں نہیں ہے"

المامن نے خنجر سنبھال کر کہا "قشطالی ملکہ جھوٹ مت بول۔ دنوں اور ہفتوں سے میں تیرے نقش قدم پر چلا آرہا ہوں + جہاں تو گئی میں برابر تیرے پیچھے لگا رہا۔ زرہ پوش پہرہ دار چاروں طرف کھڑے تھے۔ مگر میں تیری خواب گاہوں کے اردگرد ہی منڈلاتا رہا ہوں۔ اور میں یہ جانتا ہوں۔ کہ میری لڑکی تیرے ساتھ ہے۔ یہ مت سمجھ کہ دہشتناک اور سفاک ارادوں کے بغیر

ہیں نے اپنے آپکو یوں جان جوکھوں میں ڈال دیا ہی۔ بتا۔ بتا میری بیٹی کہاں ہی؟"
ملکہ گو اپنے آپ کو حوصلہ مند ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ مگر خوف زدہ ہوکر بولی۔
کُئی روز ہوئے تیری بیٹی اپنی رضامندی سے خیمہ گاہ سے رُخصت ہوگئی۔ اور اُس مقام پر چلی گئی ہی۔ جس کی حفاظت خود خدا کرتا ہی۔ نجات دہندہ نے اُسے اپنے برگزیدوں میں قبول کرلیا ہی۔"
اگر ایک ہزار نیزے المامن کا دل چھید ڈالتے۔ تو بھی اُس کی قوت و ہمت یکایک اس قدر پست نہ ہوجاتی + اس کے چہرے کے تنے ہوئے اعصاب فورًا ڈھیلے پڑ گئے۔ اس کے استقلال و انتقام کا جذبہ دفعتًا ایک ناقابل بیان دہشت و اضطراب اور یاس میں بدل گیا۔ وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے گھٹنے تھرتھرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کسی صدمۂ جاں کاہ سے وہ نیم جاں سا ہوگیا ہی + ازبیلا نے جو عورتوں میں سب سے دلیر اور عالی حوصلہ تھی اس موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ آگے کو لپکی اور پردے چیر کر اُن حصّوں میں جانکلی جہاں اس کے ملازم سو رہے تھے۔ اس کی امداد کے شور و غل سے خیمہ گونج اُٹھا۔ پہرے دار جاگ اُٹھے۔ اور ملازم اپنے اپنے بستروں سے اُٹھ کر بھاگے + اُنھوں نے کان لگا کر سُنا۔ شور کا باعث معلوم کیا۔ اور فورًا موقع پر پہنچے۔ لیکن ابھی وہ ریشمی کپڑے کی دیواروں تک نہ پہنچے تھے۔ کہ انھیں ایک تیز اور خوفناک شعلہ اوپر کو اُٹھتا ہوا دکھائی دیا + خیمے میں آگ لگ رہی تھی۔ خیمے کا سامان ایسا تھا۔ کہ طرفۃ العین میں آگ چاروں طرف پھیل گئی۔ گویا کسی سحر کا اثر تھا جو پھونک رہا تھا۔ بعض سپاہیوں میں اب بھی اتنی جُرأت باقی تھی۔ کہ وہ شعلوں میں گھس پڑے مگر دھوئیں اور تپش کے باعث پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے + ان کی آنکھیں دھوئیں سے اندھی ہوگئیں۔ اور وہ بدحواس سے ہوگئے + آگ ایسی سُرعت سے پھیلی تھی کہ ازبیلا کو خود بمشکل اپنی جان بچانے کا وقت ملا تھا۔ ملکہ کو اپنے شوہر کا خطرہ ہوا۔ تو وہ اُس کے خیمے کی طرف دوڑی۔ مگر وہ شور و غل سُن کر پہلے ہی بیدار ہوچکا تھا۔

اور برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے خیمے سے باہر نکل رہا تھا۔ جو ہوا چند لمحہ پیشتر فتح و ظفر کے پرچم لہرا رہی تھی۔ اب تباہ کن شعلوں کو چاروں طرف پھیلانے میں سرگرمی سے مصروف تھی۔ آگ ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں ایسی سُرعت سے پہنچنے لگی۔ جیسے بجلی چشم زدن میں تمام بادلوں میں کوندجاتی ہے۔ ابھی کسی کو آگ بجھانے کا خیال بھی نہ آیا تھا۔ کہ تمام لشکرگاہ ایک سرے سے دوسرے تک شعلوں کی لپٹ میں آگیا۔

فرڈی نینڈ نے اپنی بیگم کی داستان بھی پوری نہ سنی۔ اور یہ کہہ کر کہ یہ مُوروں کی شرارت ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ ہم پر آپڑیں گے۔ بگل اور دمامہ بجانے کا حکم دیا۔ اور صرف لبادہ پہنے ہوئے خود اپنے سرداروں کو خبردار کرنے کے لئے دوڑا گیا۔ یہ تربیت یافتہ اور کارآزمودہ سپاہ جو ہر لمحہ غنیم کے شب خُون سے خوف زدہ رہتی تھی۔ صف آرا ہونے کی کوشش میں مصروف تھی۔ شعلے پھیلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دُور دُور تک آسمان روشن ہوگیا۔ اس کی روشنی میں سپاہیوں کے خود اور زرہیں یوں چمک اُٹھیں۔ جیسے آتش دان میں لوہا دہک رہا ہو۔ اور زرہ پوش بہادر انسانوں کی بجائے مدھم اور تاباں اور فروزاں شہاب ثاقب معلوم ہونے لگے۔ اس تیز روشنی کے باعث شہر غرناطہ قریب تر معلوم ہوتا تھا۔ اور جب رسالہ کا ایک دستہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑائے مُوروں کے متوقع شب خُون کی مزاحمت کو لشکرگاہ سے نکلا۔ تو سواروں نے دیکھا کہ غرناطہ کے مکانوں کی چھتوں اور دیواروں پر مسلمان فراہم ہیں۔ اور اُن کی برچھیاں چمک رہی ہیں۔ عیسائیوں کی طرح مُور بھی متحیّر و متعجّب تھے۔ اور انھیں بھی عیسائیوں کے مکر و فریب کا اتنا ہی خیال تھا۔ جتنا مُوروں کو عیسائیوں کا۔ چنانچہ وہ اپنے قلعے کی فصیلوں سے باہر نہ نکلے۔ ادھر جس سُرعت سے آگ بھڑکی تھی۔ ویسے ہی فوراً بجھ بھی گئی۔ رفتہ رفتہ مدّھم اور افسردہ ہوتی گئی۔ اور اس رشیمی شہر کے ویرانے پر رات کی افسردہ و غمناک تاریکی چھاگئی۔

فرڈی نینڈ نے اپنے سرداروں کو طلب کیا۔ اب اسے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ یہ مُوروں کی حرکت نہیں۔ آخر کار اس نے ازابیلا کا بیان سُنا۔ اور سمجھا کہ المامن کسی عجیب اور معجزانہ طریق سے پہرہ داروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ملکہ کے خیمے میں جا پہنچا تھا۔ اس سے گو اس کے دُنیاوی تفکرات دُور ہو گئے۔ لیکن اگر اسے یہ علم نہ ہوتا۔ کہ مشرقی ملکوں کے بہادر اور ڈاکو تک کسی فوق الفطرت قوت سے کام نہیں لیتے۔ مگر فریب اور عیاری میں فرد ہوتے ہیں۔ اور خواہ کیسی ہی سخت پیش بندیاں کی گئی ہوں۔ اور کیسے ہی ہوشیار پہرہ دار ہوں۔ وہ ان سے صاف بچ کر نکل جاتے ہیں۔ تو غالباً اس کے وہ تمام اوہام بیدار ہو جاتے۔ جو قوم گاتھ سے متعلق ہونے کے باعث اس کی فطرت میں موجود تھے + چنانچہ اس کے لئے اب یہ امر اظہر من الشمس تھا۔ کہ فوجوں کے خیمہ گاہ میں جو آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ یا تو ذاتی پرخاش اور انتقام کی وجہ سے لگائی گئی تھی۔ یا اس کا مقصد یہ تھا کہ المامن خیمہ گاہ سے صحیح وسلامت فرار ہو جائے + ساحر کے ہاتھوں سے یہ عظیم نقصان اُٹھا کر بادشاہ کے دل میں ضعیف الاعتقادی اور اوہام پرستی سے جو دہشت پیدا ہو گئی تھی۔ اُس نے آخر اپنی شاہانہ ہمت سے دُور کر دی۔ اور یہ ارادہ کیا۔ کہ اس مصیبت سے بھی مستفید ہونے کی کوشش کی جائے + فوجوں میں جو غصہ اور جوش اس وقت پیدا ہو گیا تھا۔ وہ فرڈی نینڈ کے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے بہت کارآمد تھا +

جب سردار اور سُورما اس کے گرد جمع ہو گئے۔ تو فرڈی نینڈ نے ان سے کہا "اس آتش زدگی کے وسیلے سے خدا نے شہسواران صلیب کو متنبہ کر دیا ہے۔ کہ اب غرناطہ کے محل ان کے خیمہ گاہ بنیں گے + کل صبح کے آفتاب کے ساتھ ہی مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے"+

ہتھیاروں کی جھنکار بلند ہوئی۔ تلواریں میانوں سے نکل پڑیں

اور عیسائی شہسواروں نے یک زبان ہو کر بلند آواز میں کہا "مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے گا"

فصل اوّل
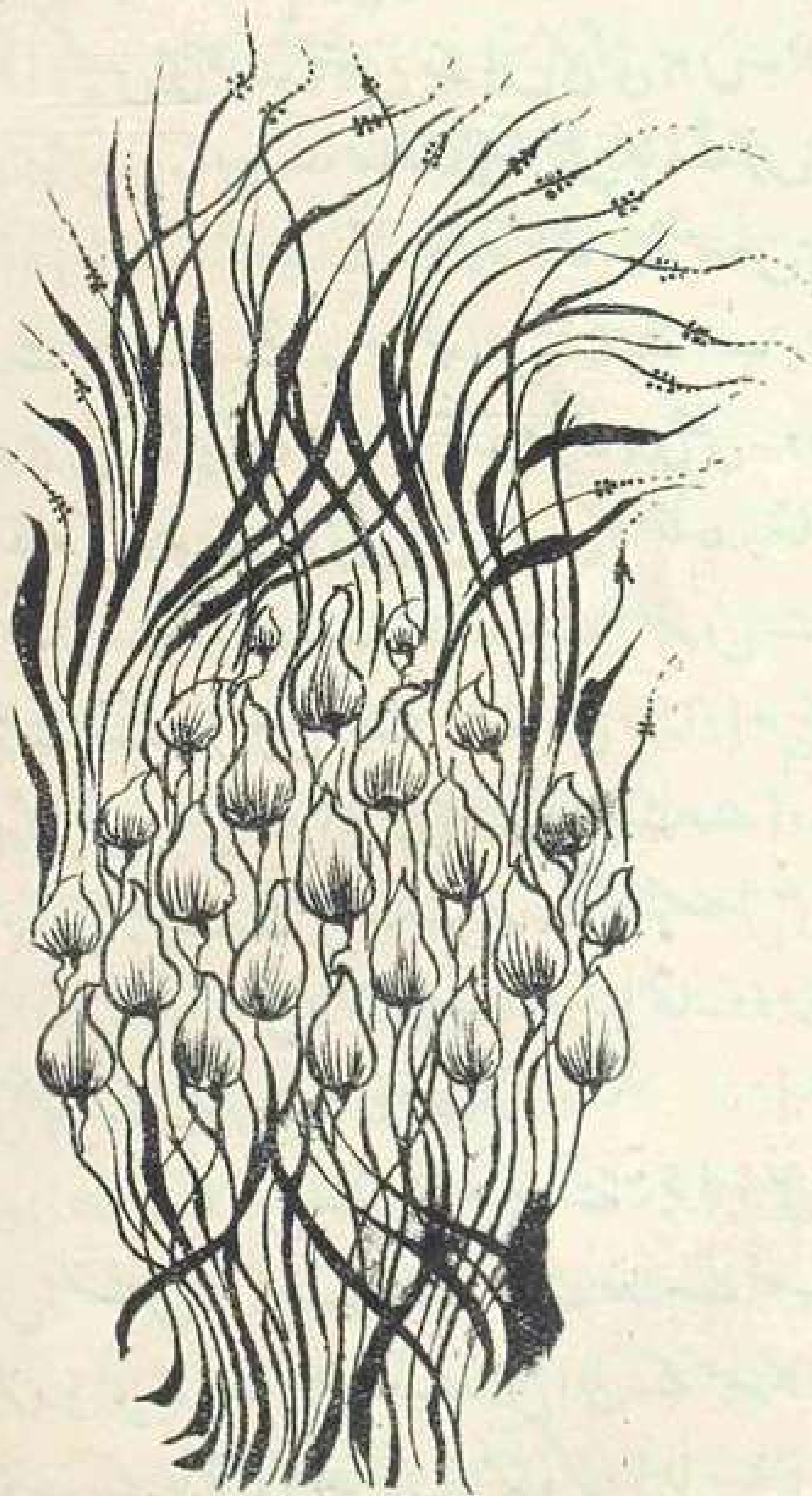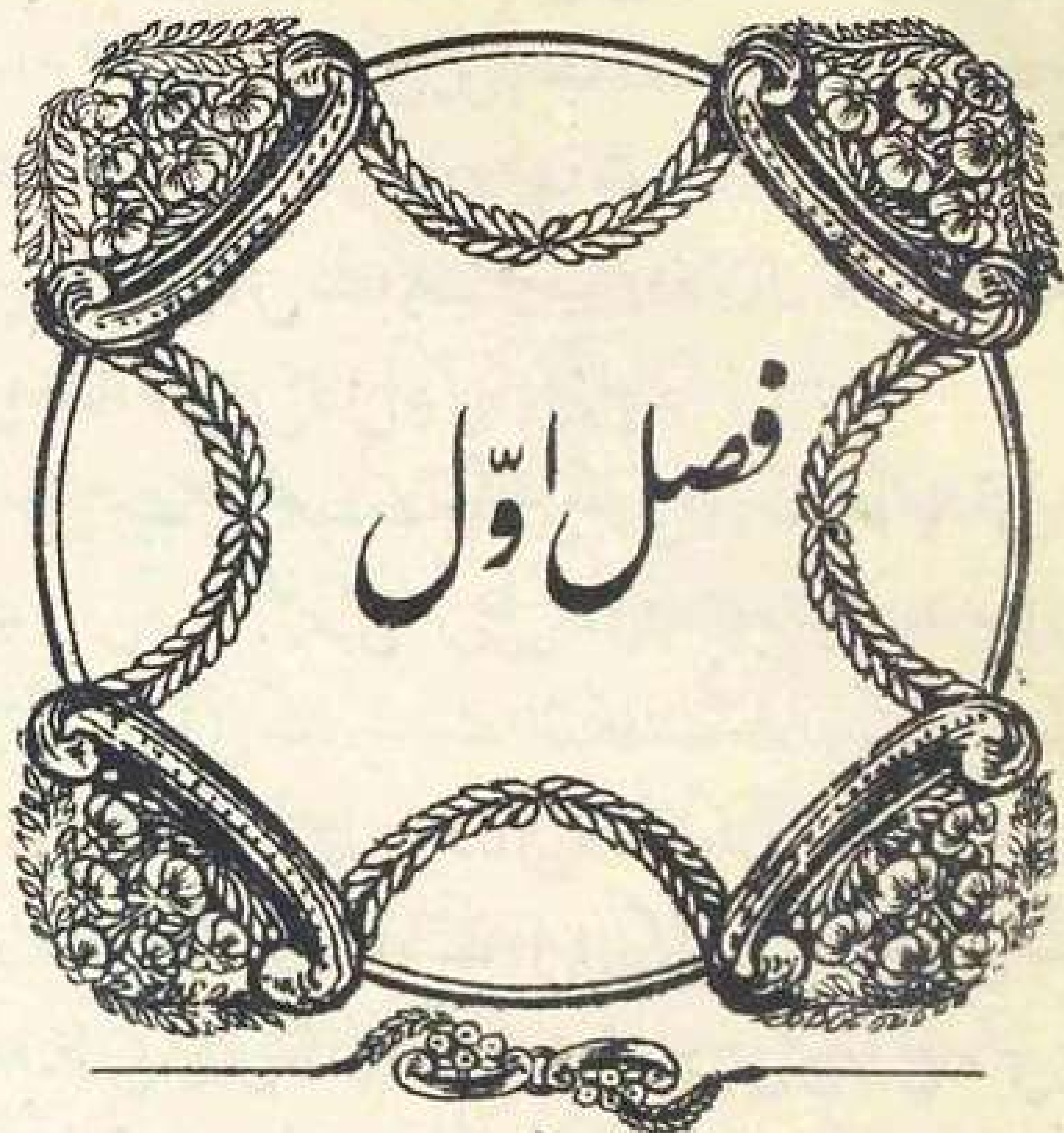
معرکۂ عظیم

آخر اس مہیب رات کی تاریکی رفتہ رفتہ روشنی میں تحلیل ہوگئی + مُوروں نے جو ابھی تک غرناطہ کی فصیلوں پر بیٹھے تھے۔ دیکھا۔ کہ فرڈی نینڈ کا تمام لشکر ان پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا چلا آرہا ہی۔ ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر خیمہ گاہ کے جلے ہوئے آثار اور سُلگتی ہوئی خاکستر کے ڈھیر پڑے ہیں + اور سامنے زرق برق اور درخشاں پھریرے لہرا رہے ہیں + باجے بج رہے تھے۔ اور عیسائی لشکر ایک سیلاب کی طرح درّانہ چلا آرہا تھا + یہ کیفیت دیکھ کر مُوروں کو اس قدر حیرت ہوئی کہ انھیں اپنے حواس خمسہ پر سے اعتماد اُٹھ گیا۔ عیسائیوں کی اتنی سخت تباہی کے بعد وہ نہایت شوق سے ان کی پسپائی کے متوقع تھے۔ لیکن انھیں ایسی شان اور کرّوفر کے ساتھ پیش قدمی کرتے دیکھ کر سخت ہراساں اور حواس باختہ ہوگئے +

عین اُسی وقت کہ وہ غنیم کی پیش قدمی سے متحیّر و مرعوب ہو رہے تھے۔ انھیں اپنے پسِ پشت ابو عبداللہ کا بگل سُنائی دیا۔ اور اُنھوں نے دیکھا۔ کہ مورِ بادشا

اپنے چیدہ دستے کا سردار بنا ہؤا اُن گھاٹیوں کی طرف جا رہا ہے۔ جو دروازے کی طرف واقع ہیں۔ اس منظر سے مُور رعایا کی پستی ہمّت دُور ہوگئی۔ اور ان کے دلوں میں ایک تازہ حوصلہ پیدا ہوگیا۔ اور جب ابو عبداللہ دروازے کے سامنے فراخ چوک میں ٹھہر گیا۔ تو بیس ہزار جنگجوؤں نے ایک مہیب اور خوفناک نعرہ بلند کیا۔ جو عیسائی حملہ آوروں کے کانوں میں فالِ بد کی طرح پہنچا +

جب اُس پُرہیبت جنگی نعرے کے بعد قطعی سکون اور سناٹا چھا گیا۔ تو ابو عبداللہ بولا "غرناطہ کے جواں مردو! غنیم کی اس پیش قدمی کا انجام تباہی اور بربادی ہے۔ شب گزشتہ کی آتش زدگی کے ذریعے سے اللہ تعالےٰ نے ان کی بدبختی کے فیصلے پر مُہر کردی ہے۔ آؤ ہم سب بڑھیں۔ اور ان کا مقابلہ کریں + ہم اپنے گھروں کو غیر محفوظ چھوڑے جاتے ہیں۔ ہمارے دل ان کی فصیل کا کام دیں گے + یہ صحیح ہے کہ فاقہ مستی اور خوں ریزی کے باعث ہماری تعداد میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ لیکن ابھی غرناطہ کو غنیم کی دست بُرد سے بچانے کے لئے ہماری کافی تعداد موجود ہے۔ جو مر گئے ہیں۔ وہ ہم سے رخصت نہیں ہوئے۔ مُردے ہماری طرف سے نبرد آزما ہوں گے۔ ان کی روحیں ہماری روحوں کو حرکت دیں گی۔ وہ شخص جس کا ایک بھائی مر گیا ہو۔ میدانِ جنگ میں دو کے برابر ہے + ہماری یہ جنگ فیصلہ کُن ہے۔ آج تاجِ آزادی ہے یا زنجیرِ غلامی۔ حکومت ہے یا جلا وطنی۔ فتح یا موت۔ ہاں بڑھو"

تقریر ختم کر کے اس نے گھوڑے کو مہمیز کیا۔ گھوڑا آگے اُچھلا اور پھاند کر تاریک محرابوں سے صاف نکل گیا۔ سلطان ابو عبداللہ پہلا مُور تھا۔ جو اس آخری میدانِ جنگ کے ہنگامہ زار میں شامل ہونے کو سب سے پہلے غرناطہ کے شہر سے برآمد ہوا + اور پھر جیسے کوئی دریا غاروں سے نکل کر آفتابِ عالم تاب کی روشنی میں اُمنڈتا چلا آتا ہے۔ مُوری سواروں کی درخشاں و تاباں صفوں کی صفیں برآمد ہوئیں۔ سب سے آخر میں تمام فوج کے اختتام پر موسیٰ تھا + اس کے سانولے اور بارعب چہرے سے وہ جذبات نمایاں تھے۔ جن سے جوشیلے بادشاہ کا بشرہ درخشاں ہو رہا تھا۔

بلکہ اس کے برعکس اس سے درشتی مترشح تھی۔ اور تکدر برس رہا تھا۔ گزشتہ بھیانک ایام کے تفکرات وترددات نے اس کے رُخسار مُرجھا دئے تھے۔ اور اس کے استوار لب اور فولادی جبڑے جن سے اس کی فطرت کا ناقابل تسخیر استقلال وثبات ظاہر تھا۔ گہری جھریوں سے تاریک ہو رہے تھے +

جب موسیٰ گھوڑے کو مہمیز کر کے آگے بڑھا۔ اور بڑھتی ہوئی صفوں کے برابر آکر ان کو مناسب ترتیب دینے لگا۔ تو عورتوں نے ایک پُرجوش نعرہ بلند کیا اور جب بہادر آواز سُن کر پیچھے مُڑے۔ تو انھوں نے دیکھا۔ کہ ان کی عورتیں بیبیاں بیٹیاں۔ مائیں۔ نازنینیں (جنھیں ایک مصلحت کے ماتحت جس سے اس فیصلہ کُن موقع کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چار دیواری سے باہر آجانے کی اجازت دیدی گئی تھی) بُرجوں اور فصیلوں پر سے بازو پھیلائے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ مُوروں کو معلوم تھا۔ کہ اب انھیں ان ہستیوں کی نظروں کے سامنے اپنے مذہب اور ناموس کے لیے جنگ کرنا ہے۔ جو ان کی ناکامی کی صورت میں کنیزیں اور کسبیاں بنائی جائیں گی۔ ہر مسلمان کو ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اس کا دل اپنے خنجر کی دھار کی طرح سخت ہو گیا ہے +

جس اثناء میں مُوری سواروں کا رسالہ چھوٹے چھوٹے باقاعدہ دستوں میں مرتب ہو رہا تھا۔ اور غنیم کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز لحظہ بلحظہ قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ موری پیدل فوج سرگرمی سے اور مستعدانہ مگر بے ترتیب اور متفرق بے قاعدہ جماعتوں میں منقسم ہو کر میدان میں پھیل گئی۔ اور بہت نیچے شہر پناہ تک پھیلتی گئی۔ اور پھر دکھائی دیا کہ ابوعبداللہ نہایت سرعت سے ان کے درمیان گھوڑا دوڑا رہا ہے۔ اور کبھی مختصر مگر واضح احکام سے اور کبھی اپنی شعلہ صفت تقریروں سے ان کے حرکات کو منضبط کر رہا ہے۔ اور ان کی سیماب وار شجاعت کو ٹھیک راستے پر لگا رہا ہے +

اس اثناء میں عیسائی سپاہ بھی دفعتاً رُک گئی تھی + فرڈی نینڈ نے اپنی دوراندیشی

اور تدبر کے ماتحت یہ ارادہ کیا۔ کہ موروں کی تمام جمعیت چونکہ اس وقت جوش وخروش اور سرفروشانہ استقلال کی حالت میں ڈٹی کھڑی ہے۔ اس لئے اسے آغاز ہی میں حملہ آور ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔ اُس نے ہرنن ڈو پلگار کو اپنے قریب بلایا۔ اور اُسے حکم دیا۔ کہ زیادہ دل چلے اور کارآزمودہ سواروں کا ایک دستہ لے کر مُوروں کے رسالے کی طرف پیش قدمی کرو۔ اور موسےٰ کی شعلہ ریز شجاعت کو قلب لشکر سے ہٹا کر اپنی طرف مائل کرلو + اس کے بعد فرڈی ننیڈ نے اپنے لشکر کو مختلف دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اور سب دستوں کو بہادر سرداروں کے سُپرد کر کے اُنھیں مختلف مقامات کو روانہ کیا۔ بعض کو برابر کے برجوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور بعض کو یہ ہدایت کی کہ شہر پناہ کے گرداگرد کے خیابانوں اور خیموں پر آتش باری کریں + اُس کا منشا یہ تھا۔ کہ معرکہ کسی ایک مقام پر محدود ہونے کے بجائے مختلف مقامات میں منتشر ہو۔ تاکہ مُوروں کی وہ متفقہ قوت وطاقت بکھر جائے۔ جس کے باعث موجودہ حالت میں ان کی طاقت نہایت مستحکم ومضبوط تھی +

چنانچہ جس وقت مسلمان غنیم کے حملے کے منتظر تھے۔ انھوں نے کیا دیکھا۔ کہ مسیحی سپاہ کا قلب دفعتاً منتشر ہو رہا ہے۔ ابھی وہ حیران وششدر ہی ہو رہے تھے کہ اُن کے تروتازہ وشاداب باغوں میں سے آگ کے شعلے اُٹھتے ہوئے دکھائی دیئے جو دیواروں کے دائیں بائیں پھیلتے جاتے تھے۔ اور کہیں کہیں شہر کی حفاظت کے لئے جو مورچے تیار کئے گئے تھے۔ اُن پر عیسائیوں کی توپوں کے گولے برس رہے تھے +

موسےٰ ہراول میں اپنی جائے معین پر موجود تھا۔ اُس وقت ایک گرد وغبار کا بادل اس کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ اور عیسائی سُورماؤں نے جو بھاری بھاری اسلحہ سے مسلح تھے مُوری شہزادے کے دستے کے قلب پر حملہ کر دیا +

دیو قامت پلگار کی کلغی اپنے قوی ہیکل رفقا سے کئی اِنچ بلند تر اپنی شان

سرفرازی میں جھوم رہی تھی۔ اس کا لمبا نیزہ جدھر جھکتا۔ مُوروں کا صفایا کرتا چلا جاتا تھا۔ اور جب وہ اپنے آہنی خود کے اندر سے بولتا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا کسی قبر کے اندر سے آواز آ رہی ہے۔ کہ "بے دینوں کو تہ تیغ کرو"+

مگر غرناطہ کے چابک دست اور سُبک گام سوار اس زبردست حملے سے کچھ بھی ہراساں نہ ہوئے۔ بلکہ غیر معمولی مستعدی سے کام لے کر اپنے دستے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حملہ آوروں کو متقابلتاً بلا ضرر اپنے مرکز سے نکل جانے کا راستہ دے دیا۔ اور پھر ایک طویل و مسلح صف باندھ کر ان کے پسپا ہونے کا راستہ مسدود کر دیا۔ مگر عیسائی بہادروں نے پہلو بچایا۔ اور اپنے دشمنوں پر دھاوا بول دیا+

"دراو مسلم کُتّے۔ تو جو اپنے کو شیر بتاتا ہے۔ کہاں ہے؟ اے موسےٰ ابن ابی غازان تو کہاں چُھپ رہا ہے؟"

مُوروں کی خود پوش جماعت میں ایک دستار چمکتی نظر آئی۔ اور ایک بلند اور دُرشت آواز سُنائی دی "او عیسائی! میں تیرے مقابل میں ہوں"+

ہرننڈو نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ اپنے حریف کو ایک نظر دیکھا۔ اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ تاکہ زیادہ قوت کے ساتھ حملہ آور ہو۔ چشم زدن میں دونو فوجوں کے مشہور ترین سورما ایک دوسرے کے ساتھ نیزوں سے نبرد آزما ہونے لگے+

عیسائی سورما کے وار کو بہادر مور نے اپنی مدوّر ڈھال پر روکا اور اس کا اپنا بھالا اس دیو صفت انسان کی چھاتی پر جا کر پڑا۔ لیکن اسے کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اس نے اپنی تلوار سُونت لی۔ اور اُسے مخالف کے سر پر تیزی سے گھماتا رہا۔ یہ ہیبت ناک شمشیر زن ایسی حیرت انگیز پھُرتی سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور روکتے تھے۔ کہ طرفین کے جواں مردوں کو ان کے اسلحہ مشکل نظر آتے تھے+

آخر کار پلگار نے اپنی اعلےٰ قوت سے کام لینے کے ارادے سے گھوڑا موسےٰ کی طرف بڑھایا۔ اور اپنی شمشیر ایک تسمے سے اپنی کلائی میں لٹکا کر موسےٰ کی ڈھال اپنی مضبوط گرفت میں لے لی۔ اور اس زور سے اُسے مُور کے ہاتھوں سے چھینا

کہ وہ باوجود کوشش کے عہدہ برا نہ ہو سکا۔ چنانچہ موسئے نے دفعتاً ڈھال کو چھوڑ دیا ہسپانی اپنی انتہائی قوت کو استعمال کرکے کامیابی کی حالت میں توازن کھو چکا تھا۔ اور ابھی پوری طرح سنبھلا بھی نہ تھا۔ کہ موسئے نے اپنے اسپ شکیں کو ڈپٹا کر اس پر ریل دیا۔ اور اپنے فتراک سے ایک چھوٹا مگر وزنی گرز نکال کر اس زور سے ہرننڈو کے خود پر ضرب لگائی۔ کہ وہ دیو بے ہوش و بے خبر ہو کر دھڑام سے زمین پر گر پڑا ایک لمحہ کے اندر موسئے گھوڑے پر سے اُترا۔ ڈھال کو دوبارہ اُٹھا لیا۔ خنجر کو سنبھالا۔ اور اپنے اُفتادہ دشمن کے سینے پر ایک زانو رکھ کر بیٹھ گیا۔ وڈان ہرننڈو نئیکاک اُسی وقت راہی ملکِ عدم ہو گیا ہوتا۔ نہ اسے کسی طبیب کا منت کش ہونا پڑتا۔ نہ پادری کے سامنے اعتراف گناہ کی تکلیف اُٹھانی پڑتی۔ لیکن دفعتاً کیا ہوا۔ کہ بیس سوار گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اپنے بہادر سردار کی امداد و اعانت کے لیے آن پہنچے اور چشم زدن میں بیس نیزوں کی انیاں شیرِ غرناطہ پر جھک گئیں تاکہ اُسے اپنے شکار کے ذبح کرنے سے باز رکھیں۔ مُور بہادر بھی اتنی ہی تیزی سے موقع پر آموجود ہوئے اور بے ہوش عیسائی سردار کے گرد نہایت شدید اور مہیب جنگ شروع ہو گئی موسئے کو اتنی مہلت بھی نہ ملی۔ کہ ہرننڈو کے خود کو کھول سکتا۔ جس کے بعد اس کے خنجر کی دھار کو کوئی فنا پذیر مقام مل سکتا۔ بلکہ چاروں طرف سے عیسائیوں کے گھوڑوں اور برچھیوں میں گھرے ہونے کے باعث عیسائی بہادر کی نسبت موسئے کی حالت زیادہ مخدوش تھی۔ اس اثنا میں ہرننڈو کے ہوش و حواس بھی عود کر آئے۔ وہ اپنی اندیشہ ناک حالت فوراً بھانپ گیا۔ لیکن چپ چاپ مناسب موقع کے انتظار میں لیٹا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے دفعتاً مور کا گھٹنا اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔ ایک بار پھر ہمت کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اور دونوں شہسوار دوبارہ ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے۔ مگر اب ان میں سے کوئی بھی مقابلہ شروع کرنے کا کچھ زیادہ خواہشمند معلوم نہ ہوتا تھا۔ گو موسئے بہت دلیر اور جلد باز تھا۔ لیکن اس نے بھانپ لیا۔ کہ زمین پر ہرننڈو جیسے طاقتور اور رویئں تن سپاہی سے مقابلہ کرنے میں

اس کو نقصان پہنچنے کا بہت احتمال ہے + وہ پیچھے ہٹا۔ اپنے گھوڑے کو سیٹی دی۔ گھوڑا سواروں کی صفوں کو چیرتا ہُوا فوراً اس کے برابر آموجود ہُوا + وہ کود کر اس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔ اور بھاری بھرکم ہسپانی کو اس کے غائب ہونے کا علم بھی نہ ہُوا تھا۔ کہ وہ دُشمنوں کے درمیان جا گھسا +

لیکن ہرنندو کو اپنے دُشمن سے مخلصی حاصل نہ ہوئی۔ موسےٰ نے تین ہسپانی سورماؤں کو اپنے خنجر سے کاری زخم لگا کر نیچے گرا دیا۔ اور اپنے گرد کچھ جگہ خالی کر کے اپنے بازوؤں پر سے اپنی چھوٹی سی عربی کمان نکال لی۔ اور پیادہ پا ہرنندو پر تیروں کی بوچھاڑ ایسی حیرت انگیز عجلت سے برسنی شروع ہوئی۔ کہ وہ اپنے بھاری زرہ بکتر اور اسلحہ کے باعث نہ تو وہاں سے بھاگ سکتا تھا۔ نہ اپنے کو تیروں سے محفوظ کرنے کی کوئی تدبیر کر سکتا تھا۔ اس وقت اسے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اگر ان تیروں میں سے کوئی ایک بھی خود اور زرہ کے مقامِ اتصال پر آ لگا۔ یا زرہ کو چھید گیا تو موت ناگزیر ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ حُسنِ اتفاق سے موت واقع نہ ہو یا مقدس مریم کی نوازش شامل حال ہو جائے +

ہرنندو حیران و برانگیختہ ہو کر بولا "اے مادر مہربان (مریم) تو اپنے غلام کو اس بزدلانہ جنگ آزمائی میں ہرن کی موت نہ مارنا۔ اور اگر میرا وقت آ ہی پہنچا ہے تو میں اپنے دُشمن سے دست بدست لڑتا ہُوا جان دوں" + وہ منہ ہی منہ میں مختصر دعا مانگ رہا تھا۔ کہ قریب ہی ہسپانیہ والوں کا نعرۂ جنگ سُنائی دیا۔ اور ولینا کا بہادر دستہ میدان کی دوسری طرف سے ادھر بڑھتا ہُوا دکھائی دیا۔ کہ آ کر اپنے ہمراہیوں کی امداد کرے + موسےٰ نے انفرادی مخاصمتوں کا خیال اس وقت چھوڑ دیا۔ اپنا پہلو بدل کر اپنے سواروں کو دوبارہ فراہم کیا۔ اور صفیں مرتب کر کے حملہ آور دستہ کو راستہ ہی میں جا لیا +

جب میدانِ جنگ کے ایک حصہ میں مقابلہ کی یہ صورت تھی۔ تو فردی ننیڈ کی تجویز اس حد تک کامیاب ہو گئی تھی۔ کہ جنگ مختلف دستوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

دور نزدیک ۔ میدان اور جنگل ۔ باغ اور مینار ہر مقام بجائے خود خاک و خون کا ہنگامہ زار بن رہا تھا ۔ ابو عبداللہ کے ساتھ اس کے بالا بلند حبشی تھے ۔ اور ایک چیدہ دستہ تھا ۔ جس کے افراد کو غرناطہ کے شرفا کا خلاصہ سمجھنا چاہیئے ۔ اور جو موسے کی قوم کی عالی نسبی اور ناموری پر رشک و حسد کرتے تھے ۔ ابو عبداللہ ایسے معزز لوگوں کا رہنما اور سردار بن کر ہر قسم کے خطرے میں جا پڑتا تھا ۔ اور ایک ایسے شخص کی طرح بے جگری سے بہادری دکھا رہا تھا ۔ جو یہ محسوس کرے ۔ کہ میدان جنگ میں اس کی اپنی قسمت پر بازی لگ رہی ہے ؛

چونکہ پیدل فوج پر سب سے کم اعتماد تھا ۔ اس لیے وہ زیادہ تر ان ہی کے درمیان رہتا ۔ اور جہاں کہیں نمودار ہو جاتا ۔ اتنی دیر کے لیے لڑائی کا پانسہ پلٹ دیتا تھا ؛

آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا ۔ کہ پونس ڈی لیون ہسپانیہ کے بہترین اور کار آزمودہ جواں مردوں کا دستہ ہمراہ لے کر غنیم کی پیدل سپاہ کے سب سے بڑے دستہ پر حملہ کرنے کو بڑھا ؛

اس سے پیشتر اُس نے ایک مورچہ فتح کر لیا تھا ۔ جہاں اُس کا توپ خانہ بڑی کامیابی سے گولہ باری کر رہا تھا ۔ اور جو فوج اُس کے زیر کمان تھی ۔ اُس میں کچھ تو وہ بلند حوصلہ سپاہی تھے ۔ جو تازہ ترین فتح سے سرخرو ہو کر آئے تھے ۔ اور کچھ بالکل تازہ دم جوان تھے ۔ جو اُس وقت پہلی مرتبہ میدان میں اُترے تھے اُنھوں نے پیش قدمی کرتے وقت ایک جنگل میں آگ لگا دی تھی ۔ اُس کے شعلوں کی روشنی میں اُس عیسائی دستہ کا نظارہ جمیل و ہوشربا تھا ؛

جب وہ استقلال اور ضابطے کے ساتھ سیلاب کی طرح اُس میدان میں بڑھے جہاں پیدل سپاہ ہتھیاروں کو جھنجھناتی ہوئی کبھی آگے اور کبھی پیچھے بڑھتی تھی ۔ تو ان کے تمام اسلحہ سرخ روشنی میں دہک رہے تھے ۔ اپنے مخبروں کے ذریعہ سے ابو عبداللہ کو اس نئے خطرے کی اطلاع ہو گئی تھی ۔ چنانچہ وہ جلدی سے اُس برج سے دست بردار ہو گیا ۔ جہاں سے اس نے کچھ دیر حملہ آوروں کو پسپا کیا تھا ۔

اور اس دستہ میں جا شامل ہوا جسے تجربہ کار لیون زک دینے کی تجویز کر رہا تھا + دوسرے لمحہ میں مُوروں کو اپنے سامنے المامن کی خوفناک اور محترم اسرار شخصیت سایہ فگن نظر آئی۔ وہ پُراقتدار شخصیت جو عرصہ تک ان کی نظروں سے اوجھل رہی تھی + وہ خلافِ اُمید دفعتاً اُس مقام پر آنکلا۔ کسی کو خبر نہ تھی۔ کہ وہ کدھر سے آیا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں اُس کا مقدس و مبارک جھنڈا تھا۔ اور دائیں میں خون آلودہ تلوار۔ چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اور خط و خال نہایت جوش فروز تھے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی غیبی قوت نے اپنی رُوح ان میں پھونک رکھی ہے + اُس کی فوری آمد نے مُوروں کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کر دی المامن نے زور سے چلّا کر کہا "وہ آرہے ہیں۔ وہ چلے آتے ہیں۔ خدائے مشرق نے گاتھ لوگوں کو تمہارے چنگل میں دے دیا ہے"+

درویش ایک دستہ سے دوسرے دستہ میں اور ایک صف سے دوسری صف میں بجلی کی طرح پھر گیا۔ اور جب سپاہیوں کے سامنے اس کا علم چمکتا تھا تو ہر مُور آنکھیں بند کر کے اس کی دعاؤں پر آمین کہتا تھا +

اب ہسپانیہ کے نعرہ جنگ "ہسپانیہ اور سینٹ ایاگو" کے ساتھ ہی عیسائیوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کا شور بلند ہوا۔ اور وہ شدت سے حملہ کر کے آگے بڑھے + کچھ عرصہ پہلے لیون نے جس مورچہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ عین اُس وقت وہاں سے مُوروں پر گولے برسنے لگے۔ جس سے بے انتہا اضطراب و ہراس پیدا ہوا۔ مُور سپاہیوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ لیکن اتنے میں انھیں اپنی آنکھوں کے سامنے المامن کا سفید جھنڈا لہراتا ہوا نظر آیا۔ اور انھوں نے دیکھا۔ کہ وہ تنہا اور پیادہ غنیم کی قطاروں کے درمیان گھسا جا رہا ہے چونکہ انھیں یقین دلایا گیا تھا۔ کہ لڑائی کا سارا مدار اس طلسمی جھنڈے کی سلامتی پر ہے۔ اس لیے جب انھوں نے اس کو اس زور اور جوش سے آگے بڑھتے دیکھا۔ تو انھیں بہت فکر اور خجالت ہوئی۔ وہ پھر جمع ہوئے اور استقلال سے آگے بڑھے۔ ابو عبداللہ خود شمشیر بکف

خوفناک نعرے لگاتا ہوا اپنے چیدہ سپاہیوں اور زنگیوں کو ساتھ لے گران میں جا گھسا۔ معرکہ بے انتہا زبردست اور خوفناک ہو گیا۔ تین مرتبہ طلسمی علم صفوں کے درمیان گم ہو گیا۔ اور پھر ہر بار نوری طاقت کا یہ رہنما اور مشعل ہدایت یوں بلند ہوتا رہا جیسے چاند بادلوں میں سے نکل آتا ہے۔

دن ڈھل گیا۔ تمازت زدہ درختوں پر پہاڑیوں کا طویل سایہ پڑنے لگا۔ ڈارو کی خاموش و ساکن ندی کا پانی خلیج میں جہاں بھی ذرا رکتا تھا۔ خون سے سرخ ہوتا تھا۔ اس وقت فرڈی نینڈ اپنی بقیہ تازہ دم جمعیت فراہم کر کے بلندی سے نیچے اترا۔ اس کے ہمراہ تین ہزار پیدل اور ایک ہزار سوار تھے جو تمام کے تمام تازہ دم تھے۔ اور اس عظیم الشان جنگ میں شریک ہونے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ گو فرڈی نینڈ طبعاً بڑا نڈر اور بہادر تھا۔ مگر اقتضائے مصلحت سے مخصوص موقعوں کے سوا اپنی جان کو خطرہ میں بہت کم ڈالتا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے ابو عبداللہ سے کسی طرح کم رہنا پسند نہ کیا۔ وہ سر سے پاؤں تک زرہ بکتر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اس کے جوشن پر سنہری کام کچھ ایسی خوبی سے کیا گیا تھا۔ کہ ساری کی ساری زرہ طلائی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بلند خود پر ایک چھوٹا سا تاج تھا۔ جس پر برف سے سفید پر لہرا رہے تھے۔ ان شاندار اسلحہ میں وہ بہادروں کی سرداری کے لئے ہر طرح موزوں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے پیچھے ہسپانیہ کا عظیم جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اور باجوں اور نرسنگھوں کا خروش اس کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔ کونٹ ڈی ٹنڈلا اس کے پہلو میں گھوڑے پر سوار تھا۔

فرڈی نینڈ نے کہا "صاحب بے دین بڑی جواں مردی سے لڑتے ہیں۔ مگر وہ جال میں پھنس گئے ہیں۔ اور بس اب تو ہم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر ہی لیا۔ مگر یہ کس کا جلوس چلا آ رہا ہے؟"

جس گروہ نے پادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا وہ صرف چھ بہادروں پر مشتمل تھا۔ جو ایک ڈھالوں کی بنی ہوئی فوجی ڈولی میں گراں ڈیل ہرننڈو بلگا رکو

لیئے جا رہے تھے۔

جب بادشاہ نے اپنی فوج کے منظور نظر کا زرد چہرہ دیکھا۔ تو چلا کر بول اٹھا آہ گنتو۔ تم نے دنیائے مسیحیت کے سب سے بڑے بہادر کو ہلاک کر دیا"۔

اُس مردِ میدان نے دھیمی آواز سے کہا "نہیں حضور۔ مرا تو نہیں لیکن ضرب نہایت شدید ہے"۔

بادشاہ بولا "جس نے تجھے ضرب لگا کر گرا دیا۔ وہ ضرور کوئی انسان سے بالاتر ہستی ہوگی"۔

ایک سورما نے کہا "جہاں پناہ۔ آپ موسئے ابن ابی غازان کے گرز سے گھائل ہوئے ہیں۔ لیکن وہ ہمارے شہسوار پر بے خبری کے عالم میں اور ایسی حالت میں حملہ آور ہوا۔ جب وہ زک پا کر پیچھے ہٹ گیا تھا"۔

فرڈی نینڈ نے غصہ سے دانت پیس کر کہا "ہم تیرے دشمن سے خاطر خواہ طور پر انتقام لیں گے۔ ہمارے خاص جراح تیرے زخموں کی تیمارداری کریں گے ولاور سورماؤ۔ آگے بڑھو "سینٹ ایاگو اور ہسپانیہ" کا نعرہ بلند کرو"۔

اس وقت جنگ ایک بے انتہا نازک مرحلہ پر پہنچ گئی تھی۔ موسئے اور اس کا رسالہ ابو عبداللہ کے خاص دستہ اور پیدل سپاہ سے آکر مل گیا تھا۔ ادھر میدان کارزار کے مختلف حصوں سے وہ دستے جنہوں نے مُوروں کو جا بجا زیر کر لیا تھا۔ ولینا کے ساتھ آشامل ہوئے۔ گو مُور انچ انچ زمین پر جم کر لڑے۔ مگر اب وہ پسپا ہوتے ہوتے فصیل شہر کے سامنے وسیع میدان میں پہنچ گئے تھے۔ فصیل پر سے ضعیف مردوں اور عورتوں کے زرد اور متفکر چہرے اس ہولناک گھمسان کو دیکھ رہے تھے۔ جب توپوں کی گرج ختم ہو جاتی۔ تو وہ آوازیں جو "وطن آبائی" کے نعرے لگا رہی تھیں سُنسان ہوا میں سے ہوتی ہوئی مُور سپاہیوں کے کانوں میں پہنچتیں۔ جب فرڈی نینڈ اپنی سپاہ سے آملا۔ تو عیسائی سپاہیوں نے نہایت زور کے نعرے بلند کیئے۔ جو ابو عبداللہ کی آخری اُمید کے لیئے پیامِ موت بن کر آئے

مگر اس کی رگوں میں اس کے ہیبت ناک اور شعلہ مزاج اجداد کا خون کھول رہا تھا۔ اور نڈر المامن کی حوصلہ افزا آواز اس میں ایک قسم کے سحر کی سی تندی پھونک رہی تھی ⁂

مُوری بادشاہ نے چلا کر کہا" بادشاہ کے مقابل میں بادشاہ آئے خیر یوں ہی سہی - اللہ ہمارا فیصلہ کرے گا - میرے اس زخم پر پٹی باندھو - اب یہ بہتر ہی - درویش کے لیے ایک گھوڑا لاؤ - میرے رہنما اور میرے دوست! اپنے بادشاہ کے پہلو بہ پہلو گھوڑے پر سوار ہو کر چل - تاکہ ہم مریں تو اکٹھے ہی مریں - اللہ اکبر - اللہ اکبر"

موروں کا بادشاہ اپنی خوب صورت ڈاڑھی اور جواہر نگار زرہ میں ممتاز معلوم ہوتا تھا - جب عیسائی بہادروں نے دیکھا - کہ وہ خاصہ کے چند باقی ماندہ سپاہیوں کو ساتھ لے کر ایک دفعہ پھر ان کی گنجان ترین صفوں میں آ رہا ہے - تو ان میں بادل ناخواستہ تحسین و آفرین کی ایک لہر سی دوڑ گئی - ادھر موسے اور اس کے ذغریوں نے خوفناک حملہ کیا - اور پیدل سپاہ بھی اپنے سرداروں کی حوصلہ افزا نظیر سے متاثر ہو کر مردانہ وار لڑنے کو آگے بڑھی + عیسائی فوج مقابلہ کی تاب نہ لا سکی - اور پسپا ہوئی + فرڈی ننیڈ گھوڑے کو ایڑ لگا کر سپاہیوں کے آگے جا نکلا - اور ابھی دونوں فریقوں میں سے کسی کو درست طور پر معلوم بھی نہ ہوا تھا - کہ دونوں تاجدار رَن میں آمنے سامنے تھے - تھوڑی دیر کے لئے طرفین ضابطۂ حرب اور ترتیب فوجی سب بھول گئے - اور سپہ سالار اور بادشاہ عام سپاہیوں کی طرح دست بدست ایک دوسرے سے مصروف پیکار ہو گئے + اس وقت جب شاہ ہسپانیہ اپنے بھالے سے نعیم رضواں کو جس کے کارنامے موسے کے بعد غرناطہ کے گیتوں میں مذکور تھے - زیر کر چکا - تو اس نے دیکھا - کہ اس کے سامنے ایک عجیب و غریب صورت اس کے مدِ مقابل ہی جو عیسائی بادشاہ کو انسان کے بجائے شیطان معلوم ہوتی تھی - اس کے کالے کالے بال

اور خون میں بھیگی ہوئی ڈاڑھی ایسی نظر آ رہی تھی۔ جیسے اس کے چہرہ کے گرد سانپ لٹک رہے ہوں۔ اور اس کے بشرے کے نقش و نگار جو جذبات قبیحہ کے اظہار کے لیے فطرتاً بہت موزوں معلوم ہوتے تھے۔ یاس اور غصہ کے جنون سے بالکل مسخ ہو گئے تھے۔ اس کے بدن پر کئی زخم آئے تھے۔ جن سے خون نکل نکل کر زرہ سے باہر آ گیا تھا۔ اور اس کے اوپر اس لوائے طلسمی کا پھریرا لہرا رہا تھا۔ جس پر پُراسرار حروف منقوش تھے۔ اور جس کی نسبت فرڈی نینڈ کو یہ کہا گیا تھا۔ کہ وہ شیاطین کی صنعت کاریوں کا نتیجہ ہے:

اس قوی ہیکل مردِ میدان نے پکار کر کہا: "نصارٰے کے دروغ باف بادشاہ! آخر کار آج ہم ایک دوسرے کے مقابل موجود ہیں۔ مہمان اور میزبان شہنشاہ اور درویش کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ بہادروں کی طرح۔ میں المامن ہوں۔ تیرے لیے موت کا پیغام!"

یہ کہہ کر اس نے اس زور سے فرڈی نینڈ کے خوشبوؤں میں بسے ہوئے سر پر تلوار کا وار کیا۔ کہ فرڈی نینڈ زین تک جھک گیا۔ لیکن فوراً ہی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اور بہت مردانگی کے ساتھ حملہ کا مقابلہ کرنے لگا+ یہ مجادلہ ایسا تھا۔ جس سے ہسپانیہ کے بہادر ترین سورما کا بھی عہدہ برآ ہونا مشکل تھا۔ اس قسم کے جذبات المامن کو اشتعال دلا کر اس کے بازوؤں میں ایک غیر معمولی قوت پیدا کر رہے تھے۔ جن کی نوعیت۔ کثرت۔ اور شدت سے طرفین کی جماعتوں میں سے کوئی آشنا نہ تھا+ اس کے وار بادشاہ کی زرہ پر بارش کی بوچھاڑ کی طرح برس رہے تھے۔ جب بادشاہ نے حریف کی دہکتی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔ جب اسے اس پُراسرار ساحر کا درخشاں عَلَم دکھائی دیا۔ جو بادشاہ کے محکمۂ احتساب کے عذاب سے بچ نکلا تھا۔ اس کی ساری فوج سے بے ضرر گزر گیا تھا۔ اور ایک مکمل فوج کے خیمہ و خرگاہ کو جلا کر خاک کر گیا تھا۔ تو بادشاہ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا۔ کہ اس کا مقابلہ انسان نہیں بلکہ کسی فوق الانسان ہستی سے آپڑا ہے

مگر شاید یہ ہسپانیہ اور فرڈی نینڈ کی خوش قسمتی تھی۔ کہ مقابلہ نے طول نہ کھینچا۔ بیس سوار گھوڑے مہمیز کرتے ہوئے سرتاج ہسپانیہ کی امداد کو رن میں جا گھسے۔ "ٹنڈلا سب سے پہلے پہنچا۔ اور اپنی شمشیر دودم کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا۔ کہ المامن کا علم دستہ پر سے کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اردگرد کے مُوروں نے عالم یاس میں ایک خوفناک چیخ ماری اور بھاگ نکلے۔ یہ چیخ ایک صف سے دوسری صف میں۔ سواروں سے پیدلوں میں پہنچی۔ مُوروں کی سپاہ جو ہر طرف سے بہت بُری طرح دب رہی تھی۔ اس تباہی کی خبر پاتے ہی پلٹ کر بھاگ نکلی۔ پسپائی جیسی اچانک تھی۔ ویسی ہی مہلک بھی ثابت ہوئی۔ عیسائیوں کا تازہ دم دستہ جو اُسی وقت میدان میں پہنچا تھا۔ فوراً ان کے تعاقب میں مصروف ہو گیا۔ ابو عبداللہ اس انہماک سے جنگ میں مصروف تھا۔ کہ اسے المامن کے مقدس علم کے گرنے کی خبر بہت دیر میں پہنچی۔ اور اس نے دیکھا تو دفعتاً اپنے آپ کو چند بقیہ حبشیوں اور مٹھی بھر سواروں کے جھرمٹ میں اکیلا پایا۔

ٹنڈلا نے اس کے پیچھے پکار کر کہا: "ابو عبداللہ اطاعت قبول کر۔ ورنہ زندہ نہ بچے گا"!

بادشاہ نے کہا "رسول اللہ کی قسم۔ ایسا کبھی نہ ہو گا"۔ اس نے اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑایا۔ اور عقب میں عیسائی فوج کے نیزوں کی دیوار سے جا بھڑا۔ اور فقط بیس تیس محافظوں کی امداد سے ان صفوں میں سے گزر گیا۔ جو غالباً ایسے بہادر دُشمن کو بچ نکلنے کے کچھ کم خواہاں نہ تھے۔ ہسپانی صفوں میں سے نکل کر بدقسمت بادشاہ نے گھوڑا روکا۔ اور میدان کارزار کی طرف نگاہ دوڑائی۔ دیکھا۔ کہ اس کی سپاہ ہر سمت بھاگ رہی ہے۔ صرف وہ دستہ برابر لڑ رہا ہے۔ جس کے درمیان موسےٰ ابن ابی غازان کی دستار چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ابو عبداللہ میدان کارزار کو دیکھ رہا تھا۔ کہ اسے اپنے پیچھے گھوڑوں کے ہانپنے کی آواز آئی۔ اس نے منہ پھیرا تو دیکھا۔ کہ ایک جماعت نے جسے فرڈی نینڈ نے یہ احکام دے کر

روانہ کیا تھا کہ ابو عبداللہ کو زندہ یا مُردہ کسی حالت میں لے آئے۔ اپنے نیزوں کی انیاں اس کی طرف جھکا رکھی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑے کی گردن پر لگام ڈھیلی چھوڑ دی اور ایڑ لگا کر ہوا کی طرح شہر کو اُڑ گیا۔ جوں ہی بادشاہ شہر کے دروازہ کی تاریکی میں غائب ہُوا۔ متعاقب دُشمنوں کے تین نیزے دروازہ سے ٹکرا کر رہ گئے لیکن جب تک موسےٰ میدان جنگ میں موجود تھا۔ مُوروں کی فتح کی تمام اُمیدیں منقطع نہ ہوئی تھیں۔ اس نے پیدل فوج کو اور بادشاہ کو بھاگتے دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر میدان میں سرپٹ اُڑا۔ عین وقت پر پہنچ کر ابو عبداللہ کے تعاقب کرنے والوں سے جا مقابل ہُوا۔ اور انھیں تہِ تیغ کیا۔ اس کے بعد بھاگتے ہوئے مُوروں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا " کیا تم اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے روبرو دُشمن کو پیٹھ دکھاتے ہو۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ان کی نظروں کے سامنے تم مر جاؤ "

ہزاروں سپاہیوں نے جواب دیا " طلسمی علَم کافروں کے ہاتھ میں ہے، اب کچھ نہیں ہو سکتا "۔ وہ اس کی برابر سے جلدی سے گزر گئے۔ اور جب تک دروازہ پر نہ پہنچ گئے دم نہ لیا۔

اب بھی مُوری سواروں کا ایک مختصر اور سرفروش دستہ شکست کو اور بھی شاندار بنانے کے لئے باقی رہ گیا تھا۔ موسےٰ ان کی رُوحِ رواں تھا۔ جس کے ہمراہ وہ چپہ چپہ زمین کے لئے لڑ مرے۔ جنگ کا وقائع نگار کہتا ہے " ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین ان کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں تھی۔ دو مرتبہ انھوں نے عیسائیوں کے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ اور دونوں مرتبہ اپنے سے دو چند دُشمن تہِ تیغ کر ڈالے مگر عیسائی فوج جمع ہو ہو کر بڑھ رہی تھی۔ دستہ پہ دستہ چلا آتا تھا۔ مُور گھر گئے تھے تھک گئے تھے۔ چنانچہ اس طرح پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ جیسے ایک طوفانی سمندر کی موجوں نے انھیں دھکیل دیا ہو۔ جیسے وحشی درندے پسپا ہوتے ہوتے اپنے بھٹ تک پہنچ جائیں۔ وہ اس طرح واپس ہوئے کہ ان کے چہرے غنیم کی طرف تھے۔ اور جب میدان کارزار کا آخری سپاہی موسےٰ اندر داخل ہوا

تو تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ میں کانپ رہا تھا۔ اس نے بمشکل دروازہ
بند کرنے اور آہنیں جنگلہ گرانے کا حکم دیا ہی تھا۔ کہ دفعتاً موت کی سی بیہوشی میں
اپنے گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اس کی بیہوشی کا باعث تکان یا کمزوری نہ تھی۔
بلکہ اس کو غم و غصّہ اور شکست کی رسوائی نے بے جان کر رکھا تھا۔ اس طرح
وہ جنگ اختتام پذیر ہوئی۔ جس میں بہادروں نے حکومت غرناطہ کا فیصلہ کرنے
کے لئے آخری مرتبہ جانیں لڑائی تھیں ✤

فصل دوم

مبتدیہ

ایک خانقاہ کی چار دیواری کے اندر جہاں کے مکینوں کا زہد و اتقا و جہاں کے قوانین کی خوش اسلوب سخت گیری شہرۂ آفاق تھی - ایک نوجوان مبتدیہ ایک حجرہ میں اکیلی بیٹھی تھی +

اس حجرہ کی ٹھنڈی کہنہ رنگ دیوار میں ایک لمبا سا دریچہ تھا - مگر اس قدر بلندی پر کہ بیرونی دنیا کا نظارہ اگر افسردگی کے لمحوں میں کوئی تسکین یا مقدس خیالات کے تسلسل میں کوئی تنوع پیدا کر سکتا تھا - تو اس حجرہ کا رہنے والا اس سے بہرہ ور نہ ہو سکتا - اس میں کچھ شک نہیں - کہ اس عمارت کے گرد و نواح کا منظر بلا کا دل کش تھا - لیکن اس دوشیزہ کی حسین و غمناک آنکھیں اس لطف اندوزی سے محروم رکھی گئی تھیں - کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قدرت کے حسن رنگیں کا نظارہ ایسے دل کو جو تمام خوش گوار انسانی تعلقات کو منقطع کرنے کا سبق سیکھ رہا ہو - اس جادۂ ایثار سے منحرف کر دے + کھڑکی میں سے سورج کی ناکام روشنی کچھ کچھ اندر آ رہی تھی - اور کمرہ اور کمرہ کی اشیاء کی ہیبت اور افسردگی اور بھی بڑھ رہی تھی - نوجوان مبتدیہ کے بشرہ سے ظاہر ہوتا تھا - کہ اس کے دل کے جذبات و خواہشات کی وہ کشاکش ہو رہی ہے - جس کے بغیر نیکی و پارسائی کے ارادوں میں فتح حاصل کرنا ناممکن ہے کبھی وہ زار زار روتی - لیکن ضبط غم کے عالم میں جس ہو نالہ و فغاں کے بجائے

---

1. Novice

یاس و ناامیدی مترشح تھی۔ کبھی وہ اپنا جھکا ہؤا سر اوپر اُٹھاتی اور مسیح مصلوب کے بُت کو جو قریب ہی میز پر رکھا تھا۔ دیکھ کر مسکرا دیتی۔ فنائے ظاہری اور بقائے دوام کے اس نشان سے اس کے دل کو دوگونہ تسلی ہوتی تھی +

وہ انھیں خیالات میں محو تھی۔ کہ دروازہ کے باہر سے ہلکی سی دستک سُنائی دی اور معًا خانقاہ کی راہبہ معظمہ اندر آگئی +

وہ کھنے لگی "بیٹی۔ تیرے دل کی تسکین کے لیے میں ایک محبوب شخص کو لائی ہوں۔ ملکہ ہسپانیہ نے جو اپنے مقدس حیات کے باعث تیری کمل تسلی کے لئے اور تشویش سے متاثر رہی ہے۔ ایک متقی پادری کو یہاں بھیجا ہے۔ جس کی صحبت اُن کے خیال میں ہمارے بھائی ٹومس کی نسبت زیادہ اطمینان بخش ہوگی۔ کیونکہ ٹومس کا ایمان دار دل جن لوگوں کو صراط مستقیم پر لگانا اور نورِ ایمان سے روشن کرنا چاہتا ہے وہ اسکے مذہبی جوش سے ڈر جاتے ہیں۔ میں اس شخص کو تیرے پاس چھوڑے جاتی ہوں۔ ہمارے اولیا اس کی تلقین کو مؤثر بنائیں + یہ کہہ کر راہبہ دروازہ سے باہر نکل گئی۔ اور اُس کی جگہ ایک شخص اندر آکھڑا ہوا۔ جس نے پادریوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ اور اپنا ڈھیلا ڈھالا ٹوپا اپنے چہرہ پر کھینچ رکھا تھا + پادری نے فروتنی سے سر جھکا رکھا تھا۔ اندر آکر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور ایک چھوٹی سی نشست پر بیٹھ گیا۔ جسے چٹائی کے علاوہ اُس حُجرہ کا باقی سامان سمجھنا چاہیئے +

پادری نے کچھ توقف کے بعد کہا "بیٹی! جو شخص ایثار کے لئے پورے طور پر تیار اور آمادہ نہ ہو۔ اُس کے لئے دُنیا کے انواع و اقسام کے عیش و آرام کے سامان کا ترک کرنا۔ اور انسانی جذبات کو مارنا بہت دشوار اور وقت طلب ہے + میری بچی۔ مجھ سے اپنا رازِ دل کھول کر بیان کر دے + میں مذہبی عدالت کا کوئی سنگ دل رکن نہیں۔ کہ تیری باتوں پر حاشیہ آرائی کر کے تیری ہی اذیت کا موجب بن جاؤں۔ نہ میں کوئی ایسا سنگ دل اور تند خو زاہد ہی ہوں۔ جو انسانیت سے سراسر بیگانہ ہو۔ اس عبا کے اندر اب بھی ایک ایسا دل دھڑک رہا ہے۔ جو

انسانی رنج وغم کے ساتھ پوری ہمدردی کر سکتا ہی + بلا تردد مجھے اپنا راز دل بتا دے
تجھے جس امر پر مجبور کیا جا رہا ہی - کیا اُس کے انجام سے تجھے ڈر نہیں لگتا ؟ تو اُس سے
پہلو تہی نہیں کرنا چاہتی ؟ کیا تو آزادی حاصل کرنے کی خواہاں نہیں ہی ؟"

بیچاری لڑکی نے جواب دیا "نہیں" لیکن حرف انکار اس کے ہونٹوں سے
نہایت ہلکی آواز میں اور تامل کے ساتھ نکلا +

پادری نہایت سرگرمی سے بولا "ٹھہر ٹھہر ذرا سوچ لے - ابھی بہت وقت ہی"+
لڑکی نے کسی قدر حیران ہو کر پادری کو دیکھا - اور بولی "نہیں - میرا ارادہ کمزور
بھی ہو تو گریز ناممکن ہی - ایسا کون سا مشکل کشا ہاتھ ہی - جو خانقاہ کے دروازوں کو
مجھ پر کھول دے" ؟

پادری نے جوش سے کہا "میرا - ہاں صرف مجھ میں یہ قوت ہی - تمام ہسپانیہ
میں ایک شخص ہی - جو تجھے بچا سکتا ہی - اور وہ میں ہوں "+

لڑکی نے اس عجیب ملاقاتی کو تعجب اور خوف کی نظروں سے دیکھا اور رک رک کر
کہا "تم ؟ تم کون ہو - جو اس ٹومس ڈی ٹارکوییڈا کے فرمان کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو -
جس کے متعلق کہتے ہیں - کہ اس کے سامنے قشطالہ اور اراگون کے تاجداروں کے
سر جھک جاتے ہیں "+

یہ سوال سُن کر پادری بے قراری اور کسی قدر رعونت سے بھڑک کر اُٹھ کھڑا ہوا
پھر دوبارہ بیٹھ کر ایک گہری اور دھیمی آواز میں کہنے لگا "بیٹی - میری بات سُن -
یہ صحیح ہی کہ ملکہ ازابیلا کو (اُس پر مادر مہربان کی برکت نازل ہو - کیونکہ وہ سب سے
ہمدردی رکھتی ہی - خواہ مصلحتاً اُس کا ظاہری رویہ کچھ ہی ہو) اسی بات کا اندیشہ ہوا
کہ تیرے لیے نجات آسمانی کا راستہ کہیں بہت دشوار گزار نہ بنا دیا جائے (یہ کہتے
وقت پادری کی آواز میں کسی قدر طنز تھا) چنانچہ اس نے ایک رطب اللسان
اور با اخلاق پادری کو تجھ سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ کیا - اس خانقاہ کی
راہبہ کے نام اُس کو خطوط دیئے گئے - گو یہ زاہد بہت رحم دل اور شائستہ تھا لیکن

مکار تھا۔ ٹھیر انہیں میری تمام بات سُن لے۔ یہ شخص عروج و اقتدار کا پرستار تھا۔ کیونکہ کلیسا اس دُنیا کی بلند ترین عزتیں بخشنے پر قادر ہے۔ اور یہ شخص ایک معمولی راہب کی سی زندگی بسر کرنے کا خواہاں نہ تھا + بیٹی۔ عیسائی کیمپ میں ایک شخص تیرے فراق میں بھٹک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہر وقت تیری تصویر پھرتی تھی۔ تیری سرد مہری کے باوجود وہ تجھ سے اس قسم کی محبت کرتا تھا۔ جس سے وہ کبھی پہلے آشنا نہ تھا۔ لیکن آخر تو اس کی نظروں سے چھپا دی گئی + بیٹی۔ تو کانپتی کیوں ہے۔ ابھی داستان باقی ہے۔ یہ زاہد تیرے اس عالی نسب شیدائی کے پاس گیا۔ اپنا مفوضہ فرض اُس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اُس زاہد نے ملکہ کے سُنانے کو یہ فرضی داستان بنائی۔ کہ پہاڑوں کے درمیان مسلح رہزنوں نے اُس پر حملہ کیا۔ اور راہب کے تمام خطوط چھین کر بھاگ گئے + تیرے دلدادہ نے اُس زاہد کا لباس پہن لیا۔ اور خط لے لئے اور سرعت سے ادھر بھاگ آیا لیلیٰ پیاری لیلے۔ دیکھ تیرا عاشق تیرے قدموں میں موجود ہے +

راہب نے اپنا ٹوپ اُتار دیا۔ اور لیلے کے برابر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ لیلے نے سر پھیر کر دیکھا۔ تو اُس کی آنکھوں کے سامنے ہسپانیہ کا شہزادہ ڈان جُوان موجود تھا +

اس نے لیلے کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ لیلے نے اپنا مُنہ پھیر لیا۔ اور اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا " تم! یہ ظلم نہیں تو کیا ہے۔ تم ہی میرے مصائب کی وجہ۔ میری بدنامی اور رسوائی کا باعث ہو" ڈان جوآن نے جوش سے کہا " میں ان سب کی تلافی کر دونگا۔ میں دوبارہ کہتا ہوں۔ سُنیے اور صرف مجھے۔ تمہیں آزاد کرنے کی قدرت حاصل ہے + اب تم یہودی نہیں ہو۔ بلکہ ہماری ہم مذہب ہو۔ ہماری محبت میں اب کوئی مزاحمت نہیں + گو میرا باپ بہت عالی وقار ہے۔ اور گو وہ ایسا ہی دہشتناک اور پُراسرار شخص ہے۔ جیسی یہ نئی طاقت ہے۔ جس کی بُنیادیں وہ ناعاقبت اندیشی سے اپنی

حکومت کے اندر استوار کر رہا ہے۔ لیکن دو سلطنتوں کے وارث کا اپنا ذاتی رسوخ اور اُس کے رفقا کی امداد اتنی بے دست و پا بھی نہیں۔ کہ وہ اپنی محبوبہ کو ایک جابر حکمران اور عدالت مذہبی کے سرگروہ کی گیرو دار سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ میرے ساتھ بھاگ چل۔ اس سے پیشتر کہ اس بھیانک قبر کا مُنہ بالکل بند کر دیا جائے۔ اس سے باہر نکل آ۔ گھوڑے تیار ہیں۔ حفاظت کے لئے میرے پاس بدرقہ موجود ہے۔ آج رات ہی سب باتوں کا انتظام ہوسکتا ہے۔ اے کاش تو آج رات ہی آغوش عشق کا آرام اور بیرونی دُنیا کا لطف حاصل کر سکے"۔

اس خطاب کے دوران میں لیلا نے اپنے آپ کو شہزادہ کی گرفت سے چھڑا لیا تھا۔ اور اس سے کچھ فاصلہ پر اکبادائے غرور سے سرو قد کھڑی تھی۔ وہ بولی "شہزادہ! تم مجھے للچانے کی لاحاصل کوشش کر رہے ہو۔ میں قطعی فیصلہ کر چکی ہوں۔ میں اُس پر قائم رہوں گی"۔

شہزادہ اس طرح بولا۔ کہ اس کے لہجہ میں ایک حقیقی درد اور منت والتجا کا رنگ جھلک رہا تھا۔ "آہ۔ سوچ لے۔ اس انکار کے نتائج کو اچھی طرح سوچ لے۔ ابھی تجھے اس کا علم نہیں۔ تیرے جوش مذہبی نے تجھے اندھا بنا رکھا ہے۔ لیکن جب اس قید کے ہیبت ناک تسلسل میں ساعت پر ساعت دن پر دن اور سال پر سال گذرتا جائیگا۔ جب تو اپنے محروم محبت شباب اور محروم عزت عمر کو مُرجھاتے ہوئے دیکھے گی۔ جب ان سامنے والے بار دو منجمد انسان نما ہستیوں کے ماتحت تیرے سینہ میں دل پتھر بن کر رہ جائے گا۔ جب برباد زندگی کی بے رنگ یکسانی میں ایک طویل تر روزے یا شدید تر ریاضت کے سوا اور کوئی شئے تنوع پیدا نہ کر سکے گی۔ تو اُس وقت اس یاس انگیز اور ندامت خیز خیال سے تیرا رنج و غم دہ چند ہو جائے گا۔ کہ تیرے اپنے ہی ہونٹوں نے تیری تقدیر کے فیصلہ پر مُہر لگائی تھی"۔ یہ کہتے کہتے جوان فرط شوق سے بولا "تو اگر خیال کرے۔ کہ شروع شروع میں میری محبت کا مقصد بھی دل لگی اور تیری آبروریزی تھا۔ تو یہ صحیح ہے۔ مجھے اعتراف ہے۔ میری جوانی اسی طرح گذر رہی ہے۔ کہ میں محبت کو محض

ایک دل لگی - اور نازنین لڑکیوں کو محض ایک رات کا سرمایۂ عشرت سمجھتا رہا ہوں - لیکن اب مجھے زندگی میں پہلی بار احساس ہو رہا ہے - کہ میں کسی کو چاہتا ہوں + تیری سیاہ آنکھیں - تیرا حُسن - یہاں تک کہ تیرا حقارت آمیز سلوک جو تیری نسوانیت کا تقاضا ہے میرے دل کو گرویدہ کر گیا ہے - میں جو محبت کر کے کبھی مایوس نہیں ہُوا - آج محسوس کرتا ہوں - کہ عورت کا دل تسخیر کرنا ایک عظیم الشان فتح ہے - آہ لیلےٰ مجھے مایوس نہ کرنا - مجھے دُھتکار نہ دینا - تجھے نہیں معلوم - کہ تو کتنی بڑی اور کیسی بے نظیر محبت کو ٹھکرا رہی ہے۔

لڑکی کے دل پر گہرا اثر ہُوا - ڈان جُوآن کے یہ الفاظ گذشتہ تقریروں سے بے انتہا مختلف تھے - اُس کے سچے عشق نے جو اُس کی آواز کے سوز و درد سے ظاہر تھا - جو اُس کی آنکھوں کی حسرت میں موجود تھا - لیلےٰ کے دل کی دبی ہوئی آگ کو کرید دیا - اس کو گم گشتہ موسےٰ سے اپنا شوریدگی آمیز اور ناقابل تسخیر عشق یاد آگیا - اور وہ متاثر ہو گئی - یہاں تک کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - لیکن اس کا عزم ابھی تک غیر متزلزل تھا +

شہزادہ کو لیلےٰ کے جذبات سمجھنے میں غلطی ہوئی - اُس نے اپنی تقریر کو مفید سمجھ کر مزید اثر کے لئے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا "آہ لیلےٰ - سامنے اس سورج کی کرن کی طرف دیکھ - جو بمشکل تیرے حجرہ کے دریچہ میں سے اندر آ رہی ہے - کیا یہ کرن عیش و راحت کی دُنیا کی قاصد نہیں ؟ کیا یہ میری وکالت نہیں کرتی ؟ کیا یہ تیرے کان میں لہلہاتے کھیتوں - شگفتہ تاکستانوں - اور دل فریب دُنیا کی ان تمام گوناگوں نعمتوں کا ذکر نہیں کرتی - جنہیں تو ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کو تیار ہے - کیا تجھے میری محبت سے خوف معلوم ہوتا ہے ؟ کیا یہ مُردوں کی سی زاہدانہ صورتیں جو تیرے گرد جمع ہیں - تیری نظروں میں مجھ سے زیادہ حسین ہیں ؟ کیا تجھے شبہ ہے - کہ میں تجھے بچانے کی قوت نہیں رکھتا - یقین کر لے - کہ اگر تیری حفاظت کے لئے شمشیر کی ضرورت ہوئی - تو ہسپانیہ کے اعلےٰ ترین اُمرا میرے جھنڈے کے نیچے فراہم ہونگے + بس تو اتنا کہدے - کہ میں تیری ہوں - کہ میں

تجھے یہاں سے لے کر کسی ملک کو بھاگ جاؤں۔ جہاں کلیسا کی مہلک جڑیں ابھی نہیں پھیلی ہیں۔ وہاں تاج وتخت اور ملک داری کے تفکرات سے آزاد ہو کر میں تنہائی میں تیرے ساتھ زندگی بسر کروں گا۔ لیلے بول۔ آہ صرف اتنا کہہ دے“

لیلے نے بمشکل اپنے دل کو کڑا کر کے کہا ”میرے حضور! آپ مجھ پر جو التفات فرماتے ہیں۔ اور جس اُلفت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُس کا میں تہ دل سے اور خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہوں۔ لیکن آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اُس کے ہر پہلو پر خوب غور کر چکی ہوں۔ اس سے روگردانی تو در کنار۔ اپنے فیصلے پر نہ پشیمان ہوں نہ متاسف۔ جس دُنیا کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ وہ اَوروں کے لئے راحت وآسائش سے لبریز ہو۔ مگر میرے واسطے اُس میں نہ کوئی تعلقات کی زنجیریں ہیں۔ نہ کوئی دل لبھانے والی ترغیبیں۔ میں صرف سکون واطمینان اور قبل از وقت موت کی خواہش مند ہوں“

شہزادے کا چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ بولا ”تمہارے دل میں کسی اَور کی محبت تو موجزن نہیں؟ اس صورت میں اور صرف اسی صورت میں میرا اظہارِ اُلفت بے کار ہو سکتا ہے“

یہ سُن کر لڑکی کے رُخسار شرم وحجاب سے تمتما اُٹھے۔ لیکن یہ گلابی رنگ جلد اُتر گیا۔ اس نے دل میں سوچا۔ اس کے اقبال میں حجاب کیسا؟ بلند آواز سے بولی ”شہزادہ مجھے یقین ہے کہ میں دُنیا سے سیر ہو چکی۔ اب آپ مجھے اس کی آسائشوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تو میرے دل میں درد کی ٹیسیں اُٹھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں میری صاف بیانی کی قدر ہو۔ تو میں کہے دیتی ہوں۔ کہ ایک وقت ضرور ایسا تھا۔ جب میرا دل عشق سے نا آشنا نہ تھا۔ اور یہ ایک خیال میری اُلفت ومحبت کے تمام فنا شدہ جذبات کا بے رُوح افسانہ ہے۔ وہ شخص ایک دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ شاید ہماری پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ مگر یہ دعا میرے لئے تسلی کا باعث ہے۔ کہ خدا کرے آسمان پر ہمیں ایک دوسرے کا

دیدار نصیب ہو۔ یہ تسکین اور اس خانقاہ کی چاردیواری مجھے اس دُنیا کی تمام شان و شوکت اور اس جہان کے تمام عیش و آرام سے بڑھکر پیاری ہی۔"

شہزادے کا سر جھک گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔

لیکن لڑکی نے کہا "ہسپانوی تاج و تخت کے وارث۔ شریف النفس ازابیلا کے لختِ جگر جا۔ لیلےٰ ملکہ کی توجہ اور مہربانی کی بہتر مستحق نہیں ہی جا۔ اور دُنیا میں اس عالی شان مقسوم کو حاصل کر جو تیرا انتظار کر رہا ہی۔ اور اگر تو نے اس بدبخت یہودی لڑکی کو معاف کر دیا ہی۔ اگر اس کا کچھ بھی خیال تیرے دل میں باقی ہی۔ تو اس کی اس سوختہ اختر قوم پر جسے چھوڑ کر اس نے تیرا مذہب قبول کیا ہی جو مصیبت اور تباہی نازل ہونے والی ہی۔ اُس میں تخفیف اور رعایت کرا۔"

شہزادے نے نہایت رنج سے کہا "آہ۔ افسوس۔ میں تیری تمام قوم میں سے صرف تجھی کو اُس تعصب سے بچا سکتا ہوں۔ جو اس شجاعت اور بہادری کی سرزمین میں ایک بڑھتے ہوئے طوفان کی مانند پھیلتا جا رہا ہی۔ اور تو مجھے رد کر رہی ہی۔ تو کم از کم اطمینان سے سوچنے کی مہلت لے۔ اور کل پھر مجھے ملاقات کرنے کی اجازت دے۔"

"نہیں۔ شہزادہ نہیں۔ پھر مجھ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تو دوبارہ نہ آیا۔ تو میں تیرے یہاں آنے کا ذکر کسی سے نہ کرونگی۔ اگر تو پھر اس محبت کا اظہار کرے گا۔ جسے میں گناہ اور اپنے لئے باعثِ ذلت سمجھتی ہوں۔ تو میری آبرو ——"

شہزادے کے چہرے سے ایک پُر تمکنت بے قراری مترشح تھی۔ اس نے بات کاٹ کر کہا "خاموش! اب میں تجھے نہ ستاؤں گا۔ دق نہ کروں گا۔ میں اپنی محبت کے تقاضوں سے تجھے آزاد کرتا ہوں۔ میں شاید پیشتر ہی اپنے آپ کو بہت ذلیل کر چکا ہوں۔" اُس نے ٹوپ اپنے چہرے پر کھینچ لیا۔ اور

افسردگی سے قدم بڑھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن پھر مڑا۔ کہ آخری مرتبہ اس صورت کو دیکھ لے۔ جس نے ایک دل کو جو جذباتِ عالی کا خزینہ دار تھا۔ اس عجیب طریقے سے شیفتہ و فریفتہ بنا لیا تھا + لڑکی کے عاجزانہ اور مایوسانہ انداز اُس کی نزاکت اُس کے شباب اور اُس کی تاریک زندگی کے خیال نے شہزادے کے عارضی غرور اور برافروختگی کو ملائمت سے بدل دیا۔ اُس نے ایسی آواز میں جو جذبات کی کشمکش کے باعث اس کے گلے میں پھنس رہی تھی۔ کہا "بدقسمت لڑکی۔ خدا تجھے برکت دے۔ اور صبرِ جمیل عطا فرمائے" اس کے بعد فوراً باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا +

لیلیٰ اپنے خیالات میں محو ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنی رُوح سے ہمکلام ہے۔ دفعتاً وہ چونکی اور ہلکی سی آواز میں بولی "خداوندا۔ تیرا شکر ہے۔ کہ یہ موسیٰ نہ تھا۔ ورنہ میں اُس کی محبت کا مقابلہ نہ کر سکتی" اس خیال کے آتے ہی وہ اپنے آپ کو لعن طعن کرنے کے لئے ایک عاجز و تائب کی طرح دوزانو ہو گئی۔ اور قوت اور ہمت کے لئے دعا مانگنے لگی +

وہ اپنی دعا سے فارغ ہو کر اُٹھنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ اس مرتبہ پادری ٹارکومیڈا اس کی خلوت میں مخل ہوا +

گو یہ عجیب و غریب شخص ایسے ایسے مظالم کا بانی تھا۔ جن کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن اُس کے مزاج میں کبھی کبھی محبت اور شرافت یوں نمایاں ہو جاتی تھی۔ جیسے سخت سے سخت سنگِ مرمر میں کہیں کہیں کوئی رنگین رگ نظر آ جاتی ہے۔ جب اُس کو لڑکی کے خلوص اور جوشِ مذہب کا پورا یقین ہو گیا۔ تو اُس کی وہ پہلی سختی اور درشتی الگ ہو گئی۔ اسے اس بات کی بڑی خواہش تھی کہ اپنی تمام فصاحت و بلاغت لیلیٰ کی رُوح کو اعلیٰ و ارفع بنانے اور اُس کے شکوک و شبہات رفع کرنے میں صرف کر دے + وہ خلوصِ دل کے ساتھ آنسو بہا بہا کر اس لڑکی کے لئے دعائیں مانگتا۔ اور اُس کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر خداوند کے حضور میں

اپنا ناصیۂ نیاز جھکا دیتا +

وہ دیر تک اُس کے پاس بیٹھا رہا۔ اور جب رخصت ہو گیا۔ تو لیلےٰ اگر شادماں نہیں۔ تو مطمئن ضرور تھی +

اب لیلےٰ کے دل میں سب سے بڑی تمنا یہ تھی۔ کہ اس کی آزمائش کا یہ زمانہ جسے ارکانِ کلیسا نے پہلے ہی اس کے حسب منشا گھٹا کر برائے نام رہنے دیا تھا۔ جلد ختم ہو جائے + اس کی آرزو تھی۔ کہ ارادے کو بدل ڈالنے کی قوت اس کے بس ہی میں نہ رہے۔ اور وہ فوراً امتحان کے دروازے سے نکل کر جادۂ اطاعت پر گام زن ہو +

اُس کی شرافت و رحم دلی نے خانقاہ کی تمام راہبہ عورتوں کے دل متاثر کر دیئے تھے۔ وہ سب اُس کی گرویدہ تھیں۔ اور اُس کا مذہب تبدیل کرنا ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس نے ان کی بند اور بے رنگ زندگی میں ایک چھوٹی سی ہلچل پیدا کر دی تھی + سب اس لڑکی کے متعلق باتوں کو بہت دلچسپی سے سنتی تھیں۔ اور اسے رحم اور ہمدردی کا مستحق سمجھتی تھیں + لیلےٰ کو اپنے زمانۂ شیر خوارگی سے لے کر آج تک اپنی صنف کے افراد کو دیکھنے کا بہت کم اتفاق ہوا تھا۔ چنانچہ اُن کی ہمدردی اور الفت نے اس کے دل و دماغ کو بہت کچھ آرام و تسکین دی + لیکن اکثر راتوں کو خواب میں اسے اپنے باپ کا خوفناک اور تشنۂ انتقام چہرہ دکھائی دیتا۔ بعض اوقات معلوم ہوتا۔ کہ باپ نے اسے فردوسِ بریں کے دروازے میں سے پیچھے کھینچ لیا۔ اور اسے ساتھ لے کر سمندر کی گہرائیوں میں غرق ہو گیا ہے + بعض اوقات وہ دیکھتی۔ کہ وہ مسیح مصلوب کے بت کے آگے دوزانو ہے۔ اس کا باپ قربان گاہ کے برابر کھڑا ہے۔ اور بہ منت اُس سے کہہ رہا ہے۔ کہ نجات دہندہ کا دامن چھوڑ دے۔ اکثر اوقات موسےٰ کی تصویر بھی اُس کے عالمِ خواب و خیال میں اُس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی۔ لیکن اُس میں المامن کی سی دہشت اور مصیبت نہ ہوتی + لیلےٰ کو نظر آتا۔ کہ اس کی ساکن اور غمناک آنکھیں اُس پر گڑی ہوئی ہیں۔ اور اُس کی آواز

پوچھ رہی ہی۔ گیا تو ایک ایسا عہد کرنے کے لیے تیار ہی۔ جس کی رُو سے میری یا د تیرے لئے گناہ ہی؟''

اس طرح رات کی پُر سکون گھڑیاں جو بالعموم ملول و غمزدہ لوگوں کے لئے تسکین و خود فراموشی کا پیغام لاتی ہیں۔ لیلے کے لئے دن سے بھی زیادہ وحشتناک بن گئیں۔ روز بروز اس کی صحت خراب ہوتی گئی۔ مگر اُس کا دل اب تک مضبوط تھا۔ اگر زمانہ اور حالات زیادہ خوشگوار ہوتے۔ تو اس بدقسمت لڑکی کے اوصاف حمیدہ شہرت و نیک نامی حاصل کرتے۔ مگر وہ اُن بے شمار مصیبت زدوں میں سے تھی جن سے دنیا محض بے خبر ہوتی ہی۔ جن کی خوبیاں اُن کے نیک ارادوں میں مضمر ہوتی ہیں۔ جو رُوح کی کشمکش کو تنہا برداشت کرتے ہیں +

شہزادہ نہ اُسے پھر ملنے آیا نہ اُس کی کوئی خبر ہی ملی۔ بعض اوقات اُسے ٹومس کے خفیف اور پیچیدہ اشاروں سے خیال ہوتا تھا۔ کہ اُسے شہزادے کے بھیس بدلنے اور ملاقات کرنے کا علم ہی لیکن اگر یہ گمان درست تھا۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس راز کے انکشاف سے ٹارکویمیڈا کے دل میں لیلے کی شرافت اور اُس کے احترام کا خیال فزوں تر ہو گیا ہی۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ لیکن اُس دن کے بعد پادری کا طرزِ تخاطب زیادہ ہمدردانہ معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ شخص جس کا شغل بازپرس اور انتقام کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اکثر اوقات رحم و ستائش کے جذبات کا اظہار کرتا +

اس طرح دن میں اُسے ہمدردی و حوصلہ افزائی نصیب ہوتی۔ اور خوفناک راتیں اُس کے لیے پریشان خوابوں کے ہیبت ناک تصورات لاتیں۔ لیکن لیلے جو عزم کر چکی تھی۔ اُس پر متاسف نہ ہوئی۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اہم اور عظیم دن آ پہنچا۔ اس دن اس کی زبان ایک ایسی اٹل قسم کھانے والی تھی۔ اور ترکِ دُنیا کا ایسا حلف اٹھانے والی تھی۔ جو دُنیا کی تمام عشرتوں کا سنگ مزار ہی + اس ویران میں کہ اس گمنام و تاریک خانقاہ کی چار دیواری کے اندر ایک عورت اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہی۔ ہم پھر ایک زوال پذیر خاندانِ شاہی کے زوال سے سرمایۂ عبرت فراہم کرنے کے لیے غرناطہ کا رُخ کرتے ہیں +

فصل سوم
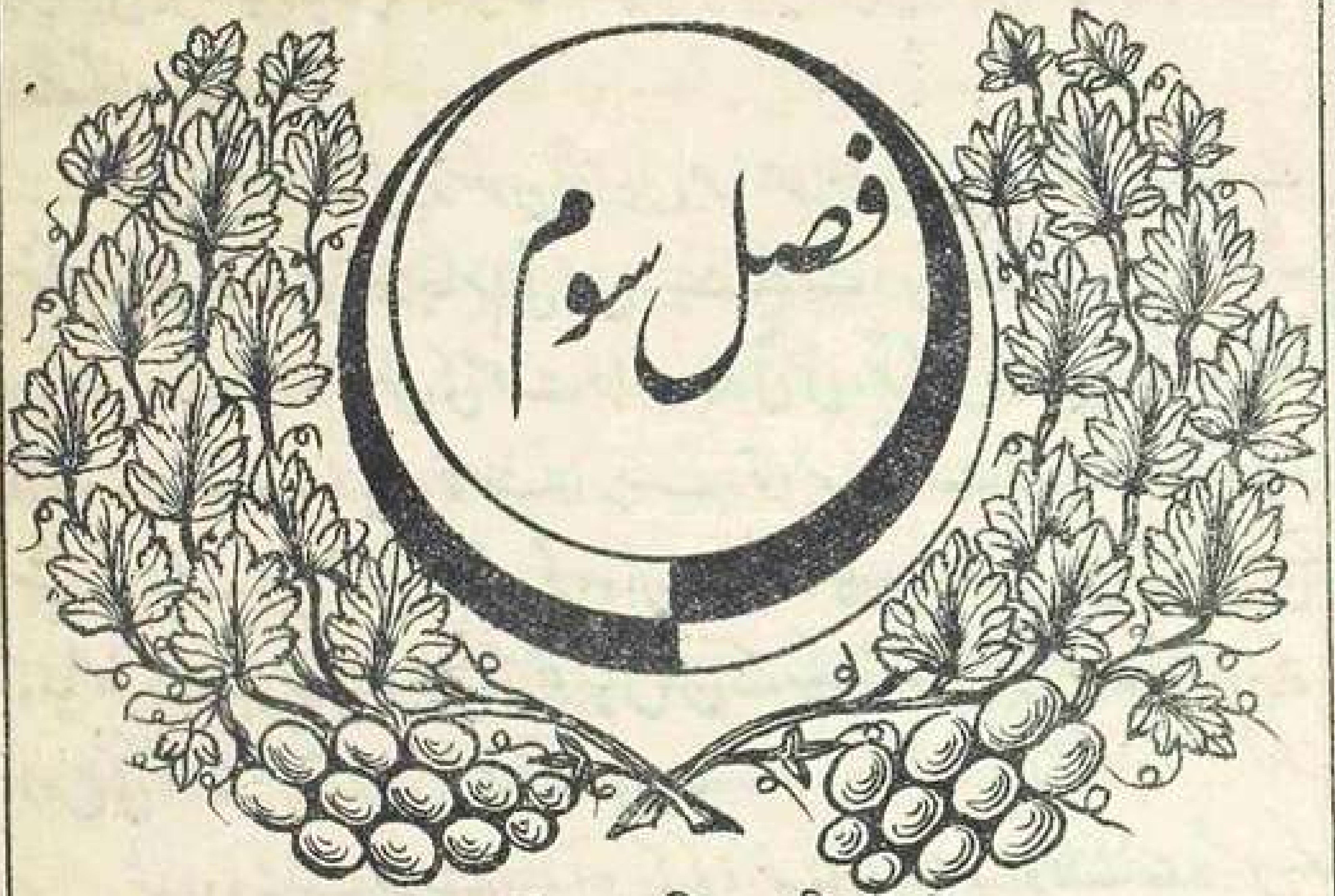
شکست اور اطاعت کے درمیان وقفہ

بدنصیب ابو عبد اللہ الحمرا کی عزلت میں ایک بار پھر چھپ گیا۔ اپنی ہزیمت سے وہ کس قدر بے تاب تھا۔ اُس کی یاس کا کیا عالم تھا۔ ان جذبات کو دیکھنے یا اُن میں حصہ لینے کی کسی کو اجازت نہ تھی + اُس کی ماں نے باریابی کا مطالبہ کیا۔ امینہ نے منت سے التجا کی۔ موسےٰ نے اصرار کیا۔ لیکن ان کی ملاقات سے اُس نے بہ خصوصیت انکار کر دیا۔ یہ لوگ اسے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اُس کے دل میں ان کی سب سے زیادہ عزت تھی۔ ان ہی سے وہ سب سے زیادہ احتراز کرتا تھا +

الماسن کی پھر کوئی خبر نہ ملی۔ خیال تھا۔ کہ وہ لڑائی میں مارا گیا + لیکن وہ اُس قسم کے لوگوں میں سے تھا۔ جو اگر موجود ہوں۔ تو اُن کی شخصیت اثر انداز ہوتی ہے۔ موجود نہ ہوں تو بھلا دیے جاتے ہیں + اس اثناء میں چونکہ ویگا بالکل تاراج ہو گیا تھا۔ رسد پہنچنی بند ہو چکی تھی۔ قحط کی مصیبت روز بروز شدید اور خوفناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ عاجز اور پست مؤروں کی توجہ شہر کے اندیشے سے ہٹ کر انفرادی تکالیف و مصائب کی طرف مبذول ہو گئی +

مصیبت زدہ یہودیوں پر نت نئی آفتیں نازل ہوئیں + چونکہ انھوں نے جنگ میں کچھ حصہ نہ لیا تھا۔ (اور اُن سے توقع بھی یہی تھی۔ وہ جس سرزمین میں بستے تھے۔ اس کے ساتھ ان کی کوئی ذاتی اغراض وابستہ نہ تھیں۔ اور اُن کے جن بھائیوں نے مداخلت کی نامعقول حرکت کی تھی۔ اُن کو نہایت تلخ تجربہ ہوا تھا) اس لیے اس عام مصیبت کے عالم میں بھی باہمی ہمدردی کا کوئی جذبہ نفرت وحقارت کے اُن خیالات کو کم نہ کر سکا۔ جو اُن کے متعلق مدت سے دلوں میں جاگزیں تھے + اہل شہر فاقوں اور مصیبتوں کے نرغے میں بے انتہا خوفناک بن گئے تھے۔ اور یہودی منافع کی حرص میں اشیائے خوردنی بے اندازہ قیمت پر فروخت کر رہے تھے۔ جمہور کا جوشِ غضب جو شہر کی ناگفتہ بہ حالت کے باعث تمام قوانین اور بندشوں سے آزاد ہو چکا تھا۔ ان کے برخلاف بھڑک اُٹھا۔ اور ان پر نہایت وحشیانہ مظالم کی بوچھاڑ پڑنے لگی + جمہور نے اسرائیلیوں کے گھروں پر حملہ کر دیا۔ ان کو لوٹا مسمار کیا۔ اور مکانات کے مالکوں کو اس وجہ سے سخت اذیتیں دے دے کر مار ڈالا۔ کہ ان پر جس مال و دولت کے چھپا رکھنے کا شبہ تھا وہ اُس کا پتہ نہ دیتے تھے + جو چیز طلب کی جاتی۔ اُس کا فروخت نہ کرنا جرم تھا۔ اس کا فروخت کرنا بھی جرم تھا۔ یہ مصیبت زدہ آوارہ وطن گھروں کے خفیہ تہ خانوں اور شہر کے قریب پوشیدہ پہاڑی غاروں کی طرف بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اپنے مقسوم پر لعنت بھیجتے تھے۔ اور متعصب عیسائیوں تک کی حکومت کا جُوا اُٹھانے کے آرزومند تھے +

اسی طرح کئی روز گزر گئے۔ شہر کی حفاظت کو صرف ویران فصیلیں اور عالی شان دروازے تھے + درخشاں سورج اُفق سے بلند ہوتا۔ تو تمام دکانیں بند اور شہر کے گلی کوچے اُجڑے ہوئے نظر آتے۔ البتہ کہیں کہیں فاقہ زدہ غریب جو ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے تھے۔ اور سائے سے معلوم ہوتے تھے۔ یاس و انتقام کے فوری جذبوں سے بے قرار ہو کر مکروہ یہودیوں کے مکانوں کے برباد اور

ٹمٹماتے ہوئے کھنڈروں کے گرد جمع دکھائی دے جاتے +

آخر کار ابو عبد اللہ خلوت و تنہائی کے خواب پریشان سے خود ہی چونک اُٹھا۔ اور جب موسےٰ کو اطلاع ملی۔ کہ بادشاہ نے اُس کو اپنے حضور میں طلب کیا ہی۔ تو وہ حیران رہ گیا + وہ آیا تو اُس نے دیکھا۔ کہ بادشاہ اپنے عظیم الشان محل کے سب سے عالی شان ایوان میں موجود ہی +

بُرج کمارِیز میں ایک نہایت وسیع ایوان ہی۔ جو اب تک دار السفرا کے نام سے یاد کیا جاتا ہی۔ ابو عبد اللہ نے اُس وقت اُسی جگہ اپنا دربار منعقد کیا تھا۔ خوشنما دیواروں پر مغلوب دُشمنوں سے چھینے ہوئے اسلحہ اور علم آویزاں تھے کہیں کہیں کسی عربی مصور کی بنائی ہوئی دراز ریش بادشاہوں کی تصویریں لٹک رہی تھیں۔ ایوان کے اُن جھروکوں کے قریب جہاں سے ڈارو کے کناروں کا بے انتہا دل فریب منظر دکھائی دیتا تھا۔ عام مجمع سے کسی قدر ہٹ کر درویش۔ علما۔ اور فقیہ موجود تھے + نیم وا پردوں کے درمیان سے البرکہ کا وسیع صحن دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے کنارے کنارے پھولوں سے لدے ہوئے سُتون تھے۔ اور وسط میں وہ عظیم الشّان حوض تھا۔ جس کے باعث یہ صحن اس نام سے نامزد ہوُا + اُس پر سورج کی ترچھی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ اور اوپر جو گلاب کے پھول پھیلے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان سے لہریں چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں +

دیوان عام میں ابو عبد اللہ شاہی مسند کے گدیلوں پر نیم دراز تھا۔ مسند پر ایک شامیانہ تھا۔ جس پر شاہانِ غرناطہ کا مخصوص نشان بھی اپنی درخشانی دکھا رہا تھا۔ اس شامیانہ کے دونوں طرف خاصہ کے سپاہی۔ حبشی غلام۔ خواجہ سرا۔ درباری اور فوجی سردار لمبی لمبی قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے + یہ نقلی اور پُر تصنع شان و شوکت مُوروں کے چراغ سحری کی آخری جھلملاہٹ تھی + جب موسےٰ سلطان کے قریب آیا۔ تو اُس کے چہرے کے تغیر کو دیکھ کر چونک پڑا + نوجوان او حسین ابو عبد اللہ کا شباب آرغوانی یک لخت کہولتِ زعفرانی میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اُس کی آنکھیں

اندر کو گھس گئی تھیں۔ اُس کے چہرہ پر جھریاں نمودار ہو گئی تھیں۔ اور اُس کے عزیز کو اُس کی آواز روکھی پھیکی اور شکستہ معلوم ہوتی تھی +

وہ بولا" موسےٰ یہاں میرے قریب بیٹھو۔ اور جو اطلاعات ہم ابھی سُننے کو ہیں۔ اُن کو پوری توجہ سے سُنتے رہو"+

جب موسےٰ بادشاہ سے ذرا نیچے ایک گدیلے پر بیٹھ گیا۔ تو ابو عبداللہ نے حاضرین میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا +

اُس نے کہا" حمید تو نے عیسائی خیمہ گاہ کا معائنہ کیا ہے۔ کیا خبر لایا؟"

مور نے جواب دیا" ضیاء المسلمین وہ اب خیمہ گاہ نہیں رہا۔ بلکہ کبھی کا شہر بن چکا ہے۔ اس کے آباد کرنے کا کام ہسپانیہ کے نو شہروں کے سپرد ہوا تھا۔ کپڑے کی جگہ پتھر نے لے لی ہے۔ مینار اور بازاروں کی تعمیر انسانوں سے بالاتر ہستیوں کی صنعت معلوم ہوتی ہے۔ اور باطل پرست بادشاہ نے عہد کیا ہے۔ کہ جب تک غرناطہ کی دیواروں پر پرچم ہسپانیہ لہراتا نظر نہ آئے گا۔ وہ اس شہر سے رخصت نہ ہو گا"+

ابو عبداللہ نے کسی قسم کی بے تابی ظاہر کیے بغیر کہا" کہے جا"+

"تاجروں اور سوداگروں کا جم غفیر وہاں روزانہ جمع ہوتا ہے۔ اچھی خاصی منڈی بن گئی ہے۔ ہمارا فاقہ زدہ ملک جن چیزوں کے لیے ترستا ہے۔ اُن کے بازاروں میں بافراط آتی ہیں"+

ابو عبداللہ نے مور کو رخصت کا اشارہ کیا۔ ایک فقیہ نے بڑھ کر اُس کی جگہ لے لی +

وہ بزرگ شخص بولا" خلیفۂ رسول اور جان عالم! غرناطہ کے فقیہ اور منجم منت و زاری سے اپنی معروضات کی شنوائی کی التجا کرتے ہیں + اُنھوں نے فال ناموں کو دیکھا ہے۔ اور اُن کی التجائیں رسول خدا سے اشارہ پا چکی ہیں۔ انہیں معلوم ہوا ہے کہ تیری قوم اور تیری حکومت کا جلال تمام ہو چکا۔ غرناطہ کی

قسمت میں شکست ہی۔ اللہ اکبر؟"

ابو عبداللہ بولا "آپ لوگوں کو بہت جلد میرا جواب مل جائے گا عبدالملک آگے بڑھو"

مجمع میں سے ایک معمّر اور سفید ریش شخص آگے بڑھا۔ یہ شہر کا حاکم تھا + بادشاہ نے کہا "ضعیف شخص۔ اب تو کہہ!"

عبدالملک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ آنسو اس کے رُخساروں پر بہہ رہے تھے "آہ ابو عبداللہ بادشاہوں اور سرفروشوں کی قوم کے جانشین۔ کاش آج تیرے خادم کی نعش تیرے دروازے پر پڑی ہوتی۔ کہ ایک غیور مور کی زبان ان الفاظ سے ناپاک نہ ہوتی۔ جو میں کہنے کو ہوں + ہمارے لیے کوئی اُمّید نہیں۔ ہمارے غلّے کے کھتے صحرا کی سرزمین کی مانند ہیں۔ ان میں حیوان۔ اور انسان کی زندگی کے لیے سہارا نہیں۔ جس جنگی رہوار کی پیٹھ کو مردِ میدان زینت بخشتا تھا وہ بھوک کے مارے گھل چکا۔ تمام رعایا یک زبان ہو کر چلا رہی ہی۔ غلامی منظور۔ مگر روٹی + بس میں کہہ چکا؟"

عبدالملک ہٹ گیا۔ تو ابو عبداللہ بولا "سفیر مصر کو حاضر کرو" کچھ توقف ہوا ایوان کے ایک سرے کے پردے کھینچے گئے۔ اور سلطانِ مصر کے سیاہ فام سفرا کی جماعت اپنی قوم اور سرزمین کے مخصوص انداز میں آہستہ اور موقر قدم اُٹھاتی ہوئی داخل ہوئی۔ جماعت کے چند آدمی جواہرات اور اسلحہ کے بیش قیمت تحائف اُٹھائے ہوئے تھے۔ اور آخر میں چار کنیزیں تھیں۔ جن کی رعنائی قدیم وادیِ نیل کے لئے سرمایۂ ناز تھی +

صدرِ سفارت نے کہا "آفتابِ غرناطہ اور مومنوں کے تارۂ سحر! ہمارے خداوند راحتِ عالم اور وردۃ الشرق سلطان مصر ابو عبداللہ کے خط کا یہ جواب دیتے ہیں + انھیں صدمہ ہی۔ کہ تو نے جس کمک کا مطالبہ کیا ہی وہ اُس کے بھیجنے سے قاصر ہیں۔ اور تیری مملکت کی حالت سے باخبر ہو کر اُن کا

خیال ہے۔ کہ غرناطہ کا کسی بندرگاہ سے تعلق قائم نہیں رہا۔ جس سے ان کی فوجیں (اگر وہ انھیں بھیج بھی سکتے) اندلس کی سرزمین میں داخل ہو سکیں۔ ان کی التجا ہے کہ تو خداوند تعالےٰ کی ذات پر بھروسہ رکھ۔ جو اپنے برگزیدہ بندوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔ حضور اپنے خلوص و محبّت کے اظہار میں یہ تحفے خداوند نعمت کے قدموں میں بطور نذر پیش کرتے ہیں "

ابو عبداللہ نے ہونٹ چبا کر کہا "یہ تحائف بہت پسندیدہ اور برمحل ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں" سفرا دیوانِ عام سے رخصت ہوئے۔ تو بہت دیر تک سناٹا چھایا رہا۔ یکایک ابو عبداللہ نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ اور شاہانہ نظروں سے ایوان کا جائزہ لیا "فرڈی ننیڈ ہسپانیہ کے نقیبوں کو اجازت ہے"

موسےٰ کے ہونٹوں سے ایک بے بس آہ دلدوز نکل گئی۔ چاروں جو شجاع فوجی سردار کھڑے تھے۔ یہ آہ اُن میں یاس و اکراہ کا زیرِ لب شکوہ بن کر گونجی لیکن اس مختصر سی بے تابی کے بعد سکوت مزار طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ شاہی نشست کے سامنے کے پردوں میں سے ہسپانی سورماؤں کی درخشاں و فروزاں زرہیں دکھائی دینے لگیں۔ یہ متکبر ملاقاتی۔ جن کے جوتوں کی آہنی ایڑیاں مرمریں فرش پر شور بپا کر رہی تھیں۔ ایک معزز اور وجیہہ شخص کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ خود سوا تمام اسلحہ سے مسلح تھا۔ اس نے ازرقی رنگ کا ایک لبادہ پہن رکھا تھا۔ اور اس پر نقرئی تاروں سے ایک صلیب کڑھی ہوئی تھی۔ جو صلیبی لڑائیوں کا لوائے امتیاز تھی۔

اس کے وجیہہ چہرے پر نامناسب تمکنت یا غیر معمولی مسرت کا کوئی نشان نہ تھا۔ بلکہ ایک فیاضانہ رحم نے اُس کی حاکمانہ نظروں کی چمک کو مدھم اور جنگی وضع کی کرختگی کو کم کر دیا تھا۔ یہ جذبۂ رحم وہی تھا۔ جو بہادر لوگ اپنے مفتوح دشمنوں کے لئے محسوس کیا کرتے ہیں +

وہ اور اُس کے ہمراہی نہایت ادب سے تعظیم و تکریم بجا لاتے ہوئے بادشاہ کے پاس تک پہنچے۔ اور پھر پیچھے ہٹ کر نقیب کو اشارہ کیا۔ جو اُن کے ہمراہ تھا۔

اور جس کے لباس کے سینہ اور پشت پر ہسپانیہ کا شاہی نشان بنا ہوا تھا + نقیب ایسی بلند آواز سے بولا کہ دیوانِ عام گونج اُٹھا۔ اور گم سُم حاضرین کے دل میں مختلف جذبات سے ایک سنسنی پیدا ہو گئی۔ اراگون کا فرڈی نینڈ اور قشطالہ کی ازابیلا سلطان ابوعبداللہ کو اپنا شاہانہ سلام کہتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمان دیا ہے۔ کہ میں ان کی طرف سے یہ اُمید ظاہر کروں۔ کہ جنگ بالآخر تمام ہو گئی + اور وہ شاہ غرناطہ کو اطاعت کی ایسی شرائط پیش کرتے ہیں جنھیں ایک تاجدار ذلت و اہانت کے بغیر قبول کر سکتا ہے +

"آں حضور عیسائی بادشاہ اور ملکہ اس شہر کو اپنے قلمرو میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اُن کی آرزو بجا اور مناسب ہے۔ لیکن اے بادشاہ اس کے عوض میں وہ کوہستان البجارہ کا اعلےٰ علاقہ آپ کے زیر نگیں کرنا چاہتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ شاہ ہسپانیہ کی عقیدت کا حلف اُٹھائیں تاکہ معظم اور ملکہ معظمہ غرناطہ کے باشندوں سے وعدہ فرماتے ہیں۔ کہ ان کے اپنے حکام اور قوانین کے ماتحت اہل غرناطہ کی جان۔ ان کا مال ان کا مذہب پوری طرح محفوظ رہے گا۔ تین سال تک ان کے محاصل معاف ہونگے۔ اور اس کے بعد مروجہ شرح محصول کے لحاظ سے ان پر محصول مقرر ہوگا + جو مور ان شرائط کو ناپسند کرکے غرناطہ سے ہجرت کرنا چاہیں گے اُنھیں سفر خرچ دے کر مال واسباب سمیت جانے کی اجازت دی جائے گی۔ ان مراحم خسروانہ کے عوض جہاں پناہ (اگر کمک نہ پہنچے تو) ستر دن کے اندر اندر غرناطہ کی اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں +

"اور یہ شرائط باضابطہ طور پر عالی نژاد اور قرطبہ کے شہرۂ آفاق سورما گنسالوو کے سامنے جو شاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ معظمہ کی طرف سے ان کے نئے شہر سانتافی سے بھیجے گئے ہیں۔ بعرض تحریر میں آئی ہیں۔ اور ان ہی کی معرفت بھیجی جاتی ہیں +"

جب نقیب اپنی تقریر ختم کر چکا۔ تو ابوعبداللہ نے اپنے عظیم الشان دربار کے

ہجوم پر نظر ڈالی - کوئی نظر اُس کی مانند شعلہ بار نہ تھی - خاموش ہجوم میں صرف تسلیم و رضا کے آثار تھے - شرائط محصورین کی اُمیدوں سے بڑھ کر تھیں +

ابو عبد اللہ نے ایک گہری آہ بھر کر کہا " اور اگر ہم ان شرائط کو مسترد کر دیں"؟

گنسالو نے دل سوزی سے کہا " عالی نژاد سلطان - ہمیں مجبور نہ کر - کہ صورت انکار میں اپنا طرزِ عمل بیان کر کے تیری سماعت کو صدمہ پہنچائیں - اطمینان اور تامل سے ہمارے شرائط پر غور کر - اور اگر تیرے دل میں ذرا سا شبہ بھی ہو تو اپنے الحمرا کے برجوں پر چڑھ کر اپنی دیواروں کے نیچے ہمارے عساکر کو صف بستہ دیکھ - اور پھر ان شجاع لوگوں پر نظر ڈال - جنھیں انسانی بہادری نے نہیں - بلکہ قحط اور خدا کی بعید الفہم قدرت نے مغلوب کر دیا ہے "+

" شریف نصرانیو! غالباً رات پڑنے سے پہلے پہلے تمہارے بادشاہ کو ہمارا جواب مل جائے گا + اور تو اے بہادر سورما جو ایک ایسے پیغام کا حامل ہے جسے کوئی بادشاہ خون کے گھونٹ پیئے بغیر نہیں سن سکتا - اپنے شریفانہ طرزِ عمل کے لیے جس نے اس سفارت کی تلخی کو بہت کم کر دیا ہے - کم از کم ہمارا شکریہ قبول کر تمہاری فرودگاہ میں ہمارا وزیر وہ تحایف یادگار پہنچا دے گا جنھیں بخشنے کی شاہ غرناطہ ابھی تک توفیق رکھتا ہے +

جب ہسپانی بارگاہ سے رخصت ہو گئے - تو بادشاہ نے پھر سلسلۂ گفتگو شروع کیا - اور کہا " موسےٰ تو نے سب کچھ سن لیا - اب تو اپنے بادشاہ کو آخری مشورہ کیا دیتا ہے ؟ "

آتش مزاج مور ان جذبات کے اظہار کے لئے جنھیں صرف موت ہی اس کے ناقابل تسخیر دل سے مٹا سکتی تھی - بہت بے چینی سے بادشاہ کی اجازت کا انتظار کر رہا تھا - وہ اُٹھا - مسند پر سے نیچے اُتر آیا - اور شاہی نشست سے کسی قدر نیچے کھڑا ہو کر اور غرناطہ کے بقیہ داناؤں اور سورماؤں کے ہفت رنگ مجمع کو مخاطب کر کے یوں بولا :-

"ہم کیوں اطاعت قبول کریں؟ ابھی تک شہر پناہ میں دو لاکھ نفوس موجود ہیں۔ ان میں سے کم از کم بیس ہزار مرد ایسے ہیں جو قوی بازو اور صاحب السیف ہیں۔ پھر ہم کیوں اطاعت قبول کریں؟ صحیح ہے۔ کہ قحط نے ہم کو پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن بھوک جو شیر کو زیادہ تُند بنا دیتی ہے۔ کیا ہم کو اور ذلیل بنا جائے گی؟ کیا تم مایوس ہو گئے ہو؟ ہو جاؤ کیونکہ یاس مردوں میں ناقابل مزاحمت قوت پیدا کر سکتی ہے۔ یاس نے بزدلوں کو دلیر بنا دیا ہے کیا یہ بہادروں کو ذلیل تر بنا جائے گی؟ اب تک ہم خواص پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرتے رہے ہیں۔ آؤ اب ہم عوام کو برانگیختہ کریں۔ آؤ کہ ہم اپنی تمام قوت فراہم کریں۔ اور اس حالت میں کہ ہسپانیہ کے سپاہی اپنی معماری کے جدید پیشے میں مصروف ہیں۔ اس نئے شہر پر حملہ آور ہوں اے مسلمانوں کے خدا اور رسول۔ اس کی سُن۔ جس نے کبھی جھوٹا حلف نہیں اُٹھایا۔ غرناطہ کے مردو۔ اگر تم نے میرے مشورہ پر عمل کیا۔ تو میں تم سے فتح کا وعدہ نہیں کرتا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے بغیر تم زندہ نہ رہو گے۔ میں کم از کم تم سے تمہاری آزادی کا وعدہ کرتا ہوں کیونکہ شہید پابند سلاسل نہیں۔ اگر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ تو آؤ۔ ہم اس طرح مریں۔ کہ دور دراز نسلوں کے لئے ایک عظمت کی یادگار باقی رہ جائے۔ سلطنتوں اور حکومتوں سے زیادہ مستقل۔ سلطان غرناطہ۔ موسےٰ ابن ابی غازان کا مشورہ یہ ہے۔"

شہزادہ چُپ ہو گیا۔ جس شخص کا معمولی سے معمولی لفظ کبھی نامردوں تک کے سینے میں شعلے بھڑکا دیا کرتا تھا۔ آج اس کا جوشِ تقریر ایک بے جان اور سرد مجمع پر اکارت گیا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ کسی میں حرکت پیدا نہ ہوئی۔ صرف ابو عبداللہ اُمید کا چھوٹا ہوا دامن پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار وہ سامعین کی طرف متوجہ ہوا۔

اور بولا "بہادرو اور مدبرو۔ موسےٰ کا مشورہ تمہارے بادشاہ کی عین خواہش ہی۔ اُس کی تائید کرو۔ اور اس سے پیشتر کہ شیشۂ ساعت ریت کا آخری ذرہ صرف کرے۔ دیوار مبلا ہمارے قرنا سے گونج رہا ہوگا"

فقیہوں کے سرگروہ نے جواب دیا "اے بادشاہ تقدیر کے خلاف جنگ نہ کر۔ اللہ اکبر؟"

عبدالملک نے کہا "افسوس۔ اگر تمہاری اور موسےٰ کی تقریر ہم لوگوں کو متاثر نہیں کرسکتی۔ تو تم فاقہ زدہ اور مایوس لوگوں کو کس طرح برانگیختہ کرسکتے ہو؟"

ابو عبداللہ نے کہا "تو پھر یہی ہے تم سب کا خیال۔ تم سب کی مرضی؟"

دبی زبان سے سب نے کہا "ہاں"

سوختہ اختر بادشاہ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا "عبدالملک جاؤ۔ ان ہسپانیوں کے ساتھ عیسائی خیمہ گاہ کو جاؤ۔ اور جو بہترین شرائط حاصل کرسکتے ہو۔ لے کر آؤ۔ تاج الزغلبی کے سر سے اُتر گیا۔ بدبختی نے اپنی مہر میری پیشانی پر ثبت کردی۔ بدقسمت تھا میری سلطنت کا آغاز۔ بدقسمت ہوا اس کا انجام۔ دربار برخاست"

ابو عبداللہ کے ان الفاظ نے مجمع کو جو اُس کی شریف النفسی۔ علمیت۔ تدبر اور فطری شجاعت سے کبھی یوں آگاہ نہ ہوا تھا۔ بے انتہا متاثر کیا بہت سے لوگ آنسو بہاتے اور سسکیاں لیتے ہوئے اُس کے قدموں میں گر پڑے اور ایک جم غفیر اس کی قبا کا دامن چھونے کے لیے اُس کے گرد جمع ہوگیا +

موسےٰ نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ رکھے تھے۔ سانس اُس کے سینے میں بے قرار تھا۔ وہ حقارت سے ان کو دیکھ رہا تھا +

اُس کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا "مرد نہیں۔ تم عورتیں ہو۔ آنسو بہانے ہو۔ گویا تم میں لہو نہیں رہا جو بہاؤ۔ اپنی آزادی کو کھو کر شاکر ہو۔ کیونکہ تم سے

کہا جاتا ہی - تمہیں اور کچھ نقصان نہ پہنچے گا - سادہ لوح بے وقوفو - تمہاری نسبت جس بلندی پر میں موجود ہوں - وہاں سے میں اس تاریک اور نحس مستقبل کو دیکھ رہا ہوں - جس کی طرف تم گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے جا رہے ہو - سن لو اور یاد رکھو - استبداد اور غلامی کا دور ہوگا - طمع حرص و آز قانون کی قیود سے آزاد ہوگی - مخالف مذہب کی عقوبتیں ہوں گی - تمہارے مال و متاع کی جبراً ضبطی ہوگی - اور اس سرزمین سے تمہاری قومی ہستی کی تباہی +

"ابو عبداللہ الوداع - میں تم پر ترس نہیں کھاتا - کیوں کہ تمہارے ہاتھوں میں اب تک زہریلی بوٹیاں موجود ہیں - اور تمہارے اسلحہ خانے ایک تلوار سے محروم نہیں - غرناطہ کے رئیسو اور بزرگو الوداع - میں وطن سے اس کی آزادی کی حالت میں رخصت ہوتا ہوں +"

تقریر بمشکل تمام ہوئی تھی - کہ وہ ایوان سے غائب ہو چکا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا - غرناطہ کی روح اُسے الوداع کہہ گئی +

فصل چہارم

تنہا شہسوار کی سرگذشت

چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی۔ اور غرناطہ سے میلوں دور ایک چھوٹی سی وادی میں جس کے دونوں طرف بلند و سنگلاخ پہاڑیاں تھیں۔ ایک مسلح سوار تنہا اپنی مسافت طے کر رہا تھا۔ اس کی زرہ سیاہ رنگ اور آرائش سے معرا تھی اس کے خود پر کوئی طرہ نہ لہرا رہا تھا۔ کوئی ملازم ہمرکاب نہ تھا۔ ساز و سامان بھی زینت و درخشانی سے عاری تھا لیکن اس کے انداز و اطوار اور شبدیز سیاہ رنگ کے نادر حسن میں کوئی ایسی بات تھی۔ کہ ان تمام باتوں کے باوجود سرسری نظر سے دیکھنے والوں پر اس سوار کے علو مرتبت کا کافی رعب داب پڑتا تھا۔ سوار بہت آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ جہاں کہیں ذرا سی گھاس یا کسی جھکے ہوئے درخت کی ہری بھری شاخ کو دیکھ کر گھوڑے کے منہ میں پانی بھر آتا تو وہ تھمتے ہوئے راستہ میں اس منظور نظر کی طرح اڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ جیسے کسی محسن کی مہربانیوں نے ضدی اور گستاخ بنا دیا ہو۔ آخر ایک جگہ جب وہ اسی طرح اڑا کھڑا ہوا تھا۔ گنجان درختوں کے اس جھنڈ میں سے جو ڈھلوان پہاڑ کے راستہ کی پردہ پوشی کرتا تھا۔ شور و غل کی آواز سنائی دی۔ گھوڑا بدک کر پیچھے ہٹا۔ اور سوار اپنی محویت سے دفعتاً چونک پڑا۔ اس نے بے ساختہ نظر اٹھائی۔ تو دیکھا۔

کہ ایک شخص تیز اور بے قاعدہ قدم اُٹھاتا ہوا درختوں کے درمیان پھلانگتا
چلا آرہا ہے۔ اس کی ہیئت کذائی اس مقام کی خاموشی اور سُنسانی کے مناسب
حال تھی۔ اور خیال کیا جا سکتا تھا۔ کہ وہ ان دُرشت خو گوشہ نشینوں کی طرح
جو حروب صلیبیہ کے زمانۂ آغاز میں فلسطین کے غاروں اور رتیلے ٹیلوں کے
درمیان عُزلت گزیں تھے۔ سپاہی بھی ہے اور اندازو روش شاہانہ بھی رکھتا ہے۔
اجنبی نے سنبھل کر چلنے کے لیئے ایک لمبا عصا پکڑ رکھا تھا۔ اس کی داڑھی
اور سر کے بال لمبے لمبے تھے۔ اور اس کے فراخ شانوں پر اُلجھے ہوئے
پڑے تھے۔ زنگ آلود زرہ جو کبھی قیمتی نقش و نگار سے شاندار معلوم ہوتی
ہوگی۔ اس کے سینے کی محافظ تھی۔ لیکن ادنیٰ کپڑے کی ڈھیلی ڈھالی عبا جو زرہ
بکتر سے بھی نیچے لٹک رہی تھی۔ نہایت کہنہ و پارینہ ہو رہی تھی۔ پاؤں ننگے تھے
اور کمر کے پٹکہ میں ایک چھوٹا سا خم دار خنجر۔ ایک پیش قبض۔ اور ایک چرمی
قرطاس تھا۔ جو آہنی پتروں کے درمیان بخوبی محفوظ تھا۔

جب سوار نے اس شخص کو غور سے دیکھا جس نے اس کی تنہائی کو یک لخت
درہم برہم کر دیا تھا۔ تو اس کا تمام جسم شدتِ جذبات سے کانپنے لگا۔ اور اس
نے تن کر اور اکڑ کر بلند آواز میں کہا "او شیطان یا درویش تو جو کچھ بھی ہے!
تیرے مشوروں نے بادشاہ کو گمراہ کیا۔ تیری باطل پیشین گوئیوں اور تیرے نامسعود
افسونوں نے شہر دُشمن کے حوالے کرا دیا۔ اب تو اُس شہر اور شہر یار سے اتنی
دور ان ویران مقامات میں کیا تلاش کر رہا ہے؟"

یہ المامن یہودی تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "ہا۔ اپنے سیاہ گھوڑے اور
پُر رعونت آواز سے تو غرناطہ کا مرد میدان معلوم ہوتا ہے۔ موسیٰ ابن ابی غازان!
تو تو بتا۔ کہ تو مُوروں کی سلطنت کے آخری مقام پناہ سے کیوں مُجھر حاضر ہے؟!
وہ تو مستقبل کے علم کا تو دعوے کرتا ہے۔ اور حال سے بے بہرہ ہے؟ غرناطہ
نے اپنے آپ کو ہسپانیہ کے حوالے کر دیا۔ اس غلاموں کی سرزمین سے صرف

میں نے ہجرت کی۔ اور اب اپنے آبائی وطن افریقیہ میں کوئی ایسا مقام ڈھونڈوں گا جسے کفار کے قدموں نے پامال نہ کیا ہو"

المامن نے اُداس ہو کر کہا "ایک تعصب کی قسمت کا تو فیصلہ ہو چکا۔ لیکن آہ! کہ اس کی جگہ جو دوسرا تعصب مسلط ہو گیا۔ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے"

موسےٰ نے اپنا نیزہ سنبھال کر کہا "کُتّے! تو کون ہے۔ جو یوں کفر بکتا ہے؟"

المامن نے اپنا خنجر نکال لیا۔ اور گرج کر کہا۔ "یہودی! نفرت کا عادی اور نفرت کا شکار یہودی! اُذر سُنے گا؟ تاجداروں کی نسل سے ہوں۔ جب تک میں نے نصرانیوں کو مُوروں سے بدتر نہ پایا۔ مُوروں کا بدترین دُشمن تھا۔ اور اُس وقت خود موسےٰ بھی مجھ سے بڑھ کر ان کی پُشت پناہ نہ تھا۔ اگر تو چاہتا ہے تو آ۔ مردوں میں مجادلہ ہو جائے۔ میں تجھے دعوتِ مبازرہ دیتا ہوں"

موسےٰ نے نیزہ جھکا لیا۔ اور آہستہ سے کہنے لگا۔ "نہیں۔ تیری زرہ ہسپانی خون سے زنگ آلودہ ہے۔ اور یہ بازو عیسائیوں کے قاتل پر وار نہیں کر سکتا۔ ہم صلح و آشتی سے جُدا ہوتے ہیں"

المامن نے ذرا متغیر انداز میں کہا "شہزادہ ٹھہر! کیا صرف تیرا ملک ہی تجھ کو محبوب ہے؟ عورت کا تبسم کبھی تیری زرہ سے نیچے نہیں اُترنے پایا؟ تیرا دل کبھی ایسی مواصلت کی آرزو سے نہیں دھڑکا۔ جو مجادلہ حریف سے زیادہ لطیف ہو؟"

موسےٰ نے جواب دیا "کیا میں انسان نہیں ہوں۔ کیا میری رگوں میں مُوروں کا خون نہیں دوڑتا؟ پہلے ہی پہل تو نے علم غیب سے درست حال معلوم کر لیا۔ اور اگر تیرا ساحران آنکھوں کو صرف ایک مرتبہ اُس کا جمال دکھا جو دُنیا میں میری آخری تمنا رہ گئی ہے۔ تو میں ابوعبداللہ کی طرح تیرے سحر کا قائل ہو جاؤں گا"

"تو کیا ابھی تک تو اُسی کو چاہتا ہے؟ اِس لیلےٰ کو؟

پُراسرار ساحر۔ تُو نے میرا راز کس طرح معلوم کر لیا؟ اور تو میری محبوبہ کا نام بھی جانتا ہی؟ اے عالمِ غیب! آ۔ دُنیا کے اُس مقام کا حال مجھ پر منکشف کر جہاں میری روح مسرت موجود ہی؟" مُور نے اپنا خود چہرہ سے اُٹھا کر زیادہ جوش اور جذبے سے کہا" ہاں خدا مجھے معاف کرے۔ جب غرناطہ میں سب کچھ جاتا رہا تو اپنے بدنصیب وطن کے آغوش سے جُدا ہوتے وقت مجھے صرف ایک اطمینان تھا۔ جب مجھے لیلےٰ کی تلاش کے لیئے آزادی کا مل مل گئی تھی۔ مجھے اُمید تھی۔ کہ دُور دراز سرزمینوں کی بادیہ پیمائی میں وہ بھی میرے ہمراہ ہوگی۔ جس کی ایک نگاہِ غلط انداز کے سامنے حورانِ فردوس کی آنکھیں بھی منفعل ہو جاتی ہیں۔ میں بے فائدہ بول رہا ہوں۔ مجھے بتا۔ لیلےٰ کہاں ہی؟ مجھے اُس کے قدموں تک پہنچا دے!"

المامن نے شہزادہ کو گھُور کر دیکھا۔ اس کی کالی کالی آنکھوں میں عجیب و غریب اور دہشت انگیز سرور نمایاں تھا۔ وہ کہنے لگا" مسلم۔ میں تجھے اُس تک پہنچا دوں گا۔ میرے پیچھے پیچھے آ۔ کل رات ہی مجھے علم ہوا ہی۔ کہ وہ کن دیواروں کے اندر مقید ہی۔ بس اُس وقت سے اب تک میں نے نہ کھانا کھایا۔ نہ آرام کیا۔ اور برابر پہاڑوں اور صحراؤں میں مسلسل سفر کرتا ہوا آرہا ہوں"۔

موسےٰ نے کچھ بدگمان ہو کر پوچھا" لیکن تیرا اُس سے کیا تعلق ہی؟"

"بہت جلد تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اب چلنا چاہیئے"۔

یہ کہہ کر المامن آگے لپکا۔ اور بہت جوش سے دوڑنے لگا۔ اس کا دماغی ہیجان اس کے تھکے ہوئے جسم کو قوّت بخش رہا تھا۔ موسےٰ نے حیرانی کے عالم میں گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور اپنے پُراسرار راہ نُما کو گفتگو میں مصروف کرنے کی کوشش کی۔ لیکن المامن اس سے قطعی بے نیاز تھا۔ اگر کسی وقت وہ اپنی ملال آمیز خاموشی کو توڑتا۔ جب بھی اس کے مُنہ سے مختصر اور بے تعلق فقرے زیادہ تر ایسی زبان میں نکلتے جو اس کے رفیق سفر کے کانوں کے لیے بالکل اجنبی تھے۔ اس دلاور مُور کی قوم جن توہمات اور اعتقاداتِ ضعیف میں مبتلا تھی

انھیں یہ بہادر شخص فلسفیانہ و حکیمانہ نظر سے نہیں۔ بلکہ ایک شجاع و پُر حوصلہ انسان کی طرح نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ لیکن جب ہیبت ناک پہاڑوں اور سُنسان وادیوں پر سے نگاہ اُٹھا کر وہ شہرۂ آفاق ساحر کی فوق العادت ہیئت اور چمکتی آنکھوں پر نظر ڈالتا۔ تو رُعب سے اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہو جاتا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ اس نے زیرِ لب قرآن کی وہ آیات پڑھیں جو اس کے اہل وطن کے نزدیک سرِ شیاطین کے رد میں نہایت مؤثر تھیں۔

انھیں اس طرح اکٹھے چلتے چلتے ایک گھنٹہ گذرا ہوگا۔ کہ المامن یک لخت تھم گیا۔ دھیمی آواز میں بولا "میں تھک گیا ہوں۔ اگرچہ تقاضائے ضرورت یہی ہے۔ کہ نہ ٹھہروں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے۔ میری قوت مجھے جواب دے دے گی"

موسےٰ نے تامل کے بعد جو لازمی تھا۔ کہا "پھر میرے پیچھے سوار ہو جا۔ گو تو یہودی ہے۔ مگر لیلےٰ کی خاطر میں اس آلودگی کو گوارا کر لوں گا"

یہودی نے وحشیانہ انداز میں کہا "مُور۔ آلودہ میں ہونگا۔ تیرا رسول اور تیرا مذہب کل کی باتیں ہیں۔ تو کیا جانتا ہے۔ کہ عہدِ عتیق کے ایک شیدائی کے دل میں تجھ سے اور تیرے مذہب سے کس قدر ناقابل بیان کراہت جاگزیں ہے"

موسےٰ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ بولا "کعبۃ اللہ کی قسم۔ اگر اب تو نے ایک اور ایسا لفظ بھی مُنہ سے نکالا۔ تو میرے گھوڑے کے سُم تیرے جسم میں سے اس کفر بکنے والی رُوح کو نکال ڈالیں گے"

المامن نے بے پروائی سے کہا "میں مرتے دم تک تیری توہین کرتا لیکن میں مُوروں میں سے سب سے بہادر کو ایک ایسا کارنامہ دکھانے کا آرزومند ہوں۔ جو آلِ یافث کے شایانِ شان ہے۔ لیکن چُپ مجھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دے رہی ہے"

موسےٰ سُننے لگا۔ اس کے حساس کانوں کو سخت اور پتھریلی زمین پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی۔ اس نے مُڑ کر دیکھا۔ تو المامن

گھنے جنگل میں گھستا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ درختوں کی ٹہنیوں نے اُسے نظر سے اوجھل کر دیا + اُسی وقت راستے کے موڑ پر ایک ہسپانی سوار دکھائی دیا۔ جو ایک اُندلسی گھوڑے پر چڑھا ہوا نہایت مسرت کے عالم میں اس زمانہ کا ایک مقبول عام گیت گا رہا تھا۔ اور چونکہ ہیں پر موروں کے مقابلے میں ہسپانیوں کے شاندار کارناموں کا ذکر تھا۔ موسیٰ کا متکبر لہو کھولنے لگا۔ اس کی مونچھیں ہونٹوں پر کانپنے لگیں۔ اس نے زیر لب کہا "ابھی گیت بدلتا ہے" اس خیال کے آنے پر اس نے نیزہ سنبھالا ہی تھا۔ کہ دیکھا ہسپانی زمین پر دفعتاً چکرایا۔ اور اوندھے مُنہ زمین پر آپڑا + اُسی وقت المامن اپنی کمیں گاہ سے لپکا۔ اس نے ہسپانی کا گھوڑا پکڑ لیا۔ اُس پر چڑھ بیٹھا۔ اور موسیٰ ابھی حیران ہی ہو رہا تھا۔ کہ وہ اس کے پہلو میں آپہنچا +

موسیٰ نے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر کہا "تو نے ہسپانی کو کس طرح مار ڈالا۔ حالانکہ ظاہر ہے۔ کہ تو نے کوئی وار نہیں کیا؟"

المامن نے بے پروائی سے کہا "جیسے داؤد نبی نے جالوت کو غلیل سے مار ڈالا تھا۔ اب اگر تو لیلےٰ کو دیکھنے کا آرزومند ہے۔ تو گھوڑے کو ایڑ لگا +

دونوں سوار ہسپانی کے بے ہوش اور ساکن جسم کو روندتے ہوئے ہوا ہو گئے + درخت اور پہاڑ گذرتے چلے جا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وادی تمام ہو گئی۔ اور اب سامنے ایک گھنا جنگل ان کے راستے پر چھایا ہوا تھا + گو اُلجھی ہوئی شاخیں اور ناہموار راستہ مزاحم تھا۔ مگر وہ بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھلنے لگا۔ تو وہ ایک کشادہ اور گول قطعے میں پہنچ گئے۔ جس کے چاروں طرف کہنہ سال درخت اپنی گھنی اور ساکت ٹہنیاں پھیلائے کھڑے تھے + اس سبزہ زار کے وسط میں ایک قدیم زمانہ کا بے ڈول پتھر دھرا تھا۔ جو کسی معدوم وحشی قوم کے پرستاروں کی قربان گاہ سے مشابہ تھا۔ یہاں المامن دفعتاً رُک گیا اور آپ ہی آپ زیر لب کچھ بولنے لگا۔ اس کے الفاظ سُنائی نہ دیتے تھے +

موسے نے کہا "اے پُر اسرار اجنبی! یہ کیا ماجرا ہی؟ تو کیا بول رہا ہی۔ اور خلا میں کیا دیکھتا ہی؟"

الماسن نے اس کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن گھوڑے سے اُتر پڑا اور گھوڑے کی باگ ناق کے ایک جھلسے ہوئے اور برباد درخت کی شاخ میں اٹکا کر تنہا اُس قطعے کے وسط کی طرف بڑھا۔ اونچی آواز میں کہنے لگا "اے میری خوفناک اور عالم غیب قوت! کیا پھر یہی وہ مقام ہی۔ جس کے متعلق تو نے خواب و خیال میں مجھے بتایا ہی۔ کہ وہاں اپنا وہ عہد مکمل و راسخ کروں۔ جو گوشت پوست کی آخری کمزوری کو روح سے جُدا کر دے۔ راتوں کے بعد راتیں آئیں اور چلی گئیں۔ اور تو تاریکی اور نیند میں اسی متبرک خلوت کو میری نظروں کے سامنے لاتی رہی ہی۔ پھر یوں ہی سہی میں بھی تیار ہوں"

یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیئے جنگل کے اندر گھس گیا۔ سوکھے پتے اور مرجھائی ٹہنیاں جن سے ویران زمین ڈھکی ہوئی تھی۔ اُٹھا کر لایا۔ اور اُنھیں قربان گاہ پر دھر دیا۔ پھر مشرق کی طرف مڑ کر اور ہاتھ اونچے اُٹھا کر کہنے لگا "دیکھ۔ اب اس قربان گاہ پر جہاں غالباً کبھی بُت پرست وحشی عبادت کرتے تھے۔ اے بیان اور تعریف سے برتر! تیری گری ہوئی اور منتشر نسل کا آخری دلاور فرد وہ قربانی لے کر آیا ہی۔ جو تو نے ازمنۂ قدیمہ میں اسی نسل کے ایک بزرگ سے طلب کی تھی۔ اسے قبول کر"

• یہودی اپنا افسوں ختم کر چکا۔ تو اس نے اپنے کپڑوں میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ اور چند قطرے سوکھے ایندھن پر چھڑک دیئے۔ ایک ہلکا ہلکا نیلا شعلہ یک لخت بھڑک اُٹھا۔ اور اُس سے اسرائیلی کے مصیبت زدہ مگر جوشیلے چہرے پر روشنی پڑی۔ موسے کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کا موروثی خون رگوں میں جم گیا ہی۔ وہ کانپ اُٹھا۔ لیکن اسے معلوم نہ ہو سکا۔ کیوں۔ الماسن نے اپنے خنجر سے اپنی لمبی لمبی لٹوں میں سے ایک لٹ تراش لی اور اُسے آگ میں

ڈال دیا + وہ اس کی طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ جل کر راکھ ہو گئی۔ پھر اس کے منہ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکل گئی۔ اور وہ غش کھا کر گر پڑا + موسٰے اسے اُٹھانے کو جلدی سے بڑھا۔ اس کے ہاتھ اور کنپٹیاں ملیں۔ اس کی صدری کے بوتام کھول دیئے۔ اس کے جوش کا درد و کرب دیکھ کر موسٰے کو اس پر اس قدر ترس آیا تھا۔ کہ وہ بھول گیا تھا۔ یہ یہودی ہی اور ساحر +

کئی لمحے گذرنے کے بعد المامن ایک گہری آہ بھر کر ہوش میں آیا۔ دبی زبان سے کہنے لگا "آہ اے میری جان۔ میرے دل کی راحت۔ کیا تو نے ہمارے شباب کی محبت کی یادگار اسی دن کے لیئے میرے سپرد کی تھی! مجھے بخش دے۔ میں اسے اس دنیا کو واپس کرتا ہوں۔ جو مشرکین سے آلودہ نہیں ہی" اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اور کسی اندرونی پیچ و تاب سے اس کا تمام جسم کانپنے لگا۔ یہ کیفیت گذر گئی۔ اور پھر وہ یوں اُٹھ کھڑا ہوا۔ جیسے کوئی ہولناک خواب دیکھ کر جاگ اُٹھے + اسے تسکین سی ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ درد و کرب کی جو حالت اس پر گذری تھی۔ اسے تازہ دم کر گئی تھی + اس قدیم قربان گاہ پر بھیانک روشنی کے شعلے ٹمٹما رہے تھے۔ اور دھیمی ہوا درختوں میں سائیں سائیں کر رہی تھی +

المامن نے قربان گاہ پر سے نظریں اُٹھا کر آہستہ سے کہا "شہزادے سوار ہو۔ اب ہم کہیں توقف نہ کریں گے"+

موسٰے نے پوچھا "تو اپنے اس عمل کا مطلب بیان نہ کرے گا۔ میری عقل تو یہی کہتی ہی۔ کہ یہ ایک شعبدہ باز کا کھیل تھا"!

المامن نے ایک متغیر لہجہ اور غمگین آواز میں کہا "افسوس! آہ افسوس! تجھے سب کچھ بہت جلد معلوم ہو جائے گا"+

فصل پنجم

قربانی

آفتاب آہستہ آہستہ ارغوانی بادلوں کے اس بے پایاں ہجوم میں ڈوب رہا تھا۔ جو سر زمین آئبیریا کے آسمان کا حصّہ ہیں۔ دونوں راہروؤں نے جنگل سے نکل کر ایک چھوٹا سا مگر دل فریب میدان اپنے سامنے دیکھا جس کی کاشت باغ کی مانند بہت احتیاط سے کی گئی تھی۔ نارنگی اور ترنج کے پودوں کی قطاروں کے پیچھے انگور کی بیلوں کے سیاہی مائل سبز پتے نظر آ رہے تھے۔ ان کی پُشت پر شاہ بلوط اور صنوبر کے شوخ رنگ درختوں نے گھیرا ڈال کر ایک دیوار قائم کر دی تھی۔ اور بہت پرے اُفق پر دُور دراز سلسلہ کوہ کا ہلکا ہلکا خاکا نظر آ رہا تھا۔ جسے آسمان کے لطیف رنگوں میں سے امتیاز کرنا دشوار تھا + دل فریب سبزہ زار کے درمیان ایک پتلی جھلملاتی ہوئی ندی رواں تھی۔ اس کا پانی ایک دائرہ نما حوض میں جمع ہو جاتا تھا۔ جس پر گلاب اور نارنگی کی رنگا رنگ کلیاں جھکی پڑتی تھیں + اس سبزہ زار یا میدان کی نسبت کسی قدر بلندی پر ایک خانقاہ کے مینار دکھائی دے رہے تھے۔ اور گو ابھی تک دن کی صاف روشنی موجود تھی۔ لیکن لمبے اور مخروط وضع کے دریچوں میں سے اندر کے چراغوں کی روشنی نظر آ رہی تھی + جب سواروں نے اس عمارت پر نظر ڈالی تو اُس کے اندر سے مجمع کے نغمۂ حمد کی آواز صاف اور معطّر ہوا میں سے

گزر گزر کر آرہی تھی۔ دُور سے آنے والی ہلکی ہلکی آواز۔ دونوں وقت ملنے کی خاموشی۔ اس مقام کی دلفریب تنہائی اور گردا گرد کے مناظر سے بیگانگی۔ جو خانقاہ کی ساکن و خاموش زندگی کے مناسب حال تھی۔ نغمے میں طرۂ ترنم و تقدس ایزاد کر رہی تھی ؛

لیکن معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر اور آواز جو ایسے سکون بخش اور خیالات کو ہم آہنگ کرنے والے معلوم ہوتے تھے۔ المامن کو بے انتہا بے تاب اور درد و کرب میں مبتلا کر رہے تھے۔ اس نے اپنی بند مٹھیوں سے اپنا سینہ پیٹ لیا۔ اور بولا تو معلوم ہوتا تھا گویا چیخ کر فریاد کر رہا ہے "میرے اجداد کے خدا! کیا میں دیر میں پہنچا ہوں؟" یہ کہہ کر اس نے اپنے مہمیز کے خار بے دم گھوڑے کے پہلوؤں میں گھونپ دیئے۔ سبزہ زار اور معطر جھاڑیوں میں سے۔ پایاب اور سنگریزوں سے بھری ہوئی ندی میں سے گزرتا ہوا اسرائیلی تیزی سے اس بلندی پر چڑھا جا رہا تھا۔ جس کے اوپر خانقاہ بنی ہوئی تھی۔ موسلے اس کی اس حرکت پر حیران با دلِ ناخواستہ اس کے پیچھے پیچھے کسی قدر فاصلے پر جا رہا تھا۔ حمد گانے والے طائفے کی آواز قریب اور واضح ہوتی جاتی تھی۔ گاتھ وضع کے دریچوں کی روشنی صاف اور زیادہ تیز نظر آتی جا رہی تھی۔ خانقاہ کے گرجے کا صدر دروازہ آ گیا۔ یہودی گھوڑے پر سے کودا۔ چند دیہاتی جن کی گذر اوقات کی کفیل خانقاہ تھی۔ احترام سے اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ ان کو ہٹاتا ہوا جیسے کوئی دیوانہ ہو۔ المامن گرجے میں جا گھسا۔ اور غائب ہو گیا ؛

ایک لمحہ گزرا تھا۔ کہ موسلے بھی دروازے پر موجود تھا۔ لیکن اس نے گھوڑے پر سے اُترنے میں کچھ تامل و توقف کیا۔ اور دیہاتیوں سے پوچھا "اندر کیا تقریب ہے؟"

ایک نے جواب دیا "ایک لڑکی ترکِ دُنیا کا حلف اُٹھانے والی ہے"

اُسی وقت گرجے میں سے خوف و خطر اور غصے کی آوازیں سُنائی دیں۔ اب موسلے نے ذرا بھی توقف نہ کیا۔ اس نے گھوڑا ایک شخص کے سپرد کیا۔

جو قریب کھڑا تھا۔ بھاری پردے جنہوں نے دروازہ چھپا رکھا تھا ہٹائے۔ اور اندر جا موجود ہوا۔

قربان گاہ کے پاس راہب عورتوں کا ایک گروہ اپنے سردار کے ساتھ بے انتہا پریشانی اور بدنظمی کی حالت میں جمع تھا۔ متبرک کٹہرے کے گرد مبہوت و دم بخود تماشائی جمع تھے۔ سب سے اوپر منبر پر المامن نمایاں نظر آرہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں برہنہ خنجر تھا۔ اور اس نے بائیں ہاتھ سے ایک لڑکی کو تھام رکھا تھا۔ چونکہ لڑکی کو ابھی تک سرج کا لباس نہ پہنایا گیا تھا۔ یہ تخصیص اس امر کی شاہد تھی۔ کہ وہ نقاب رہبانیت پہننے کے لئے لائی گئی ہے۔ اور اس لڑکی کے دوسری طرف ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھے اور دوسرے ہاتھ سے بلند اور مقدس صلیب کو تھامے ایک درشت صورت رعب وداب کا آدمی راہبوں کی سفید عبا پہنے کھڑا تھا۔ یہ ٹومس ٹارکومیڈا تھا۔

موسے گرجے کے بغلی راستے کے درمیان میں کھڑا تھا۔ اس پر کسی کی نظر نہ پڑی تھی۔ پہلے الفاظ جو اس کے کان میں پہنچے۔ یہ تھے "چھوڑ دے! چلا جا! تیرے سحر اور ہنر یہاں تیرے کام نہیں آسکتے۔ خدا کی اس عقیدت مند پرستار سے دست بردار ہو جا!"

"یہ میری ہے۔ میری بیٹی ہے۔ میں انسانوں کے اس عظیم و جلیل آسمانی باپ کا واسطہ دے کر باپ ہونے کی حیثیت میں تجھ سے اس کا مطالبہ کرتا ہوں!"

المامن نے ایک گردش میں منتشر اور دہشت زدہ گروہ کے درمیان سے اپنے لئے راستہ صاف کر لیا۔ اور اپنی بیٹی کو گود میں لے کر مقدس چبوترے کی پہلی سیڑھی پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ محتسب چلایا "پکڑلو۔ اس ساحر کو پکڑ لو!"

کوئی قدم نہ سرکا۔ کوئی ہاتھ نہ بڑھا۔ دست انداز کو جس لفظ سے مخاطب کیا گیا تھا۔ اس کے باعث حاضرین پر ایک مافوق الفطرت خوف طاری تھا۔ اس خوفناک اجنبی کی نسبت جس کا برہنہ خنجر بلند تھا۔ اور چہرے پر حشمت

برس رہی تھی - شہر کے بھٹ میں گھس کر اس پر حملہ کرنا انھیں نسبتاً آسان نظر آتا تھا
اور پھر ایک دھیمی سی آواز آئی - جسے سُن کر موسےٰ چونک پڑا - اور اسے ایسا
معلوم ہوا گویا قبر میں سے آرہی ہی ”میرے باپ ! خدا کے فیصلے کے خلاف جدوجہد
نہ کر - تیری بیٹی کو اس مذہبی انتخاب پر کسی نے مجبور نہیں کیا - اور جس انکسار مگر دلی عقیدت
کے ساتھ اس نے عیسائی مذہب قبول کیا ہی - اس کے باعث اس دُنیا میں اس کی
صرف یہ خواہش ہی - کہ اس مقدس اور دوامی عہد کو راسخ کرے “!

یہودی نے یک لخت لڑکی کو چھوڑ دیا - اور لڑکی گھٹنوں کے بل اس کے
سامنے گر پڑی - یہودی کے مُنہ سے آہ دلدوز نکلی اور وہ بولا ”تو میں نے جس
بد ترین انجام کو سوچا تھا - اور جو مجھے بتایا گیا تھا وہ صحیح ہی ؟ پردہ پارہ پارہ ہو چکا -
روح معبد جسم سے پرواز کر چکی - تیرا حُسن ناپاک ہو چکا - تیرا جسم بھی صرف کثیف مٹی کا
وہ ڈھیر - اور محتسب کے ساکن چہرے کو گھور گھور کر اور زیادہ جوش سے بولنے لگا -
”کُتّے ! یہ تیرا کام ہی - لیکن تو فتح یاب نہ ہوگا - یہاں تیری اپنی قربان گاہ کے قریب -
جس طرح پہلے تیری انسانیت سوز عدالت میں عذابوں کے درمیان تیری توہین
کر چکا ہوں - اب بھی تیری توہین کرتا ہوں - اور تجھ پر تھوکتا ہوں - یوں -
یوں - یوں المامن یہودی اپنی نسل کی آخری یادگار کو کلیسیوں کی لعنت سے
بچائے گا “!

ایک گرجتی ہوئی آواز سُنائی دی ”قاتل - رُک جا ! “ اور ایک مسلح
شخص مجمع کو چیرتا پھاڑتا ہوا چبوترے پر جا کھڑا ہوا - لیکن وہ بعد از وقت پہنچا -
یہودی کی چھُری تین مرتبہ معصوم سینے کے آر پار ہو کر تینوں مرتبہ اس پاک اور عفیف
خون میں سُرخ ہو چکی تھی + لیلےٰ اپنے چاہنے والے کے بازوؤں میں گر پڑی
اس کی نظریں اس کے چہرے پر جو اُٹھے ہوئے خود کے نیچے درخشاں تھا جمی ہوئی
تھیں - ایک خفیف سا لطیف تبسم اس کے ہونٹوں پر کھیل رہا تھا ـــــــ لیلےٰ
تمام ہو چکی تھی +

المامن نے اپنے کشتے پر ایک چھچلتی ہوئی نظر ڈالی - اور پھر ایک وحشیانہ قہقہے کے ساتھ جو تمام علام گردشوں میں گونج اٹھا - وہ اپنی جگہ سے اچھلا۔ سرخ خنجر کو اپنے سر پر گھماتا ہوا مرعوب مجمع کو چیرتا پھاڑتا گزر گیا - اور ابھی مبہوت مقتدائے اعظم کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی تھی - کہ خاموشی میں اس کے سرپٹ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی - اور ایک لمحہ میں سکوت مزار طاری ہوگیا ؛

لیکن مور مقتول لڑکی پر جھکا ہوا تھا - اسے ابھی تک اس کی موت کے متعلق شبہ تھا - لڑکی کا سر جس پر سے سنہری زلفیں ابھی تک تراشی نہ گئی تھیں - اس کی گود میں رکھا تھا - ٹھنڈے یخ ہاتھ اس کے ہاتھوں میں تھے - اور لڑکی کا خون اچھل اچھل کر اس کی زرہ کو رنگین بنا رہا تھا ؛ کوئی مخل نہ ہوا - کیونکہ دنیائے عیسائیت کے شہسواروں کے لباس میں کسی کو اس کے اعتقاد پر کچھ شبہ نہ تھا - اور اس کی مصیبت پر سب کے دل میں یہاں تک کہ پادری کے دل میں ہمدردی کی لرزش دوڑ گئی تھی ؛ وہ یہاں کیوں آیا تھا - اس کا کیا مقصد تھا - اس کے دل میں کیا کیا امیدیں تھیں - کسی کا خیال وفور ہمدردی میں قیاس نہ کر سکتا تھا ؛ وہ چپ چاپ اور بے حس و حرکت سر جھکائے وہاں بیٹھا رہا - یہاں تک کہ ایک راہب نے بڑھ کر نبض دیکھی - کہ معلوم کرے - زندگی کی تمام امیدیں تو منقطع نہیں ہو چکیں ؛

پہلے موسئے نے رعونت سے ہاتھ ہلا کر اسے روکنا چاہا - لیکن جب اس نے راہب کا منشاء سمجھ لیا - تو درد بھری خاموشی سے اسے اپنی محبوبہ کا ہاتھ تھام لینے دیا ؛ اس کی سیاہ ملتجی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں - لیکن جب راہب نے ہاتھ چھوڑ دیا - اور آہستہ سے سر ہلا کر واپس چلا گیا - تو صرف ایک گہرا نعرۂ درد تھا - جو حاضرین کو اس دل سے نکلتا ہوا دکھائی دیا - جس میں تقدیر کا آخری خنجر دوسار ہو چکا تھا اس نے اس ملکوتی چہرے کے ابروؤں رخساروں اور ہونٹوں کو جوش سے چوما اور اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ؛

ٹومس نے قریب آکر کہا "تو یہاں کیسے آیا - اور اُس خدا اور انسان کے دُشمن کے متعلق تجھے کیا علم ہی؟" موسے نے کچھ جواب نہ دیا - اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا گرجے سے باہر نکل گیا + حاضرین کے آنسو نکل پڑے - اور ان سب نے تقریباً متفقہ طور پر کہا "چپ ہو جا اس میں تجھ کو جواب دینے کی تاب نہیں ہی"

اس طرح کے رُوح فرسا صدمہ اور عیسائی مجمع کی ہمدردی کے درمیان وہ نامعلوم مسلم دروازے تک پہنچ گیا - اپنے گھوڑے پر سوار ہوا - اور جب ایک مرتبہ پھر اس نے سر پھرایا - کہ اس شخص عمارت کو دیکھے - تو گرد کھڑے ہوئے لوگوں نے دیکھا - کہ اس کے گندمی رُخساروں پر موٹے موٹے آنسو بہ رہے ہیں +

آہستہ آہستہ سیاہ رنگ گھوڑا البندی کے گرد پھر پھر کر اترا خاموش و دل فریب باغ میں سے گزرا - اور جنگل میں غائب ہو گیا - اور پھر کبھی مُوروں یا عیسائیوں کو غرناطہ کے مردِ میدان کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا + آیا وہ اپنے آبا و اجداد کے وطن افریقہ کے ساحلوں پر صحیح سلامت پہنچ گیا - اور اُس نے نئی شہرت اور نیا نام پیدا کیا - یا علالت و مجادلہ نے اس کے مختصر مگر شاندار کارناموں کی زندگی کو گمنامی میں تمام کر دیا + یہ ایک راز ہی جو ان ہزاروں مطربوں کے تخیلات و افکار سے بھی نہیں سلجھ سکتا - جنھوں نے اس کے کارناموں کو حیاتِ جاوداں بخشی + موسے ابن ابی غازان کا مقسوم اسی لمحے سے ایک دائمی تاریکی اور ایک پُراسرار ظلمت میں پوشیدہ ہی جب غروب ہوتا ہوا آفتاب اپنی وداعی شعاعیں اس کے قامت شاہانہ اور شبدیز سیاہ فام پر ڈال رہا تھا - اور وہ بیابان کی سُنسان تاریکی میں غائب ہو رہا تھا +

فصل ششم

واپسی — بلوہ — دغا اور موت

غرناطہ کو حوالے کرنے سے ایک روز پہلے شام کا ذکر ہی۔ کہ المامن کے مکان کے تہ خانوں میں جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہی۔ تین بوڑھے یہودی جمع تھے ان میں ایک متمول اور سودخوار سوداگر تھا۔ اس کی مرطوب آنکھیں بہت جلد جلد جھپکتی تھیں۔ اور اس کی چکنی چپڑی صورت بھی اس فریب اور چالبازی کو چھپانے کے لئے ناکافی تھی۔ جو اس کی تنگ پیشانی اور خمدار ہونٹوں سے ظاہر تھی۔ وہ بولا "عزیز اور وفادار دوست شمین۔ تو نے اپنے مبتلائے محن بھائیوں کو اس خفیہ جائے پناہ میں پوشیدہ کرکے ہم پر احسان عظیم کیا ہی۔ بے شک یہ جگہ ایسی ہی۔ کہ یہاں بے دینوں کی جستجو بالکل ناکام رہ سکتی ہی! لیکن بھوک سے میرے پیٹ میں آگ لگ رہی ہی۔ تیرا خادم بھوکا بھی ہی۔ اور پیاسا بھی"۔

"اسحٰق کھا۔ خوب کھا۔ وہاں سامنے تیرے لئے تمام خوراک تیار ہی۔ کھا جا۔ اور کچھ نہ چھوڑ۔ اور تم — الیاس تم دسترخوان پر نہ آؤ گے۔ شراب پرانی اور قیمتی ہی۔ تمہیں تر و تازہ کردے گی۔"

الیاس نے جل بھن کر کہا "میری خوراک خاک اور زوفا ہی۔ انہوں نے

پیر اظفر مسمار کر دیا۔ انھوں نے میرے خرمنوں کو نذر آتش کر دیا۔ انھوں نے میرا سونا پگھلا لیا۔ میں برباد ہو گیا ہوں "۔

شمین نے کینہ ور آنکھوں سے اس کو دیکھا۔ (کیونکہ آلام اور کہنہ سالی نے اُس ایک جذبۂ ہمدردی کو بھی جو اُس میں موجود تھا۔ بُغض سے اس طرح ممزوج کر دیا تھا۔ کہ وہ جن فلاکت زدوں کو امداد دیتا۔ اور جن معذوروں کی حفاظت کرتا۔ دل ہی دل میں ان پر ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا) وہ بولا "نہیں نہیں الیاس۔ ابھی تو بندر گاہوں میں تمہاری اس قدر دولت باقی ہے۔ کہ اس سے نصف غرناطہ بآسانی خریدا جا سکتا ہے "۔

الیاس بسورتا ہوا بولا " اُسے نصاریٰ چھین لیں گے۔ مجھے ابھی سے وہ اُن کے قبضے میں نظر آ رہی ہے "۔

شمین چونکا۔ ذاتی نقصان کے فکر نے اسے خلوص سے پوچھنے پر مجبور کر دیا " کیوں یہ خیال کیوں کرتے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ "

" میری سُن! التوائے جنگ سے فائدہ اٹھا کر کل رات میں عیسائیوں کی فرودگاہ میں گیا۔ اور عیسائی بادشاہ سے ملا تھا۔ جب اسے میرا نام اور مذہب معلوم ہوا۔ تو فرطِ غیظ سے اس کی ڈاڑھی کے بال بھی ہلنے لگے۔ وہ گرج کر بولا " شیطان کے کُتّے! کیا تیرا مردار ہم مذہب المامن ساحر شاہ ہسپانیہ کو فریب دے کر اُس کی کافی توہین نہیں کر چکا؟ اس کے باعث تمہارے لیے بھی امان نہیں۔ اگر ایک لحظہ یہاں اَور ٹھہرا۔ تو تیری نعش ہوا میں جھولتی ہوئی نظر آئے گی۔ جا اور اپنی بے ایمانی سے جمع کی ہوئی دولت کا حساب کر۔ اس میں سے مناسب حصّہ لیا جائے گا۔ اور اگر تو نے ہمارے مقدس مطالبے میں ایک پیسہ کی بے ایمانی بھی کی۔ تو یاد رکھ تجھے غرقاب کر دیا جائے گا۔ اس کام کو میں گیا تھا۔ اور یہ جواب لایا۔ واپس آیا۔ تو گھر کو راکھ کا ڈھیر پایا۔ میں لُٹ گیا"۔

اسحٰق جو دستر خوان پر تنہا مگر بے کار نہ بیٹھا تھا۔ بولا " اور ہماری اس بربادی کا

باعث وہ نام نہاد یہودی المامن ہی!"

الیاس نے اپنی پتلی اور لمبی انگلیوں میں خنجر پکڑ کر کہا "کاش یہ خنجر اس دروغ گو کی گردن پر ہوتا!"

شمین آہستہ سے بولا "اس کا موقع نہ ملے گا۔ اب وہ غرناطہ کو واپس نہ آئے گا۔ گدھ اور کیڑے اُس کی نعش کو آپس میں تقسیم کر چکے ہوں گے۔ اور (خوفناک تبسم کے ساتھ دل ہی دل میں کہا) اس کے سیم وزر کا مالک ضعیف و بے اولاد شمین ہی"

اسحٰق نے دیگانگی گرم شراب کا ایک بڑا سا جام چڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تہ خانہ عجیب وغریب اور بہت دہشت ناک ہی۔ یہاں تو انڈور کی ساحرہ مُردوں کو بیدار کر سکتی ہی۔ وہ سامنے کا دروازہ کدھر کو جاتا ہی؟"

شمین نے جواب دیا "جہاں تک میں جانتا ہوں۔ ان راستوں پر میرے مالک کے سوا اور کوئی کبھی نہیں گیا۔ میں نے سُنا ہی۔ یہ راستے الحمرا تک میں جا نکلتے ہیں۔ آؤ! اچھے الیاس۔ سردی کے مارے تمہارا جسم کانپ رہا ہی۔ یہ شراب پیو"

الیاس نے کانپ کر کہا "چپ! ہمارے دشمنوں نے ہمیں آ لیا۔ مجھے قدموں کی آہٹ سُنائی دے رہی ہی"

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا۔ کہ وہ دروازہ جس کی طرف اسحٰق نے اشارہ کیا تھا۔ آہستہ سے کھلا۔ اور المامن تہ خانے میں داخل ہوا۔

اگر انڈور کی کوئی نئی ساحرہ اپنے افسوں سے مُردوں کو جلا لیتی۔ تو اُن کے ظہور پر بھی یہ تینوں اتنے خائف و متعجب نہ ہوتے۔ جیسے المامن کو دیکھ کر ہوئے۔ الیاس اپنا خنجر سنبھال کر تہ خانہ کے پرلے گوشے کی طرف چلا گیا۔ اسحٰق شراب کا جو جام چڑھانے کو تھا۔ وہ اُس کے ہاتھوں سے گر پڑا۔ اور وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا۔ صرف شمین جو ایک بھیانک سا سایہ معلوم ہوتا تھا

کسی قدر حواس برقرار رکھ سکا۔ اور مُنہ ہی مُنہ میں بڑبڑانے لگا:" یہ زندہ ہی!
اس کا مال بیرا نہیں! اس پر خدا کی مار ہو!"
المامن اپنی خلوت گاہ میں ان عجیب وغریب مہمانوں کی موجودگی سے
بظاہر بے خبر معلوم ہوتا تھا۔ وہ یوں چلا آرہا تھا جیسے کوئی نیند میں پھر رہا ہو۔
شمین اُٹھا۔ اُس دروازے کو آہستہ سے کھول دیا۔ جس سے اوپر کے کمروں کو
راستہ جاتا تھا۔ اور اپنے دوستوں کو اشارہ کیا۔ کہ وہ اس راستے سے نکل
جائیں۔ لیکن اسحٰق نے اشارہ سمجھ کر پیش قدمی کی ہی تھی۔ کہ المامن نے اپنی
ہولناک نظریں اس پر گاڑ دیں۔ اور جیسے یک لخت ہوش میں آگیا ہو۔
زور سے بولا" مردود شمین۔ یہ تو نے کس کو اپنے آقا کے خفیہ تہ خانوں میں
آنے دیا ہی۔ دروازہ بند کر۔ ان لوگوں کا مرنا ضروری ہی"۔
شمین نے سکون سے کہا" خداوندِ نعمت۔ اگر تیرے غلام نے تیری
موت کی اطلاع کو باور کرلیا۔ تو کیا وہ ملزم ہی؟ یہ لوگ ہمارے پاک مذہب سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اور میں انھیں خروباختہ اور دیوانہ ہجوم کے ہاتھ سے بچا کر
لایا ہوں۔ یہاں کے سوا کوئی جگہ عوام کے غیظ وغضب سے محفوظ رکھنے کے
قابل معلوم نہ ہوتی تھی"۔
المامن نے کہا" تم یہودی ہو؟ ہاں میں تمہیں جان گیا۔ بازار اور
منڈیوں کے لوگ ہو۔ ہاں تم بے شک یہودی ہو۔ جاؤ۔ جاؤ! میرے
پاس سے چلے جاؤ"۔
کسی مزید اجازت کا انتظار کیے بغیر تینوں غائب ہو گئے۔ لیکن تہ خانے
سے نکلنے سے پیشتر الیاس جیبں برابر المامن کی طرف بھرا (جواب پھر کسی
گہرے خیال میں غرق تھا) اور کینہ ور نظروں سے اس کو دیکھا۔ المامن تنہا تھا
شاید ایک ساعت کا چوتھا حصہ گذرا ہوگا۔ کہ شمین مالک کو دیکھنے آیا۔
لیکن تہ خانہ خالی تھا۔

غرناطہ کے بازاروں میں آدھی رات کا سماں تھا۔ لیکن سکون وخاموشی کا نام نہ تھا۔ جمہور کے جذبات اس خیال سے کہ آئندہ روز صبح کو وہ علیسائی دشمن کی رعایا بننے والے تھے غم وغصے کے جنون میں مشتعل ہوگئے تھے۔ اور بیس ہزار کے قریب آدمی گھروں سے نکل نکل کر کوچہ و بازار میں جمع ہوگئے۔ خوفناک اور طوفانی رات تھی۔ اور ہوا کے ان تیز وتند جھونکوں نے جو یک لخت سردی ہوجانے پر سیرا نوادا کے برفانی علاقے سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جھومتے ہوئے درختوں اور پیچیدہ گلیوں میں شور قیامت برپا کر رکھا تھا۔ طوفان گویا عناصر کی موانست کے باعث عوام کے جوش وخروش کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ فانوں کے مارے ہوئے مُور شعلیں اور اسلحہ گھماتے ہوئے انسان تو نہیں البتہ سائے یا غول بیابانی معلوم ہو رہے تھے۔ تظاہران کا کوئی خاص مقصد معلوم نہ ہوتا تھا۔ وہ فقط اپنے ہیجان کو ظاہر اور کرہ ارض کی تمام اندیشناک طاقتوں کو بیدار کرنے کے لئے ویران شہر میں گھوم رہے تھے۔

دیوار مبلا کے وسیع صحن میں یہ جم غفیر تھم گیا۔ دوسرے تمام امور کے متعلق تو وہ مذبذب تھے۔ مگر کم از کم اس ایک امر کے متعلق سب کا عزم مصمم تھا۔ کہ غرناطہ کے لیے کچھ نہ کچھ ابھی ہونا چاہیئے۔ وہ زیادہ تر موری انداز سے مسلح تھے۔ لیکن ان کا سردار کوئی نہ تھا۔ کوئی امیر قاضی یا سردار خواب میں بھی یہ نہ سوچ سکتا تھا۔ کہ فرڈی نینڈ سے عارضی صلح کر کے جو مہلت ملی تھی۔ اس میں کسی فضول معرکے سے خلل انداز ہو۔ گو یہ محض عوام کی شورش یا جمہور کا جنون تھا۔ لیکن کچھ کم ہیبت ناک نہ تھا۔ کیونکہ یہ مشرقی لوگوں کا ہجوم تھا۔ تلواروں اور تیروں سے مسلح۔ ڈھال اور زرہ سے محفوظ۔ وہ ہجوم جس نے مشرقی سلطنتوں کو بنایا اور بگاڑا ہے۔ اس وسیع میدان میں جو کبھی عربی اور افریقی شجاعت کے کھیلوں اور مقابلوں کا شاہد رہ چکا تھا۔ اور جہاں چند روزہ بادشاہ جان نثار اور فلکنج فوجوں کا معائنہ کیا کرتے تھے۔ یہ مایوسی سے بھرے ہوئے لوگ جمع ہوگئے

پُرشور ہوا کے جھونکے ان کی مشعلوں کو جو اندھیری رات کی تاریکی سے برسرِ پیکار تھیں دقفِ اضطراب کر رہے تھے ؛

ہجوم میں سے ایک شخص نے کہا "آؤ - چلو الحمرا پر دھاوا کر دیں - ابوعبداللہ کو پکڑ کر اپنے درمیان کھینچ لائیں - اور پھر عیسائیوں پر حملہ کر دیں - جو اس وقت نہایت تمکنت سے آرام کر رہے ہیں "؛

ہجوم نے نعرے لگانے شروع کیے " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلید وہلال" ! شور تمام ہوا - تو یک لخت میدان کے ایک کنارے سے آواز آئی - جس سے کان کبھی آشنا تھے - اور جو کبھی دلوں کو لرزا دیا کرتی تھی ؛

جن مُوروں نے اس آواز کو سُنا - وہ مرعوب و متحیر ہو کر پھرے - تو اُس بلند پتھر پر جس پر سے نقیب و مؤذن شاہی فرمان سُنایا کرتے تھے درویش المامن کی شکل نظر پڑی - جسے تمام مُردہ سمجھے بیٹھے تھے ؛

اس نے بہت متین مگر دل خراش آواز سے کہا "غرناطہ کے باشندو اور مُورو - میں ابھی تک تمہارے ساتھ ہوں - تمہارے فرماں روا اور بطل تمہیں چھوڑ گئے - لیکن میں آخری دم تک تمہارے ساتھ ہوں + الحمرا کو نہ جاؤ قلعہ ناقابلِ تسخیر ہے - اور محافظ سپاہی وفادار - رات ضائع ہو جائے گی - اور دن عیسائی فوج کو تم پر لئے آ رہا ہے - دروازوں کی طرف بڑھو - ویگا میں اُترو - اور یک لخت دشمن پر جا پڑو "؛

یہ کہا اور اپنی تلوار سونت لی - جو مشعلوں کی روشنی میں جگمگا اُٹھی - موروں نے جوش کی حالت میں احترام سے سر جھکا دیئے + درویش پتھر سے نیچے اُترا - اور ہجوم کے مرکز میں چلا گیا ؛

ایک مرتبہ پھر نعرہ ہائے مسرت بلند ہوئے - جمہور کو اپنے جوش و خروش کے منشا کے مطابق ایک رہنما مل گیا تھا - وہ جلدی سے صف آرا ہو گئے - اور تنگ گلیوں میں سے سیلاب کی طرح گزرنے لگے ؛

راستے میں بہت سے غارت گروں (شہر کے بدمعاشوں اور ذلیل لوگوں کی شرکت سے ان کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہو گیا۔ اور بے دین (مسلمانوں سے مراد ہی شاید!) افواج قلعہ کے اُس دروازے سے جس سے نکل کر وہ دشمن پر حملہ آور ہوا کرتی تھیں۔ صرف چند فرسنگ دُور رہ گئی + اور اگر دُور دروازے سے گزر کر عیسائی خیمہ گاہ تک پہنچ جاتے۔ جو نیند اور بے فکری کی حالت میں مست تھا۔ تو شاید یہ بیس ہزار بپھرے ہوئے نااُمید لوگ غرناطہ کو بچا لیتے اور ہسپانیہ آج تک اس واحد متمدن سلطنت کا جو محمد صلعم کے پیروؤں نے قائم کی تھی۔ مالک ہوتا:-

لیکن ابو عبداللہ کا ستارہ گردش میں تھا۔ اہل شہر کے تمرد کی خبر اس کے کانوں تک پہنچ گئی۔ شہر کے حصۂ زیریں سے دو ضعیف شخص الحمرا میں گئے۔ مطالبہ کر کے باریابی حاصل کی۔ ابو عبداللہ پر ان کی ملاقات کا ناگہانی اثر ہوا + اس نے خیال کیا۔ کہ عوام کی بغاوت فرڈی نینڈ کے لئے التوائے جنگ کے شرائط کی خلاف ورزی شہر کے انہدام اور باشندوں کی بیخ کنی کا معقول عذر بن سکتی ہے + اپنی رعایا کے متعلق جذبۂ رحم سے متاثر ہو کر نیز اس خیال کی تحریک سے کہ اس کا شاہی ناموس التوائے جنگ کے متعلق عہد پر قائم رہنے کا مقتضی ہے وہ ایک مرتبہ پھر اپنے نقرے گھوڑے پر سوار ہوا۔ دو ضعیف شخص جو اس کے ہم رکاب تھے۔ اور خاصہ کا دستہ بھی اس کے ساتھ ساتھ الحمرا سے روانہ ہوا + قرنا کا شور۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کا غل۔ اور نقیبوں کی صدائیں یکے بعد دیگرے ہجوم تک پہنچیں۔ اور ابھی انھیں اپنے راہِ عمل کے متعلق کوئی تصفیہ کرنے کی مہلت بھی نہ ملی تھی۔ کہ بادشاہ ان کے درمیان جا پہنچا:-

ابو عبداللہ گھوڑے کو مہمیز کر کے ہجوم میں گھس گیا۔ اور کہنے لگا "میری رعایا! یہ کیسا جنون ہے۔ تم کہاں جا رہے ہو؟"

ہزاروں زبانوں سے یہی جواب ملا "عیسائیوں کے مقابلے کو" لوگوں کے

مقلبے کو! ہمارا رہنما بن کر ہمیں لے چل۔ درویش مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور تیرے دائیں پہلو پر رہے گا"

بادشاہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ اور کہا "افسوس تم عیسائی بادشاہ پر حملہ کر رہے ہو! یاد رکھو۔ ہمارے یرغمال اُس کے ہاتھوں میں ہیں۔ یاد رکھو۔ غرناطہ کو تودۂ خاک بنا دینے کے لیے۔ اور تم کو اور تمہاری اولاد کو تہ تیغ کرنے کے لئے اُسے اس سے اچھا حیلہ نہ ملے گا۔ ہم نے جو صلح نامہ مرتب کیا ہے۔ اُس کی شرائط ایسی ہیں۔ کہ کبھی دو دشمنوں کے درمیان قرار نہیں پائیں۔ تمہاری جانیں۔ تمہاری شریعت۔ اور تمہارا مال و متاع سب کچھ بچ گیا۔ ابوعبداللہ کے تاج کے سوا اور کچھ نہیں گیا۔ صرف مجھے نقصان ہوا ہے۔ ہونے دو میرا طالع نحس تم پر بھی بربادی لایا۔ میرے بعد تم پھر سرسبز ہو جاؤ گے۔ شاید پھر ایک بڑی قوم بن جاؤ گے۔ آج مقسوم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو۔ تاکہ کل اس کی مایۂ ناز عنایات حاصل کر سکو۔ مطیع ہونا مسخر ہونا نہیں ہے۔ لیکن عیسائیوں کے مقابلے میں گئے۔ اور ایک جنگ میں فتح یاب بھی ہوئے۔ تو پھر اس سے زیادہ ہولناک جنگ کا سامنا ہو گا۔ شکست کھائی تو باعزت متابعت نہیں۔ بلکہ استیصال یقینی ہے۔ جس کی طرف تم دوڑے چلے جا رہے ہو۔ مان جاؤ اور ایک مرتبہ پھر اپنے بادشاہ کا مشورہ سُن لو۔

ہجوم پر اثر ہوا۔ لوگ نرم پڑ گئے۔ اور نیم قائل ہو گئے۔ انھوں نے خاموشی سے درویش کی طرف دیکھا۔ لیکن اس درخواست پر الماس ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ بلکہ بادشاہ کے روبرو کھڑا تھا۔

بلند آواز سے بولا "شاہ غرناطہ! اپنے دوست کی طرف دیکھ! اپنے پیشین گو کی طرف دیکھ! میں تجھے فتح کا یقین دلاتا ہوں"

ابوعبداللہ نے بات کاٹ دی "خاموش! تو بہت عرصہ مجھے فریب اور دغا دے چکا! مُورو! تم اس جعلی درویش کو جانتے ہو؟ یہ مذہب اسلام سے

کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ یہ اسرائیلی کتا ہے۔ تمہارے نفس و اموال کو نیلام کر رہا ہے۔ تمہیں سب سے بڑی بولی دینے والے کے ہاتھ فروخت کر دے گا"

المامن نے چلا کر کہا "ہا! اور مجھ پر الزام لگانے والا کون ہے؟"

"دیکھ تیرا نوکر!" ان لفظوں پر خاصہ کے سپاہیوں نے اپنی مشعلیں اونچی کیں۔ اور ان کی سرخ روشنی شمین کے مرونی چھائے ہوئے خال و خط پر پڑنے لگی:

دغاباز بولا "اے دنیا کے نور۔ اور یہودی بھی اس کو جانتے ہیں"

بادشاہ نے بلند آواز سے کہا "اے رسول کی اُمّت! تم ایک یہودی کو اپنا رہنما بنانے کی ذلّت گوارا کر لو گے؟"

ہجوم پریشانی اور تحیّر کے عالم میں کھڑا اٹھا۔ المامن سمجھ گیا۔ کہ اس کا وقت آخر آپہنچا۔ وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے۔ اور سر اونچا تھا:

ابو عبداللہ نے موقع سے فائدہ اٹھانے کو کہا "کیا اس ہجوم میں موسے کی کسی قوم کے کچھ لوگ ہیں؟ ہیں تو انھیں یہاں آنے دو۔ کہ جو کچھ انھیں معلوم ہے۔ اس کی بنا پر تصدیق کریں" ایک شخص آگے بڑھا۔ ہجوم میں سے نہیں بلکہ شاہی سواروں کے زمرے میں سے۔ وہ ایک مشہور یہودی تھا:

الیاس نے زمین دوز سلام کر کے کہا "اس خونی اور دغاباز شخص کو ہم اپنے زمرے سے خارج کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہمارے ہی مذہب سے تھا"

بادشاہ نے بلند آواز سے کہا "جعلی درویش بول! کیا تو گونگا ہے؟"

المامن نے تندی سے کہا "غبی احمق۔ تجھ پر لعنت نازل ہو! تجھے اس شخص کی ذات سے کیا غرض۔ جب تجھے تیرے تخت پر بحال کر دیا؟ ہاں میں جس نے تیری مجالس و آراء پر حکومت کی ہے۔ تیری افواج کی رہنمائی کی ہے میں آلِ یوشع و اسمٰعیل سے ہوں — اور ربّ الافواج المامن کا خدا ہے!"

اس انبوہ کثیر میں ایک لرزش دوڑ گئی۔ لیکن اس شخص کی نظروں۔ اس کے انداز اور اس کی آواز نے سب کو مرعوب کر دیا تھا۔ اس پر کسی شخص کا ہاتھ نہ اُٹھا۔ وہ اس وقت بھی بلا خوف تعرض ہجوم میں سے گزر سکتا تھا۔ وہ اپنے پُر جوش جذبات اور عذاب آمیز آلام کو ساتھ لے کر دوسرے ممالک کو جا سکتا تھا۔ لیکن زندہ رہنے کی آرزو اس میں باقی نہ رہی تھی۔ وہ صرف اپنے سادہ لوح شکاروں پر لعنتیں بھیجنے اور مر جانے کا آرزومند تھا۔ اس نے توقف کیا۔ چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر ایک تلخ اور رعونت آمیز قہقہہ لگایا۔ ایسا قہقہہ جو دُنیا کے مبتلائے ترغیبات افراد کو تحت الثریٰ کے تاریک ایوانوں سے ابلیس کے مُنہ سے نکلتا ہوا سُنائی دیا کرتا ہے۔

وہ بولا "ہاں۔ میں ایسا ہی ہوں۔ میں تمہارا صنم اور خداوند تھا۔ مجھے مار ڈالو۔ مگر مر کر میں تم پر فتحمند ہوں گا۔ عیسائی اور مسلمان یکساں میرے دُشمن تھے۔ میں دونوں کو روند کر ان پر سے گزرتا۔ لیکن عیسائی تم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ اس نے مجھ سے خوشگوار باتیں کیں۔ میں تمہیں اُس کی قوت کے ہاتھ فروخت کر ڈالتا۔ لیکن وہ تم سے زیادہ بد معاش تھا۔ اس نے مجھے دغا دی۔ میں اسے کچل ڈالتا۔ تاکہ دوبارہ ان بے جان پُتلیوں کو جنھیں تم اپنا سردار کہتے ہو۔ فریب دوں اور ان پر حکومت کروں لیکن جن لوگوں کی خاطر میں نے جاں فشانیاں کیں۔ جد و جہد کی۔ گناہ کئے جن پر میں نے آرام و آسائش نثار کیا۔ ہاں۔ اور ایک بیٹی۔ ایک بیٹی کا لہو بھی قربان کیا۔ اُن ہی نے مجھے دغا بازی سے تمہارے ہاتھ میں گرفتار کرا دیا۔ زمانۂ قدیم کی لعنت مدام ان پر باقی رہے۔ راز فاش ہو گیا۔ الماسن درویش اسحٰق یہودی کا فرزند ہے"

اور بھی بولتا۔ لیکن لوگوں پر سے سحر ٹوٹ گیا تھا۔ ہجوم کی زندہ موجیں دہشت ناک نعرے لگا کر اس دُرشت خو مذہبی مجنوں پر ٹوٹ پڑیں۔ چھے خنجر

اس کے جسم کے آر پار ہو گئے۔ مگر وہ نہ گرا۔ ساتویں وار پر وہ نعش تھا۔ قدموں میں روندا گیا۔ ہوا میں اُچھالا گیا۔ اس کا عضو سے عضو جُدا کیا گیا۔ اور اس سے پیشتر کہ انسان تو سانس لے سکے پارہ پارہ اور خاک آلود مضغۂ گوشت میں انسانی شکل وصورت کا نام ونشان بھی نہ تھا +

ہجوم کا غیظ وغضب فرو کرنے کے لئے۔ ایک شکار کافی تھا۔ پھر وہ اُن وحشی درندوں کی طرح جن کی گرسنگی رفع ہو گئی ہو۔ اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ اس نے ان کو فوری انتقام لینے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی تھی مگر ناکام رہا تھا۔ وہ اب بے دم اور زرد رُو تھا۔ اور ان شدید جذبات کے اظہار پر لرز رہا تھا جنھیں خود اُس نے برانگیختہ کیا تھا + اس نے لڑکھڑاتی زبان سے کچھ فہمائش کی اور نصیحت کے چند الفاظ کہے۔ گھوڑے کا مُنہ موڑا۔ اور محل کا راستہ لیا +

ہجوم منتشر ہو گیا۔ لیکن لوگ ابھی اپنے گھروں کو نہ گئے۔ المامن کے جرم کا خمیازہ اس کی ساری قوم کو بھگتنا پڑا۔ بعض لوگ یہودیوں کے مقاماتِ بود وباش کی طرف گئے۔ اور اُن کو آگ لگا دی۔ بعض المامن کے مکان کی طرف جو سب سے الگ تھا روانہ ہوئے +

شمین بادشاہ سے رُخصت ہو کر ہجوم سے پہلے پُہنچ گیا تھا۔ اسے گمان بھی نہ تھا۔ کہ عوام کے غیظ وغضب کا اس قسم کا نتیجہ نکلے گا۔ اور وہ جلدی سے اُس گھر کو روانہ ہو گیا تھا۔ جسے بالآخر وہ اب اپنا سمجھنے لگا تھا + وہ اپنے مقتول آقا کے خزانے میں پہنچا ہی تھا۔ درخشاں جواہرات اور سونے کی بڑی بڑی اینٹیں اس کی آنکھوں کو دعوتِ نظارہ دے ہی رہی تھیں۔ اور اس کے حریص دل نے بآوازِ بلند کہا ہی تھا "اور یہ میرے ہیں!" کہ اس نے دیوار کے نیچے ہجوم کا شور وغل سُنا۔ اور دریچوں میں سے ان کی مشعلوں کی روشنی دیکھی + وہ بہتیرا چیختا چلاتا رہا "میں نے ہی المامن کا راز فاش کیا تھا +

لیکن تند ہواؤں میں اس ہجوم پر جس کے کان غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے الفاظ رائگاں گئے۔ دھوئیں اور شعلوں کے باعث وہ کمرے سے باہر آیا۔ ہجوم کے سامنے نکل پڑنے سے خائف تھا جیس نے خزانے کی بیش قیمت اشیاء اپنے اوپر لادلیں۔ سیڑھیوں سے اترا۔ اور خفیہ تہ خانے کی طرف چلا۔ کہ یک تخت چھت جسے شعلوں نے چھید ڈالا تھا۔ گر پڑی اور دھوئیں کے دھندلے کفن میں سے سکرات موت کی چیخ نکلی۔ تو آگ زیادہ تیزی و تندی سے بھڑک اٹھی۔

غرناطہ میں موری خاندان کی شب آخر کے اہم واقعات یہ تھے۔

فصل ہفتم

اختتام

غرناطہ پر صبح نمودار ہوئی۔ لوگ گھروں کو جا چکے تھے۔ ان مقامات میں جہاں گزشتہ بلوے میں آگ لگائی گئی تھی۔ ابھی تک چھتوں کے گرنے اور موسم گرما بسر کرنے کے شہ نشینوں کی ہلکی اور خوشبودار لکڑی تڑقنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ باقی تمام کوچہ و بازار پر سکوت مزار طاری تھا۔ خوش قسمتی سے غرناطہ کے مکانات اس طرح بنے تھے۔ کہ وسیع باغات ایک مکان کو دوسرے سے جدا کرتے تھے۔ یہ امر آگ پھیلنے میں مانع ہوا۔ لیکن لوگ خطرات سے ایسے بے پروا تھے۔ کہ ایک شخص بھی انجام دیکھنے کو نہ ٹھہرا۔ کبھی کبھی کوئی مصیبت زدہ شخص یہودیوں کی عبا میں اپنے مکانوں کے کھنڈروں کے قریب جھکا ہوا اُن رُوحوں کی طرح دکھائی دے جاتا تھا۔ جو بقول فلاطوں قبروں میں اپنے گلتے سڑتے جسموں کو بیٹھی تکا کرتی ہیں۔ دن نکل آیا۔ اور آفتاب سرما کی شعاعوں نے شب گزشتہ کے بادلوں کو تبسم میں اُڑا دیا۔ اور دینل اور ڈارو کی مہکتی ہوئی موجوں سے خوشی کی کھیلنے لگیں۔

ایک جھروکے میں جس کے روبرو شاندار منظر تھا۔ مُوری بادشاہوں کا آخری فرد اکیلا کھڑا تھا۔ اس نے فلسفے کے جتنے اسباق پر محنت کی تھی۔ اُن کی امداد سے تسکین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

بادشاہ نے اپنے خیال میں سوچا "ہم بادشاہ کون ہیں۔ کہ اس عالم کو اپنے
آپ سے بھر دیں؟ میرے تخت کے انہدام کے دھماکے سے کرۂ ارض گونج رہا ہے
یہ آواز زندہ رہ کر ان نسلوں کے کان تک پہنچے گی۔ جو ابھی پیدا نہیں ہوئی ہیں۔
لیکن میں نے کیا کھویا؟ کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو میری راحت و مسرت کے لئے ضروری
تھی۔ اس کے سوا کچھ نہیں جو میری تباہی کی بنیاد تھی جس نے میری زندگی کو مفلوج بنا دیا
تھا۔ کیا اب زمین و آسمان۔ خیال و عمل۔ یا انسان کے خواب و خور کے نسبتاً
زیادہ مادی تعیشات۔ یعنی عوام کی معمولی و ارزاں خواہشات سے میں کم لطف
اندوز ہونگا؟ تو پھر میرے دل ہمت کر۔ زندگی کی یکساں روانی میں کوئی تغیر
پیدا کرنے کے لئے غم و مسرت کے کئی گہرے جذبات ابھی باقی ہیں۔

وہ ذرا رک گیا۔ اس کی نظر موسئے ابن ابی غازان کے اجڑے ہوئے
محل کے اداس میناروں پر پڑی۔

بادشاہ نے پھر سوچا "تیرا خیال درست تھا۔ بہادر شخص! تیرا خیال درست تھا۔
ابو عبداللہ پر ترس نہیں آتا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اپنی موت اس کے قبضے میں
ہر انسان کی روح اپنے مقسوم سے خالی رہی۔ شکوہ و عظمت اسی زندگی میں ہے۔
جو اپنے راستے میں گرنے والے کھنڈروں میں سے سربلندی کے ساتھ گزر جائے"
وہ مڑا تو اس کے چہرے کا رنگ یک لخت اڑ گیا۔ اسے نیچے صحن میں سُموں کی
ٹاپ اور تیاریوں کی کھاکھیوں کا شور سنائی دیا۔ یہ اس کی رخصت کی ساعت
تھی۔ اس کا فلسفہ غائب ہو گیا۔ منہ سے بلند نعرۂ درد نکل گیا۔ اس کا وزیر اور
خاصہ کا افسر اس کی تنہائی میں رخنہ انداز ہوا۔ آخر وہ پھر کمرے میں واپس آگیا۔
ضعیف وزیر نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ مگر آواز اس کے حلق سے نہ نکل سکی۔
ابو عبداللہ نے سکون کے ساتھ کہا "تو رخصت کا وقت آپہنچا۔ پھر یونہی
سہی۔ محل اور قلعہ دشمن کے حوالے کر۔ اور اپنے دوست سے جواب تیرا بادشاہ
نہیں رہا۔ اس کے نئے گھر میں ملاقات کر۔"

اس نے جواب کا انتظار نہ کیا۔ بلکہ جلدی سے چل دیا۔ صحن میں اُترا
گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور ایک مختصر و ملول جماعت کے ساتھ اس دروازے میں
سے گزرا۔ جس کے باقیات میں سے آج تک ایک منہدم اور سیاہ پڑا ہوا بُرج
موجود ہے۔ اور جس پر انگور اور عشق پیچاں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں + وہاں سے غمگین
و ملول اُن باغوں میں سے الگ تھلگ گزرا۔ جو اب وکٹر عقیدے کی خانقاہ سے
متعلق ہیں + جب اس نے اس پہاڑی کا جو اُن باغات کے اوپر سے نظر آتی
تھی۔ نصف حصہ طے کر لیا۔ تو اسے ہسپانی اسلحہ کی چمک نظر پڑی + جو فوج
قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر سے معقول انضباط اور
گہری خاموشی کے ساتھ گزر رہی تھی +

ہراول کا افسر اسقف ادیلا ایک برف سے سفید گھوڑے پر جا رہا تھا۔ اور
اس کے پیچھے برہنہ پا راہبوں کی ایک لمبی قطار تھی + ابو عبداللہ قریب آیا تو
وہ تھم گئے۔ اور ثقہ صورت پادری نے ایک ایسے انداز میں اس کو سلام کیا۔
جیسے وہ کوئی ملحد اور کمتر درجے کا شخص ہے + خودداری کے اس احساس سے جو عالی
مرتبہ اشخاص میں عموماً اور اُفتادہ لوگوں میں خصوصاً بہت تیز ہوتا ہے ابو عبداللہ
متاثر ہوا۔ مگر اسقف کے کبر و غرور پر اپنی ناخوشی ظاہر نہ ہونے دی + اس نے
آہستہ سے کہا " اے عیسائی جا! الحمرا کے دروازے کھلے ہیں۔ اور اللہ نے
محل اور شہر تمہارے بادشاہ کو بخشے ہیں + شاید اس کے اوصاف ابو عبداللہ
کی کوتاہیوں کی تلافی کریں " یہ کہہ کر اور جواب کا انتظار کئے یا دائیں بائیں
دیکھے بغیر بادشاہ آگے بڑھ گیا۔ ہسپانی بھی اپنے راستے پر چل کھڑے ہوئے
آفتاب پہاڑوں پر بخوبی طلوع ہو چکا تھا۔ کہ ابو عبداللہ اور اُس کے ہمراہیوں
نے بلندی سے ہسپانیہ کے تمام لشکر گاہ کو دیکھا۔ اور اُسی وقت گھوڑوں کی
ٹاپوں اور ہتھیاروں کی جھنکاروں سے زیادہ بلند عقیدت مندی کا گیت
دو ٹی ڈے ام " سنائی دیا۔ جو شان دار و درخشاں جھنڈوں کے کھولنے سے

پہلے گایا جا رہا تھا۔ خود ابو عبداللہ اب تک گم سم تھا۔ مگر اس نے اپنے ہمراہیوں کی سسکیاں، اور نعرہ ہائے درد سُنے۔ وہ ان کی تشفی کرنے یا انھیں ملامت کرنے کو ان کی طرف متوجہ ہوا۔ تو دیکھا کہ اس کے اپنے مینار دیدبان پر جس کی شفاف و فروزاں سطح پر آفتاب اپنے پُورے جلال سے چمک رہا تھا ہسپانیہ کی نقرئی صلیب نصب ہی۔ اس کے الحمرا پر دشمن قابض ہو چکے تھے۔ اور جنگ مقدس کے نشان کے علاوہ اس پر سینٹ یاگو کا (جو ہسپانی شجاعت کا مسلمہ مربی تھا) شوخ و خوش رنگ علم بھی لہرا رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر بادشاہ کی آواز اندر ہی دب کر رہ گئی۔ اس نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ منحوس رسوم کو حتی الامکان جلد ادا کرنا چاہتا تھا اور اُس نے اُس وقت تک رفتار کم نہ کی کہ وہ فوج کی اگلی صفوں سے صرف تیر کی زو پر رہ گیا۔ عیسائی جنگوں نے کبھی اس سے زیادہ پُر شوکت و مؤثر نظارہ پیش نہ کیا تھا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی عظیم الشان فوج کی تاباں و فروزاں صفیں۔ جن کی برچھیاں سورج کی روشنی میں چمکتی تھیں۔ اور علم آراستہ پیراستہ تھے۔ نظر آتی تھیں۔ اور پہلو میں ناچتی ہوئی۔ بہکتی ہوئی اور دمکتی ہوئی نقرئی زینل کا خنداں پانی رواں تھا۔ اور اس امر سے بے نیاز تھا کہ کون سا مالک اپنے مختصر زمانہ اقتدار کے لئے اس کی مستقل روش کے شگفتہ ساحلوں پر قابض ہوتا ہی۔ غنیم کی فوج کا بہترین حصہ ایک چھوٹی سی مسجد کے قریب ٹھہر گیا۔ سلسلۂ رہبانیت کے مجتہدین عظام اور اس دربار کے امرا اور شہزادوں کے جھرمٹ میں جو شارلے مین کے سُورماؤں کے لئے باعثِ رشک تھے، شاہ فرڈی ننیڈ بہ نفس نفیس موجود تھا۔ اور اُس کے دائیں طرف ملکہ ازابیلا اور ہسپانیہ کی عالی نژاد خواتین تھیں۔ جن کے خوش رنگ ملبوسات اور درخشاں جواہرات طرہ دار خودوں اور مجلے زرہوں کی درشت و کرخت شوکت کے مقابلے میں شان تضاد پیدا کر رہے تھے۔

شاہی زمرے سے اتنے فاصلے پر ابوعبداللہ رُک گیا۔ کہ نظر آسکتا تھا + اپنے چہرے کو ایسا بنا لیا۔ کہ اس کے دلی جذبات آشکارا نہ ہونے پائیں۔ اور اپنے مغرور فاتح سے ملنے کے لئے اپنی مختصر جماعت رفقا سے کچھ آگے بڑھا + عبداللہ کا فرزند اپنی شان وشکوہ اور انداز میں کبھی یوں بادشاہ نہ معلوم ہوا تھا + اس کی شاہانہ صورت سنہری بال اور بارعب دل فریب حُسن دیکھ کر جسے عالم شباب اُدھر بھی اثر انگیز بنا رہا تھا۔ اس بہادروں اور حسینوں کے مجمع میں ایک دردمند توصیف وثنا کی لہر دوڑ گئی + فرڈی نینڈ اور ازابیلا آہستہ آہستہ بڑھے کہ اپنے پرانے رقیب اور نئے مطیع سے ملیں + ابوعبداللہ گھوڑے سے اُتر جاتا۔ لیکن شاہ ہسپانیہ نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔ اور کہا بادشاہ اور بھائی! اپنے رنج وغم کو بھلا دے۔ اور خدا کرے کہ ہمارے دوستانہ تعلقات ان انقلابات کا نعم البدل ہوں۔ جن کے مقابلہ میں تو نے ایک جواں مرد اور حکمراں کی طرح جد وجہد کی۔ انسانی مساعی کا مزاحم ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر براضی برضائے الٰہی ہوگیا "+

ابوعبداللہ نے اس تلخ مگر بلا ارادہ تحسین جگر خراش کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے سر جھکا دیا۔ اور ایک لمحہ چُپ رہا۔ پھر اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا + اس کے چار افسر آگے بڑھے۔ اور فرڈی نینڈ کے قریب دوزانو ہوکر ایک نقرئی ڈھال پر شہر کی کنجیاں پیش کیں +

پھر ابوعبداللہ نے کہا " اے بادشاہ! اس آخری قلعے کی کنجیاں قبول کر جو افواج ہسپانیہ کی مزاحمت کرتا رہا ہے + مسلمانوں کی سلطنت مٹ گئی۔ غرناطہ کا شہر اور اس کے باشندے اب تیرے ہیں۔ تیری شجاعت کے سامنے سر جھکا کر وہ تجھ سے رحم کے متوقع ہیں "+

فرڈی نینڈ بولا " ان کا رویہ درست ہے۔ ہم اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ لیکن چونکہ ہم موُر جواں مردوں کی تکلف پسندی سے واقف ہیں

اس لئے غرناطہ کی کنجیاں بجائے ہمارے نازک ہاتھوں کے حوالے کی جائیں گی"۔
یہ کہہ کر فرڈی ننیڈ نے کنجیاں ازابیلا کو دے دیں۔ وہ چند تسلی آمیز الفاظ سے
ابو عبداللہ کی دلداری کرتی۔ لیکن ملکہ اور بہادر عورت ہونے کے باوجود اس وقت
کے جذبات اضطراب اس کی برداشت سے باہر تھے۔ چنانچہ جب اس نے
مفتوح حکمراں کے زرد و ساکن چہرے پر نظر ڈالی تو اس کے آنسو نکل پڑے۔
اور اس کی آواز مُنہ ہی مُنہ میں رہ گئی۔ ابو عبداللہ کے چہرے پر ہلکی سی سُرخی دوڑ
گئی۔ اور فرا دیر کو ایک سراسیمہ سکوت چھا گیا۔ جسے آخر مُور ہی نے توڑا۔
اس نے ملول و مؤثر شاہانہ انداز سے کہا "حسین ملکہ! تو اس دل کو نہیں
دیکھ سکتی جسے تیری فیاضانہ ہمدردی متاثر و مطیع کر رہی ہے۔ یہ تیری آخری
مگر کچھ کم شاندار فتح نہیں ہے۔ لیکن میں تم سب کے لئے باعثِ تاخیر ہو رہا
ہوں۔ تمہارا سرورِ فتحمندی میری موجودگی سے مکدر نہیں ہونا چاہیئے مجھے رخصت کی اجازت دی جائے"
نیک ملکہ نے آنسوؤں کے درمیان آہستہ سے اپنے شوہر بادشاہ سے کہا
"ہُم تبدیلِ مذہب کے مبارک امکان کا اشارہ نہ کریں؟"
بادشاہ نے جو خود اس ملال انگیز ملاقات کو تمام کرنے کا خواہش مند تھا
اسی طرح آہستہ سے کہا "ابھی نہیں! سینٹ جاگو کا واسطہ۔ اس وقت نہیں"۔
پھر بلند آواز میں بولا "میرے بھائی جا۔ خوش بختی تیرے ہمرکاب ہو"۔
ابو عبداللہ کے چہرے پر ایک تلخ تبسم نمودار ہوا۔ اس نے چپ چاپ تکلف
سے ملکہ اور بادشاہ کو نہایت مودبانہ سلام کیا۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔
سپاہ کو پیچھے چھوڑ کر وہ اس راستے پر بڑھنے لگا۔ جو اس کے نئے علاقہ حکومت
الفجارہ کی طرف جاتا تھا۔ جب مور سواروں کا گروہ درختوں کی آڑ میں چھپ گیا۔
تو فرڈی ننیڈ نے سپاہ کو بڑھنے کا حکم دیا۔ اُسی وقت قرنا و جلاجل کی آواز
مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی۔
ابو عبداللہ گھوڑے کو مہمیز کر کے ہوا ہو گیا۔ اور آخر اُس کا بے دم گھوڑا

اس گاؤں پر جا کر ٹھہر گیا۔ جہاں اس کی ماں۔ اس کے غلام اور اس کی باوفا امینہ (جنھیں پہلے ہی روانہ کر دیا گیا تھا) اس کی منتظر تھی + انھیں ساتھ لے کر اس نے بلا توقف اپنا حسرت انگیز سفر شروع کر دیا +

وہ اس بلندی پر چڑھے۔ جہاں سے البجارہ کو جانے کا درہ پڑتا ہے۔ تو اس کی چوٹی پر سے غرناطہ کی وادی۔ دریا اور مینار اپنے پورے شکوہ و جلال کے ساتھ انھیں نظر آئے + سب کے سب یک لخت خود بخود تھم گئے + اور ہر آنکھ اس محبوب ترین منظر کی طرف متوجہ ہو گئی + مجبور و معذور جنگجوؤں کی پرحرکت غیرت مندی پر۔ اس وطن کے لطیف و نازک تصورات پر جو سرزمین اجداد اور گہوارۂ طفلی تھا۔ ہر ایک کا دل بھر آیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے + دفعتاً دور بالاحصار پر سے توپوں کی سلامی کی آواز اٹھی۔ اور شفاف دریا۔ اور سورج سے روشن وادی پر پھیل گئی + تمام آوارۂ وطن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے + سوختہ اختر بادشاہ کے دل پر چوٹ لگی۔ اس کا دل جو مشرقی رعونت اور فلسفہ جبریہ سے تسلی حاصل کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ بے قابو ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور اس نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا +

اس وقت اس کی ماں نے اسے نفرت و حقارت کی نظروں سے گھور کر دیکھا۔ اور ان نا واجب اور مشہور الفاظ میں ملامت کی۔ جو تاریخ میں محفوظ ہیں " ہاں جس چیز کو مردوں کی طرح بچا نہ سکا۔ اس پر عورت کی طرح آنسو بہا "+

ابو عبداللہ نے شاہانہ طیش سے سر اٹھایا۔ لیکن اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا۔ کہ کسی نے اس کا ہاتھ محبت سے دبا لیا ہے۔ اور اس نے پھر کر دیکھا۔ تو امینہ کو اپنے پہلو میں پایا +

کنیز بولی "ابو عبداللہ کچھ پروا نہ کر۔ اس کے کہے کا کچھ خیال نہ کر اس مصیبت میں تو مجھ کو جتنا عالی نظر آ رہا ہے۔ پہلے کبھی معلوم نہ ہوا تھا۔ تو اپنے تخت پر ایک بہادر بادشاہ تھا۔ لیکن اے میری آنکھوں کی روشنی! اب بھی

تو ایک کنیز کو اپنی رعایا تصور کر"

ابو عبداللہ نے کہا "اللہ اکبر! اور اللہ اب بھی مجھے تسکین بخش رہا ہے،
تیری زبان نے زمانۂ اقبالمندی میں کبھی میری خوشامد نہ کی تھی۔ اور اب
ایامِ غم میں میرے لئے ملامت نہیں رکھتی"

یہ کہا۔ اور اینہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ یہ اینہ کی فتحمندی کی ساعت تھی
جماعت آہستہ آہستہ چکر لگا کر سنسان گھاٹیوں میں اُترنے لگی۔ اور وہ
مقام جہاں بادشاہ رو پڑا تھا۔ اور عورت نے تسکین دی تھی۔ اب تک
"مُوروں کی آخری آہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	گی	کی	۷۵	۹	مقدرا	مقدر
۱۱	۱۳	بے	لے	۷۹	۱۴	جس	جن
۱۳	۱۲	تبری	تیری	۸۳	۱	داخل ہوں	داخل ہُوا ہوں
۲۱	۹	دماغ	باغ	۸۵	۱۹	میرا	تیرا
۲۳	۱۱	دومان	دودمان	۹۳	۵	خبط	ضبط
۲۷	۱۸	لطیفہ کے	لطیفہ نے	۱۰۰	۲۱	گیا	کیا
۳۰	۱۷	یر	پر	۱۰۲	۲۱	ریر	ریز
۴۴	۹	مدہم وخاموش	مدہم اور خاموش	۱۰۷	۲۱	موجود	موجودہ
۵۰	۲	پلگا	پلگار	۱۰۷	۲۲	اور نئی	اور ان نئی
۵۱	۵	؟	-	۱۰۸	۲	آنگھیں	آنکھیں
۵۱	۱۹	سے بغیر آداب	بے آداب	۱۰۸	۹	اوراوراد	اوراد
۵۷	۱۵	بتوں	پتوں	۱۱۹	۱۴	بڑھابڑھا	بڑھاچڑھا
۵۷	۲۳	دوعرصے	دوہفتے کے عرصے	۱۲۱	۱۵	کر	کرے
۶۶	۱۴	کی	کیا	۱۲۶	۱۰	اردگرد	نے اردگرد
۶۸	۱۸	ہاتھوں	تہوں	۱۲۷	۹	کونگسیڈا	کونگڑا
۷۰	۳	گھوڑی	گھوڑے	۱۲۷	۱۹	نہا	تنہا
۷۲	۵	دھارا	دھار	۱۳۱	۱۵	صحفے	صحیفے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۳	توحقیقی	تو وہ حقیقی
۱۳۶	۱-۶-۷	ٹارکومیڈا	ٹارکوبمیڈا
۱۴۸	۸	جھنڈہ	جھنڈے
۱۵۰	۵	کے الغدیز	الغدیز
۱۵۱	۲	سے	اسے
۱۵۶	۱۳	اسیارٹا	اسپارٹا
۱۵۷	۳	طلم	ظلم
۱۵۸	۸	چنیل	چٹیل
۱۶۳	۱۵	سے	اسے
۱۶۵	۳	منکسر	منکر
۱۷۵	۱۱	توانگر	تونگر
۱۷۶	۷	کبڈز	کیڈز
۱۸۲	۱	ایک جذبۂ واحد	ایک جذبہ
۱۹۱	۲	بیھے	بیٹھے
۱۹۷	۱۹	انفراری	انفرادی
۲۰۷	۷	سکتا	سکتا تھا
۲۰۷	۱۳	دل کے	دل میں
۲۰۸	۶	لے	لئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۱	۱۷	آسیوں	آسیبوں
۲۱۱	۲۱	فرطو	فرطِ
۲۱۵	۶	جدبات	جذبات
۲۱۶	۵	رہتے	رہنے
۲۱۷	۱۹	گزارتا	گزرتا
۲۲۳	۱۰	چاروں جو	چاروں طرف جو
۲۲۴	۲۱	ساماني	سانتانی
۲۲۷	۲۲	بہانے	بہلاتے
۲۲۹	۵	ابھی	بھی
۲۳۴	۴	چونکہ ہیں پر	چونکہ گیت ہیں
۲۳۴	۱۱	گھوڑہ	گھوڑے
۲۳۵	۲	خلد	خلا
۲۳۵	۲۱	یڑی	پڑی
۲۳۸	۱۹	گررا	گزرا
۲۳۹	۴	بے انتہا پرتیانی	بے انتہا پریشانی
۲۴۰	۲۰	کر پڑی	گر پڑی
۲۴۵	۸	چڑھتے	چڑھاتے